

الشمس والقمر بحسبان

فتية الشيخ مولانا عبدالرحمن كيلاني



مكتبة السليمانية

تيسر ايامكم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قُلْ اطِيعُوا اللّٰهَ
وَاطِيعُوا الرَّسُوْلَ

مجلس التحقیق الاسلامی اربنہ

معدت البریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

الشَّمْسِ

وَالْقَمَرِ

جُنُبًا

نفیہ شیخ مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ السیّدیہ

الامام فاضل بن عبدالمطلب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تالیف _____ مولانا عبدالرحمان کیلانیؒ
 زیر سرپرستی _____ ڈاکٹر حبیب الرحمن کیلانی
 اہتمام _____ پروفیسر نجیب الرحمن کیلانی 7844157
 اشاعت _____ ستمبر: 2006
 تعداد _____ 1100
 ناشر _____ ڈاکٹر حافظ شفیق الرحمن کیلانی
 انجینئر حافظ عتیق الرحمن کیلانی
 مطبع: _____ انٹرنیشنل دارالسلام پرنٹنگ پریس لاہور

ناشر: **مکتبۃ السلام** سٹریٹ نمبر: 20، وکن پورہ لاہور
 فون: 7844157-7280943

قیمت _____ 140 روپے

ڈسٹری بیوٹر

دارالسلام

کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
 ریاض • جدہ • شارجہ • لاہور
 لندن • ہیوسٹن • نیویارک



ہیڈ آفس و مرکزی شوروم 36 - لوڑنال، کیکر ٹریٹ سٹاپ، لاہور

فون: 711 1023 , 711 0081 , 723 2400 , 724 0024 فیکس: 735 4072
 E-mail: darussalampk@hotmail.com Website: www.dar-us-salam.com

شوروم اُردو بازار اقراسنہ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار لاہور فون: 712 0054 فیکس: 732 0703

پیش لفظ

یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے اور یہ تین حصے دراصل تین الگ الگ موضوع بھی بن سکتے ہیں اور ان پر الگ الگ کتابیں بھی لکھی جاسکتی ہیں۔ میں نے ان تینوں موضوعات کو قرآن کریم کی ایک سہ حرفی آیت **الشمس والقمر محسوبان** (۵۵) کے تحت جمع کر کے اس کتاب کا نام "فکلیات اور اسلام" تجویز کیا ہے۔ اس کتاب کے دوسرے اور تیسرے حصے کے اکثر مضامین متعدد رسائل میں ۱۹۶۹ء اور ۱۹۸۰ء میں شائع ہوئے تھے۔ اور ان کی علمی حلقوں میں پذیرائی ہوئی تھی۔ بلکہ یہ مطالبہ بھی کیا گیا تھا کہ انہیں کتابی شکل دے دی جائے۔ ان مضامین کو ترتیب دے کر کتابی شکل دے دینا اور شائع کر دینا کچھ مشکل اور وقت طلب سلسلہ تھا۔ مگر میں یہ چاہتا تھا کہ ان مضامین کے ساتھ ایک ہجری اور عیسوی سنین کی ایک ایسی تقابلی تقویم بھی پیش کر دی جائے جو بالخصوص حصہ دوم میں مذکورہ قواعد پر پوری اترتی ہو اور اس کے ساتھ ہی اس کی بنیاد ہجری تقویم کے اصول و قواعد پر مبنی ہو۔ اور یہ کام خاصا دقیق اور محنت طلب تھا۔ لہذا یہ کام مسلسل التوا میں پڑتا گیا اور میں ایک دراز عرصہ تک اتنا وقت نہ نکال سکا جو اس کی تکمیل کے لئے کافی ہو۔ مترادف القرآن کی تکمیل کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرصت دی تو یہ کام بھی بجز اللہ یا یہ تکمیل کو پہنچ گیا۔ اس کتاب کو مرتب کرتے وقت درج ذیل مقاصد میرے پیش نظر رہے۔

۱۔ آج کل دنیا کے بیشتر ممالک میں عیسوی تقویم ہی رائج ہے اور ہجری تقویم کو ناقابل التفات سمجھا جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ مسلمانوں اور مسلمان ممالک کے ہاں بھی یہی صورت حال ہے۔ حالانکہ اپنے چند در چند خواص کی بنا پر قریبی اور حقیقی تقویم قمری تقویم ہے شمسی نہیں۔ لہذا ضروری تھا کہ عوام الناس کو ان اصول و قواعد سے روشناس کرایا جائے جو قمری تقویم کی بنیاد ہیں۔

۲۔ اکثر ممالک اور اکثر تہذیبوں میں سیاروں کی حرکات کے علم کے ساتھ ساتھ سیاروں کے انسانی زندگی پر انفرادی اور اجتماعی اثرات کو بھی تسلیم کیا جاتا رہا ہے اور کیا جاتا ہے جس سے نجوم پرستی، اہنام پرستی اور دیوی دیوتاؤں کا رواج پڑ گیا۔ اسلام نے علم ہیئت میں غور و فکر کرنے کی ترغیب کے ساتھ سیاروں

بلکہ مثلاً ماہنامہ محدث، ترجمان الحریث، سماوی میلہ، اقبال ریویو اور اخبار جنگ کا نمبر مورخہ محرم ۱۳۸۰ھ

کے اثرات کی کلیتہً نفی کی اور اسے واضح شرک قرار دیا ہے۔ لہذا ایسے اثرات کی دلائل سے تردید کی گئی ہے۔

۳۔ علم ہیئت کے موجودہ نظریات میں کچھ ایسے ہیں جو اسلامی تعلیمات کے مطابق ہیں، کچھ متعارض ہیں اور کچھ متضاد ہیں۔ میں نے ایسے تمام امور کا شرعی نقطہ نظر سے تعادل پیش کر دیا ہے تاکہ مسلمان مغرب سے آنے والے ہر نظریہ کی اندھی تقلید کے بجائے وحی الہی سے روشنی حاصل کرنے کی روش اختیار کریں تاکہ جو بات وحی الہی کے مخالف ہو اس سے مرعوب ہونے کے بجائے نہ صرف یہ کہ اسے قبول نہ کریں بلکہ علمی دلائل و براہین کے ساتھ اس کی تردید کے طریق کو اپنائیں۔

۴۔ ہم نے عیسوی تقویم میں دن معلوم کرنے کا طریقہ تو سکول میں پڑھا تھا لیکن بحری تقویم کو شاید اس بات کا سستی ہی نہ سمجھا گیا کہ اسے بھی سلیبس میں شامل کیا جائے۔ میں نے اس کتاب کے دوسرے حصہ میں کئی ایک ایسے طریقے بیان کر دیئے ہیں جن سے بحری تقویم میں دن معلوم کیا جاسکتا ہے اور ان میں سے اکثر میری اپنی ذہنی کاوش کا نتیجہ ہیں۔

۵۔ بحری تقویم اور عیسوی تقویم کے سینین میں مطابقت بھی ایک اہم مسئلہ ہے۔ بالخصوص مؤرخین مصنفین اور مؤلفین کو تو اکثر اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اور بسا اوقات وہ اس معاملہ میں غلطی بھی کر جاتے ہیں۔ میں نے دوسرے حصہ میں ایسی مطابقت کے چند ایک طریقے بیان کر دیئے ہیں۔ اور تیسرا حصہ تو بالخصوص اس مسئلہ میں تیار حوالہ (READY REFERENCE) کا کام دیتا ہے۔

کتاب کے آخر میں اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ سے متعلق اہم واقعات کے بحری اور عیسوی سینین بقید ماہ و سال درج کر دیئے ہیں۔ جو انشاء اللہ کتاب کی افادیت میں اضافہ کا باعث ہوں گے۔

وما توفیقی الا باللہ

عبدالرحمن کیلانی

صفر ۱۴۱۳ھ / اگست ۱۹۹۲ء

فہرست مضامین ”فلکیات اور اسلام“

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۴	باب ۱۔ علم ہیئت اور سیاروں کے اثرات	۳	مقدمہ
۲۵	پہلا دور۔ زمین کے ساکن ہونے کا نظریہ	۵	فہرست مضامین
۲۶	انسانی زندگی پر سیاروں کے اثرات	۱۱	پہلا حصہ
۲۷	علم ہیئت اور نجوم پرستی	۱۲	(علم ہیئت اور اسلام)
۲۸	دوسرا دور۔ حرکت زمین اور سکون شمس کا	۱۳	باب ۲۔ وقت کی قدرتی پیمائش
۲۹	نظریہ فیثاغورث	۱۴	دن اور مہینے
۳۰	تیسرا دور۔ حرکت شمس اور سکون زمین کا	۱۵	ہفتہ اور دنوں کے نام
۳۱	نظریہ بطلمیوس	۱۶	دن اور رات کی تقسیم
۳۲	بارہ برج	۱۷	مہینے اور سال
۳۳	سنازل قمر	۱۸	قرنی تقویم اور اسلام
۳۴	نجوم پرستی کی انتہا	۱۹	قرنی تقویم کی چند دوسری خصوصیات
۳۵	علم جوتش	۲۰	۱۔ دن کا شمار
۳۶	باب ۳۔ علم ہیئت کا ارتقاء اور اسلام	۲۱	۲۔ نمازوں کا تعلق سورج سے
۳۷	چوتھا یا موجودہ دور۔ حرکت زمین اور	۲۲	۳۔ مہینوں کا تعلق چاند سے
۳۸	سکون شمس کا نظریہ کوپرنیکس	۲۳	شمسی تقویم کا آغاز
۳۹	کائنات کی وسعت	۲۴	قرنی تقویم میں پیوند کاری
۴۰	علم ہیئت اور اسلام	۲۵	کبیسہ کے طریقے
۴۱	علم ہیئت کا مطالعہ	۲۶	عرب میں کبیسہ کا آغاز
۴۲	علم ہیئت کی ترغیب	۲۷	حج اور ایام حج میں گڑ بڑ
۴۳	سیاروں کی خدائی	۲۸	کبیسہ کے خاتمہ کے لئے اعلان نبوی

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۶۴	مطلع کی حدود	۴۰	سیاروں کے اثرات تسلیم کرنا واضح شرک ہے
۶۷	وحدتِ تاریخ و اوقات نئے چاند کی رو سے	۴۱	غیب دانی کا کاروبار
۶۸	وحدتِ تاریخ رویتِ ہلال کی رو سے	۴۳	علمِ ہیئت کی حقیقت
۷۰	اختلافِ مطلع اولہ شرعیہ کی روشنی میں	۴۴	چاند گرہن اور سورج گرہن
۷۱	رسالہ راحة العوام سے چند اقتباسات	۴۵	باب ۱ - رویتِ ہلال اور اختلافِ مطلع
۷۳	راحة العوام کے اقتباسات پر تبصرہ	۴۶	نیا چاند اور رویتِ ہلال
۷۴	اختلافِ مطلع کے اعتبار پر شرعی دلائل	۴۷	نئے چاند اور رویتِ ہلال کا درمیانی وقفہ
۷۷	مشرق و مغرب کی رویت میں فرق	۴۸	سب سے پہلے رویت کہاں ہوتی ہے؟
۷۸	مذہبی تہواروں میں وحدت و اتحاد	۴۹	خطوطِ طول بلد اور عرض بلد
۸۰	باب ۱ - اسلام اور موجودہ سائنسی نظریات	۵۰	خطوطِ عرض بلد
۸۱	تعارض و تضاد کی وجہ	۵۱	خطوطِ طول بلد اور عرض بلد کے فوائد
۸۱	پہلی وجہ کی چند مثالیں	۵۲	۱۔ کسی مخصوص مقام کا محل وقوع
۸۲	موجودہ نظریات اور اسلامی نظریات کا	۵۳	۲۔ دو مقامات کا درمیانی فاصلہ
۸۲	تقابلِ مطالعہ	۵۴	۳۔ میاری وقت
۸۳	۱۔ تخلیق آدم	۵۵	مطلع کیا ہے؟
۸۴	۲۔ آغازِ کائنات کے متعلق سائنسی نظریہ	۵۶	میاری اور مقامی اوقات
۸۵	اس نظریہ پر تبصرہ	۵۷	بین الاقوامی تاریخی خط
۸۷	۳۔ کائنات کی وسعت اور انجام	۵۸	۴۔ موسم
۸۸	۴۔ نظامِ شمسی کیسے وجود میں آیا؟	۵۹	ایک سو مختلف ممالک کے میاری اوقات
۹۰	تخلیق کائنات اور قرآن	۶۰	دنیا کے تقریباً ایک سو شہور شہروں کے
۹۱	نتائج	۶۱	طول بلد اور عرض بلد
۹۱	ہر دو نظریات کا تقابل	۶۲	باب ۲ - اختلافِ مطلع اور اسلامی تہواروں میں
۹۲	۱۔ آغاز کائنات	۶۳	ہم آہستگی
۹۳	۲۔ سماء اور سات آسمان	۶۴	تاریخ کا اختلاف

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۱۶	۳۔ مہینے کے دنوں میں کم سے کم تفاوت	۹۳	۳۔ فلک اور سماء
۱۱۷	ہجری تقویم اور سنہ ہجری کی ابتداء	۱۱۷	۴۔ آسمان کے برج اور سیارے
۱۱۷	سن ہجری کی خصوصیات	۱۱۷	۵۔ سورج اور اس کی حرکت
۱۱۸	۱۔ ترمیمات سے پہلے	۹۴	۶۔ اشکالِ قمر اور منازلِ قمر
۱۱۸	۲۔ قدامت بلحاظ صحت و استدلال	۹۵	۷۔ دوسرے اجرام کے مقابلہ میں زمین کی خصوصیات
۱۱۹	۳۔ مساوات اور ہمہ گیری	۹۷	۸۔ زمین ساکن ہے یا متحرک؟
۱۱۹	۴۔ ذہنی اغراض کے بجائے وحانی بنیادیں	۹۷	۹۔ انجام کائنات
۱۲۰	۵۔ رسم و رواج کی حوصلہ شکنی	۱۰۰	باب ۱۔ شمس و قمر اور ارکانِ اسلام
۱۲۰	۶۔ ہفتے کا آغاز جمعہ کے مبارک دن سے	۱۰۲	نمازوں کے اوقات
۱۲۱	۷۔ پنجم پرستی سے احتراز	۱۰۳	نتائج
۱۲۱	قری تقویم سے متعلق چند اہم معلومات	۱۰۵	روزے
۱۲۲	قری ماہ و سال کی مدت	۱۰۷	دائمی نقشہ اوقات
۱۲۲	دورِ صغیر اور کبیر	۱۰۷	روزہ جلد اظہار کرنا اور سحری میں دیر کرنا
۱۲۳	قری مہینوں کے دنوں کا عام قاعدہ	۱۰۶	نقشہ اوقات کے متعلق ایک ضروری وضاحت
۱۲۳	دورِ صغیر کا فائدہ	۱۰۸	۱۰۔ دائمی نقشہ اوقات، نماز و سحری و افطاری
۱۲۴	دورِ کبیر کا فائدہ	۱۱۳	دوسرا حصہ
۱۲۵	باب ۱۔ ہجری تقویم میں دن معلوم کرنے کے مختلف طریقے	۱۱۵	قری تقویم اور شمسی تقویم اور ان میں مطابقت کے طریقے
۱۲۷	۱۔ اصولی طریق	۱۱۵	باب ۱۔ قری تقویم اور ہجری تقویم
۱۲۷	۲۔ مشاہداتی طریق	۱۱۷	قری تقویم کی خصوصیات
۱۳۰	وجہ مطابقت	۱۱۷	۱۔ سادہ اور فطری طریق
۱۳۱	۳۔ بذریعہ یک صفحہ ہجری کیلنڈر	۱۱۷	۲۔ سال کے مہینوں کی تعداد
۱۳۳	۴۔ بذریعہ اعدادِ جمل	۱۱۷	۳۔ مہینے کے دنوں کی تعداد
۱۳۴	باب ۱۔ کثیر المقاصد ہجری تقویم دائمی		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۸۰	اب، عیسوی تاریخ کی ہجری تاریخ میں تبدیلی	۱۳۷	کثیر المقاصد تقویم تیار کرنے کی وجوہ
۱۸۲	۵۔ بذریعہ سرسری حساب	۱۳۸	نتائج
۱۸۳	مشاہدات	۱۳۹	مقاصد
۱۸۴	مدت کا درمیانی اندازہ	۱۴۰	دن معلوم کرنے کا طریقہ
۱۸۵	۱۔ عیسوی سنین سے ہجری سنین میں تبدیلی	۱۴۱	تقویم (کثیر المقاصد)
۱۸۶	ب۔ ہجری سنین سے عیسوی میں تبدیلی	۱۵۱	باب ۱۔ شمسی تقویم اور عیسوی تقویم
۱۸۹	تیسرا حصہ	۱۵۲	شمسی تقویم کی تاریخ
۱۹۰	تقابلی تقویم از ۱۴۸۰ھ تا ۱۴۷۷ھ	۱۵۳	عیسوی تقویم کی داستان
۱۹۱	بہ کچھ اس تقویم کے بارے میں	۱۵۴	عیسوی تقویم میں پیوند کاری یا ایسپ کا سلسلہ
۱۹۲	عیسوی تقویم کا دورِ قدیم اور دورِ جدید	۱۵۵	نیا عالمی کیلنڈر
۱۹۳	ترمیم کی وجہ	۱۵۶	تبصرہ
۱۹۴	پرانا اور نیا طریق حساب	۱۵۷	عیسوی تقویم میں دن معلوم کرنے کے طریقے
۱۹۵	تقابلی تقویم کا آغاز کونسی عیسوی تاریخ سے ہوا	۱۵۸	عیسوی تقویم کے مبادیات
۱۹۶	پرانے اور نئے حساب کی تطبیق	۱۵۹	۱۔ دن معلوم کرنے کا طریقہ
۱۹۷	اس تقویم میں مستعمل علامات	۱۶۰	۲۔ بذریعہ دائمی عیسوی کیلنڈر
۱۹۸	تقابلی تقویم مرتب کرنے کے قواعد	۱۶۱	باب ۱۔ ہجری اور عیسوی سنین میں مطابقت
۱۹۹	اس تقویم کی جانچ پڑتال کے طریقے	۱۶۲	کے طریقے
۲۰۰	۱۔ ایک ماہ کے اندراجات کی پڑتال	۱۶۳	۱۔ دنوں کی گنتی کے طریقے سے
۲۰۱	۲۔ ایک سال کے اندراجات کی پڑتال	۱۶۴	۱۔ ہجری تاریخ کو عیسوی میں تبدیل کرنا
۲۰۲	۳۔ ایک دو صغیر کے اندراجات کی پڑتال	۱۶۵	ب۔ عیسوی تاریخ کی ہجری تاریخ میں تبدیلی
۲۰۳	۴۔ پوری تقویم کی پڑتال	۱۶۶	۲۔ بذریعہ جدول گنتی ایام
۲۰۴	باب ۱۔ تعابلی تقویم از ۱۴۸۰ھ تا ۱۴۷۷ھ	۱۶۷	۳۔ بذریعہ ضربی عمل
۲۰۵	اسلامی تاریخ کے اہم واقعات بقید	۱۶۸	۴۔ سالوں اور دنوں کے فرق کے طریقے سے
۲۰۶	ہجری و عیسوی ماہ و سال	۱۶۹	(۱) دنوں کے فرق کے طریقے سے ہجری تاریخ
۲۰۷		۱۷۰	کو عیسوی میں تبدیل کرنا

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۲۱	۴۔ خلافت عثمانیہ تا ۱۳۲۲ھ	۳۱۶	۱۔ دور نبوی کے اہم واقعات
۳۲۲	مرکز گریز سلسلے	۳۱۷	۲۔ تاریخ وفات اہل بیت المؤمنین و اقربا النبی
۳۲۳	فاطمین مہراز ۲۹۷ھ تا ۵۶۷ھ	۳۱۸	۳۔ چند جلیل القدر صحابہ کی تاریخ وفات
۳۲۴	بنو امیہ اندلس میں از ۱۳۸ھ تا ۴۲۳ھ	۳۱۹	۴۔ بنو امیہ کے مروانی دور سے پہلے کے اہم واقعات
۳۲۵	عربوں کی ہندوستان میں آمد	۳۲۰	۱۔ تایموم الجماعت
۳۲۶	ہندوستان کے مسلمان حکمران	۳۲۱	۲۔ خلافت بنو امیہ
۳۲۷	۱۔ خاندان غلاماں	۳۲۲	۳۔ سلسلہ بنو امیہ (مروانی)
۳۲۸	۲۔ غلجی	۳۲۳	۴۔ خلافت بنو عباس
۳۲۹	۳۔ تعلق	۳۲۴	۵۔ پہلا دور تا ۲۵۶ھ
۳۳۰	۴۔ سادات	۳۲۵	۶۔ دوسرا دور ۶۵۶ھ
۳۳۱	۵۔ لودھی	۳۲۶	۷۔ تیسرا دور۔ عباسیہ مہرتا ۹۲۳ھ
۳۳۲	۶۔ خاندان منلیہ		
۳۳۳	غزوری یادداشتیں		
۳۳۴	ذاتی یادداشتیں		

مراجع و مصادر

- ۱- قرآن کریم، اس کے تراجم و تفاسیر حسب ضرورت
- ۲- احادیث مبارکہ حسب ضرورت
- ۳- رحمة للعالمین (جلد دوم) قاضی سلمان منصور پوری
- ۴- عالمی معلومات (ایڈیشن ۸۲-۸۳) { مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور
(مختصر انسائیکلو پیڈیا از ناہد انجم)
- ۵- تقویم تاریخی عبد القدوس ہاشمی
- ۶- تقویم تقابلی سٹیفیلڈ (جرمنی) کا اردو ترجمہ
- ۷- ہجری تقویم دائمی (محمد علی خاں) مطبوعہ اسلامک سبلی کیشنز - لاہور
- ۸- الفاروق شبلی نعمانی
- ۹- اجتہادی مسائل (جعفر شاہ پھلوری) ادارہ کثافت اسلامیہ - لاہور
- ۱۰- طبیعیات برائے جماعت دہم مطبوعہ ویسٹ پاک میکسٹ بک بورڈ - لاہور
- ۱۱- روزمرہ جنتی ASTRONOMICAL EPHEMERIS. مطبوعہ لندن
- ۱۲- " ASTRONOMY FOR NIGHT WATCHERS. "
- ۱۳- رسالہ "بیان الادلہ فی اثبات الابلہ" کا اردو ترجمہ مطبوعہ "محدث" صفر ۱۳۹۵ھ محمد ہلال - خطیب تربیلہ ڈیم
- ۱۴- رسالہ راحة العوام مولوی برکت علی بچم و جفار
- ۱۵- اسرار عالم جنتی ۱۹۷۹ء فیروز سنز لمیٹڈ لاہور
- ۱۶- اٹلس مطبوعہ
- ۱۷- " شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ لاہور

حصہ اول

علمِ ہدیت کے نظریات اور اسلامی نظریات

فہرست ابواب

- ۱۔ وقت کی پیمائش
- ۲۔ علمِ ہدیت اور سیاروں کے اثرات
- ۳۔ علمِ ہدیت کا ارتقاء اور اسلام
- ۴۔ رویتِ ہلال اور اختلافِ مطالع
- ۵۔ اختلافِ مطالع اور اسلامی تہواروں میں ہم آہنگی
- ۶۔ اسلام اور موجودہ سائنسی نظریات
- ۷۔ شمس و قمر اور ارکانِ اسلام

باب

وقت کی قدرتی پیمائش

انسان جب دُنیا میں آیا تو اس نے دیکھا کہ سورج ہر روز صبح کو مشرق سے طلوع ہوتا اور شام کو مغرب میں غروب ہو جاتا ہے اور تہمتیں گزرنے پر بھی سورج کے اس عمل میں ذرہ بھر فرق نہیں آتا۔ لیکن چاند کا معاملہ سورج سے کئی باتوں میں مختلف تھا۔ اس نے دیکھا کہ چاند شام کو طلوع ہوتا ہے اور صبح سورج نکلنے سے پہلے غائب ہو جاتا ہے۔ یہ کبھی مغرب سے طلوع ہوتا ہے کبھی مشرق سے اور کبھی نصف آسمان سے۔ البتہ سفر یہ بھی مشرق سے مغرب کی طرف ہی کرتا نظر آتا ہے۔ علاوہ ازیں انسان نے یہ بھی ملاحظہ کیا کہ چاند نہ نئی نئی شکلیں بھی بدلتا رہتا ہے۔ پہلے پہل مغربی اُفق پر غروب آفتاب کے بعد ایک باریک سی پھانک نظر آتی ہے جو چند منٹوں کے بعد سورج کے پیچھے جا کر چھپ جاتی ہے، دوسرے دن مغربی اُفق پر پہلے دن سے ذرا بلندی پر سے ظاہر ہوتا ہے اور پہلے دن کی نسبت قدرے موٹا بھی ہوتا ہے۔ پھر وہ دن بدن مشرق کی طرف سرکتا اور موٹا ہوتا چلا جاتا ہے تا آنکہ سات دن کے بعد یہ چاند نصف آسمان یعنی سر سے سیدھا اوپر سے نمودار ہوتا ہے اور پورے نصف دائرے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ علیٰ ہذا التیام چودھویں رات کو چاند بالکل سورج کی طرح مشرقی اُفق سے طلوع ہوتا ہے اور سورج ہی کی طرح مکمل یعنی پورا گول بھی ہو جاتا ہے اور رات بھر آسمان پر جگمگانے کے بعد صبح کو مغربی اُفق میں ڈوب جاتا ہے بعد ازاں چاند کی شکل گھٹنے لگتی ہے اور وہ طلوع بھی رات کو دیر سے ہونے لگتا ہے حتیٰ کہ اکیسویں رات کو چاند پھر تقریباً نصف دائرہ کی شکل کا رہ جاتا ہے اور طلوع بھی آدھی رات کو ہوتا ہے۔ مزید پابین چھ دن گزرنے کے بعد یہ پہلی سی پھانک کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ بعد ازاں دو تین دن غائب بھی رہتا ہے حتیٰ کہ پھر پہلی سی شکل و صورت میں طلوع آفتاب کے بعد مغربی اُفق سے نمودار ہوتا ہے۔

دن اور مہینے | اس کے برعکس سورج کا معاملہ کئی لحاظ سے چاند سے مختلف تھا۔ انسان نے مشاہدہ کیا کہ سورج ہر روز مشرقی افق سے ہی طلوع ہوتا ہے۔ اسکی شکل میں بھی کوئی فرق نہیں آتا اور وہ گول ہی رہتا ہے۔ طلوع ہونے کے بعد دم بدم اس کی تمازت بڑھنا شروع ہوجاتی ہے جو دوپہر تک بڑھتی رہتی ہے۔ نصف النہار کے بعد اس میں کمی آنا شروع ہوجاتی ہے تا آنکہ یہ سورج شام کو مغربی افق میں ڈوب جاتا ہے اور اس کے اس معمول میں طویل زمانہ کے گزرنے پر بھی کچھ فرق نہیں پڑتا۔ لہذا انسان نے اپنے سادہ سے مشاہدات کے مطابق دن اور اس سے متعلقہ ضروریات کو تو سورج سے متعین کر دیا اور مہینہ کو چاند سے۔ اس نے دیکھا کہ ایک نئے چاند سے دوسرے نئے چاند تک کبھی تو ۲۹ دن گزرتے ہیں اور کبھی تیسرے۔ اس مدت کو اس نے مہینہ کا نام دیا۔ اس طرح ابتداءً دنیا میں مہینوں کا شمار چاند ہی سے ہوا اور یہی فطری طریق تھا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی کئی زبانوں میں جو لفظ چاند کے لئے استعمال کیا جاتا ہے مہینہ کا لفظ اسی لفظ سے ہی مشتق ہوتا ہے۔ مثلاً ایران میں چاند کو ماہ کہتے ہیں تو مہینہ کو بھی ماہ ہی کہتے ہیں یا مہینہ بھی کہہ لیتے ہیں۔ انگریزی میں چاند کو مون (MOON) کہتے ہیں تو مہینہ کو منٹھ (MONTH) جو اسی لفظ مون سے مشتق ہے اسی طرح ہندی میں نئے چاند کو اماؤس کہتے ہیں تو مہینہ کو ماس کہتے ہیں۔

ہفتہ اور دنوں کے نام | انسان نے چاند کی اشکال کی نسبت سے مہینہ کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ پہلا حصہ ہلال یا نئے چاند سے نصف چاند تک۔ دوسرا حصہ نصف چاند سے پورے چاند یا بدر تک۔ تیسرا بدر سے پھر نصف چاند تک اور چوتھا حصہ نصف چاند سے چاند کے غائب ہونے تک یہ وقفہ عموماً سات دن کا ہوتا تھا۔ لہذا سات دنوں کے عرصہ کو ہفتہ (فارسی میں ہفت سات کو کہتے ہیں) کا نام دیا گیا (اور عربی میں ہفتہ کو اسبوع کہتے ہیں سبوعہ یعنی سات) پھر ان سات دنوں کے نام بھی تجویز کئے گئے۔

چاند اور سورج کے مشاہدات کے علاوہ انسان نے ہزاروں سال قبل مسیح یہ بھی معلوم کر لیا تھا کہ رات کو چاند کے علاوہ اور بھی کئی دیگر سیارے مشرق سے مغرب کی طرف معروف سفر رہتے ہیں۔ ان میں معروف سیارے پانچ تھے یعنی عطارد، زہرہ، مریخ، مشتری اور زحل۔ سورج اور چاند سمیت یہ کل سات سیارے بنتے تھے۔ چنانچہ انسان نے ہفتہ کے سات دنوں کے ناموں کو انہی سات سیاروں سے منسوب کر دیا مثلاً اتوار یا سنڈے (SUNDAY) سورج یا سَن (SUN) سے منسوب ہوا۔ سوموار (پیر) یا منڈے (MUNDAY) چاند یا مون (MOON)

کے نام سے منسوب ہوا۔ علیٰ ہذا القیاس۔ ہندی زبان میں بھی ہفتہ کے ناموں اور سیاروں کے ناموں میں ایسی ہی نسبت پائی جاتی ہے۔ جس کی تفصیل آئندہ چل کر آئے گی۔

دن اور رات کی تقسیم | دن اور رات یعنی مکمل ایک دن (یوم) کو آٹھ برابر حصوں میں تقسیم کر کے ہر حصہ کو پہر کا نام دیا گیا۔ سورج کے سایہ کی مدد سے دن کو چار حصوں میں تقسیم کرنا ایک آسان سی بات تھی۔ ان حصوں کو پہلا پہر، دوپہر، سہ پہر اور شام کا نام دیا گیا۔ رات کو چار حصوں میں تقسیم کرنا نسبتاً مشکل تھا۔ تاہم انسان چاند اور دیگر سیاروں کی چال سے اس قدر واقف ہو گیا تھا کہ ایک پہر کا وقفہ دو درکار، وہ رات کے تھوڑے سے تھوڑے وقفہ کا بھی کسی مخصوص سیارہ کی سمت دیکھ کر نجومی اندازہ کر سکتا تھا۔

ہینے اور سال | انسان نے یہ بھی مشاہدہ کیا کہ جب بارہ دفعہ چاند کا عروج و زوال ہو جاتا ہے یا بارہ قمری ہینے گزر جاتے ہیں تو تقریباً وہی پھیلا موسم آجاتا ہے۔ ایک موسم سے دوسرے اسی جیسے موسم تک کے عرصہ یعنی ۱۲ ماہ کو سال کا نام دیا گیا۔ اور ایک سال کے بارہ قمری ہینے شمار کئے جانے لگے۔ کسی طویل مدت کا حساب لگانے کے لئے انسان نے کسی مشہور واقعہ مثلاً کوئی بہت بڑا زلزلہ، سیلاب، جنگ یا کسی مشہور بادشاہ کی تخت نشینی یا وفات کو بنیاد قرار دے کر قمری تقویم یا کیلنڈر (CALENDER) کی داغ بیل ڈال دی۔ تقویم کا یہ حساب چونکہ بالکل سادہ، فطری اور عام مشاہدہ سے حاصل ہوا تھا۔ لہذا انسان کے اس ابتدائی دور میں نہ تو علم ہیئت کی پیچیدگیاں آڑے آئیں اور نہ ہی کسی رصد گاہ کی ضرورت محسوس ہوئی۔

قمری تقویم اور اسلام | اسلام چونکہ دینِ فطرت ہے لہذا اس نے اسی فطری طریقہ حساب کو حقیقی اور اصلی طریق قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری ہے :-

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ الْاَيَّامِ وَالْحِسَابَ ﴿۵﴾

وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو نور بنایا اور چاند کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کا شمار اور حساب معلوم کر سکو۔

اس آیت سے صاف معلوم ہے کہ سالوں یعنی طویل مدت کا حساب رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قمری تقویم کو ہی حقیقی قرار دیا ہے۔ ایک دوسرے مقام پر فرمایا :-

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللّٰهِ اثنَا عَشَرَ شَهْرًا
بِاَشْهُرِهَا (رسال کے) ہینوں کی تعداد قوانینِ الہیہ کے مطابق بارہ ہے اس وقت سے جبکہ زمین او

آسمانوں کو پیدا کیا گیا۔

(۹/۳۶)

شاید آپ یہ سمجھتے ہوں گے کہ آج کل کی تمام مروجہ تقویم میں سال کے مہینوں کی تعداد تو بارہ ہی ہے۔ پھر قرآن نے کونسی انوکھی حقیقت کا انکشاف فرمایا ہے۔ لیکن آپ کا یہ خیال صحیح نہیں حضرت انسان نے سال کے ۱۲ مہینوں کے ساتھ جس قدر افراط و تفریط سے کام لیا ہے۔ اس کی داستان بڑی طویل ہے۔ اور اس کا ذکر انشاء اللہ ہم ضرور کریں گے۔ اس آیت میں اسی افراط و تفریط کو ملحوظ رکھ کر یہ تصریح کی گئی ہے کہ حقیقتاً سال کے مہینوں کی تعداد بارہ ہی ہے۔

قرمی تقویم کی چند دوسری خصوصیات

اب جب یہ معلوم ہو گیا کہ فطری اور حقیقی تقویم قرمی ہی ہے تو اس کی چند دوسری خصوصیات

بھی ملاحظہ کرتے چلئے جو یہ ہیں :-

۱- دن کا شمار | قرمی تقویم میں مکمل دن (یوم یا ۲۴ گھنٹے) کا شمار ایک دن کے غروب آفتاب سے لے کر دوسرے دن کے غروب آفتاب تک ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں دن اور رات کا ذکر فرمایا تو پہلے رات ہی کا ذکر آیا ہے مثلاً :-

(۱) اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ
اِخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيٰتٍ لِّاُولٰٓئِ
الَّذِيْنَ اَلْبَابُ - (۳۶)

(۲) وَ لَهٗ اِخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ط
اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (۲۳)

(۳) اَتَمَّهَا اَمْرًا نَّالِيْلًا اَوْ نَهَارًا
آپہنچا۔ (۳۶)

ہمارے دعویٰ کی تائید میں اتنی بھی مثالیں بہت کافی ہیں اگرچہ قرآن میں ایسی مثالیں بے شمار ہیں۔ یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ ہندی یا بکرمی تقویم میں یوم (مکمل دن = دن + رات یا ۲۴ گھنٹے) کا شمار ایک دن کے طلوع آفتاب سے لے کر دوسرے دن کے طلوع آفتاب تک ہے۔ اور عیسوی تقویم میں کسی دن کی مقدار آدھی رات سے دوسرے دن کی آدھی رات تک۔ آسان الفاظ میں یوں سمجھئے کہ قرمی تقویم میں شام کو تاریخ بدلتی ہے۔ عیسوی تقویم میں

آدمی رات کو اور ہندی تقویم میں صبح طلوع آفتاب کے وقت -

۲۔ نمازوں کا تعلق سورج سے [جن شرعی احکام کا تعلق دن کے اوقات سے متعلق ہو تو

اس وقت یہ احکام سورج ہی سے متعلق ہوں گے: مثلاً نمازوں کے اوقات کے متعلق فرمایا :-
 آتِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ
 الْيَلِّ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ
 كَانَ مَشْهُودًا - (۱۷/۸)

اوقات کی یہ تعیین اسلام کے فطری اور سادہ ہونے کی لاجواب دلیل ہے۔ گھڑی کی ایجاد سے پیشتر ہمارے آباؤ اجداد دن کی نمازوں کے اوقات کی تعیین ہمیشہ سورج کے سایہ سے کیا کرتے تھے۔ وہ اس طرح کہ اگر فلاں عمارت کا یا مسجد کے سامنے کی دیوار کا سایہ فلاں جگہ تک آجائے تو ظہر کا وقت ہو جاتا ہے اور فلاں جگہ پر آئے تو عصر کا اور اگر سورج ڈوب جائے تو شام کا۔ یہ حساب اتنا سادہ تھا کہ کسی بھی موسم میں اس میں تبدیلی کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔ دنوں کے چھوٹا یا بڑا ہونے کی وجہ سے نمازوں کے اوقات میں جو فرق پڑ سکتا ہے وہ خود بخود ٹھیک ہوتا چلا جاتا ہے۔ آج کل گھڑیوں کا دور ہے تو آئے دن نمازوں کے اوقات میں تبدیلی کرنا ناگزیر ہے۔ بلاشبہ گھڑی موجودہ دور کی ایک اہم ضرورت ہے اور اس کے فوائد سے بھی انکار نہیں مگر جو سادگی اور سہولت سورج کے سایہ کے حساب میں ہے وہ اس میں نہیں ہے۔ دن کی نمازوں اور اذان کے اوقات کی تعیین کی ضرورت سورج کے سایہ سے ٹھیک طور پر پوری ہو جاتی ہے اگر کسی دن ابر یا بارش کی وجہ سے کچھ کمی بیشی ہو بھی جائے تو اس کے لئے مسلمان قطعاً مکلف نہیں ہے۔ اندھیرے کی نمازوں کے اوقات کا تعلق بھی سورج ہی سے ہے۔ جب شفق کی سرخی پوری طرح غائب ہو جائے یعنی غروب آفتاب کے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ بعد سے عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اور صبح کی نماز کا وقت صبح صادق یا پو پھٹنے سے شروع ہو کر طلوع آفتاب تک ہے۔ تو جس طرح تمام نمازوں کے اوقات کی تعیین سورج سے متعلق ہے اسی طرح روزہ کے رکھنے اور چھوڑنے کے اوقات کا تعلق بھی سورج ہی سے ہے۔ نیز ایسے شرعی احکام جن کی تعمیل میں ایک ماہ سے کم عرصہ کی مدت درکار ہوتی ہے۔ ان کا تعلق خواہ سورج سے ہو یا چاند سے اس میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔ جیسے قسم یا احرام کے دوران شکار کرنے کا کفارہ وغیرہ۔

ان تمام احکام کی سادگی کی انتہا یہ ہے کہ ان کی بجائے آوری میں گھڑی کی ضرورت تو درکنار

کسی دوسرے سے کچھ پوچھنے کی ضرورت بھی پیش نہیں آتی۔ حتیٰ کہ ماہِ رمضان کی ابتدا اور انتہا کے لئے بھی رویتِ ہلال جیسے سادہ اور فطری مشاہدہ پر انحصار کیا گیا ہے۔

۳۔ مہینوں کا تعلق چاند سے | اور ایسے شرعی احکام جن کی تعمیل میں ایک ماہ یا زائد عرصہ درکار ہو تو یہ مدت ہمیشہ چاند سے وابستہ ہوگی جیسا کہ ارشادِ باری ہے :-

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاَهْلِ فَلْهُيْ مَوَاقِيتُ
لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ - (۲/۱۸۶)

لوگ آپ سے نئے چاندوں کے متعلق پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ وہ لوگوں کے لئے مدت کے شمار اور حج کے اوقات معلوم ہونے کا ذریعہ ہے۔

حج کے علاوہ زکوٰۃ کے لئے ایک سال کی مدت، مطلقہ یا بیوہ کی عدت، ایامِ رضاءت وغیرہ ایسے تمام امور کا تعلق قمری مہینوں سے ہوتا ہے پھر انہی بارہ قمری مہینوں سے ایک سال بنتا ہے۔ جس کے متعلق ہم اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پہلے درج کر چکے ہیں کہ مہینوں کی یہ تعداد کتاب اللہ کے عین مطابق ہے۔

تقویم کا یہ طریق چونکہ فطری اور نہایت سادہ ہے لہذا تمام مذاہبِ البیہ میں اسی قمری تقویم کو اصلی اور بنیادی قرار دیا گیا تھا۔ موجودہ دور میں اگرچہ اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب نے قمری کے بجائے شمسی تقویم کو اپنا لیا ہے تاہم اس کے کچھ نہ کچھ آثار ضرور باقی رہ گئے ہیں۔ مثلاً عیسائیوں کے ہاں ایسٹر کا دن، یہودیوں کے ہاں یومِ کبور یا عاشور اور ہندوؤں کے ہاں دیپاولی ابھی تک قمری حساب سے منائے جلتے ہیں۔

شمسی تقویم کا آغاز

موجودہ دور میں دُنیا کے بیشتر ممالک میں قمری تقویم کے سیدھے سادھے طریق کو چھوڑ کر شمسی تقویم کو اپنا یا جا رہا ہے۔ جس کی ابتدا یوں ہوئی کہ جب انسان نے عبادت خانے تعمیر کئے تو ان کی آبادی و ترقی کے لئے وہاں پر وہست مقرر ہوئے۔ ان پر وہتوں کی گزران کے لئے ان کی محنت کا معاوضہ نذرانوں کی صورت میں پیش کیا جاتا تھا۔ مذہبی تہوار آہستہ آہستہ میلوں ٹھیلوں کی شکل اختیار کرتے گئے اور نذرانوں کی وصولی کا وقت یہی مذہبی تہوار یا میلے ٹھیلے ہوا کرتے تھے۔ پروہتوں نے ہی لوگوں پر یہ پابندی عائد کی کہ وہ اپنی زرعی پیداوار کا ایک حصہ پروہتوں کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کیا کریں اور برت خانوں پر چڑھا دے چڑھایا کریں۔

ظاہر ہے کہ قمری مہینے ایسے نذرانوں اور رسوم کا ساتھ نہیں دے سکتے تھے۔ کیونکہ یہ بات مشاہدہ میں آچکی تھی کہ ہر تین قمری سال گزرنے پر فصلیں تقریباً ایک ماہ بعد تیار ہوتی ہیں۔ کیونکہ فصلوں کی تیاری کا تعلق موسم سے ہے اور موسم سورج سے تعلق رکھتے ہیں، چاند سے نہیں رکھتے۔ اس مشکل کو دور کرنے کے لئے قمری مہینوں میں پیوند کاری کی تجاویز پر غور کیا جانے لگا۔ اور یہی پیوند کاری جسے عربی میں کبیرہ، انگریزی میں لیپ (LEEP) اور ہندی میں لونڈ کہا جاتا ہے بالآخر شمسی تقویم کی بنیاد ثابت ہوئی۔ گویا اس چیز کے اصل محرک وہ مذہبی رہنمایا پروبت لوگ تھے جنہوں نے محض اپنے پیٹ کی خاطر مذہب کی آڑ میں مذہب سے بے وفائی کی۔

مذہب اور روحانیت کا رشتہ جس قدر قمری تقویم سے وابستہ ہوتا ہے اس کی تفصیل تو آگے چل کر بیان ہوگی۔ لیکن یہ کہنا مقصود ہے کہ عوام — جو مذہبی رہنماؤں کی نسبت بہر حال مذہب سے زیادہ بیگانہ ہوتے ہیں — نے ایسی پیوند کاری اور شمسی تقویم کو بہت جلد اپنانے کی کوشش کی کیوں کہ ان کے بیشتر رسم و رواج، میلے پھیلے، تفریحی سفر اور موسمی چھٹیاں سب کا تعلق شمسی سال سے ہوتا ہے لہذا جوں مذہب سے بیگانگی بڑھتی گئی، قمری تقویم یا تو کبیسوں کی وجہ سے مکمل ہوتی گئی یا متروک ہوتی چلی گئی۔

قمری تقویم میں پیوند کاری | قمری تقویم چونکہ فطری ہے لہذا اس کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ انسانی اختراع یا دست برد سے بے نیاز ہے اس میں ایک دن کی کمی بیشی بھی ناقابل برداشت ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا کرے بھی تو اگلا چاند اسکی تکذیب کر دے گا۔ لیکن شمسی تقویم میں انسان آزاد ہے۔ چاہے تو مہینہ ۲۸ دن کا شمار کرے اور چاہے تو ۲۹، ۳۰، ۳۱ یا ۳۲ دن کا۔ پھر وہ اس بات میں بھی آزاد ہے کہ چاہے تو ایک سال کے دس ماہ قرار دے لے اور چاہے تو ۱۲ ماہ یا ۱۴ ماہ مقرر کرے۔ اور یہ باتیں محض فرضی یا مبالغہ آرائی نہیں بلکہ فی الواقعہ شمسی تقویم پر ایسے ادوار گذر چکے ہیں۔

علاوہ ازیں شمسی تقویم میں لیپ یا انسانی اختراع کا مسئلہ ایک مستقل دردِ سر بن گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شمسی تقویم کی متعدد بار از سر نو ترتیب و تدوین کی جاتی رہی ہے۔ ان میں سے چار پانچ بار کا ذکر تو تاریخ میں ملتا ہے اور جو کچھ نہیں مل سکا وہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اتنی مرتبہ کی کوششوں کے باوجود شمسی سال میں لیپ کا سلسلہ ۴۰ سال تک پھیلتا چلا جاتا ہے اس کے باوجود بھی ماہرین اس موجودہ کیلنڈر پر مطمئن نہیں وہ کہتے ہیں کہ ہر ۲۰۰ سال بعد پھر ایک دن کی کمی

بیشی کرنا ناگزیر ہوگی۔ علاوہ ازیں مختلف ممالک میں نئے شمسی کیلنڈر کی تجاویز بھی پیش کی جا رہی ہیں۔ جن کی تفصیل آگے آئے گی۔

قرنی تقویم کو فصلوں کے مطابق بنانا یا شمسی تقویم میں تبدیل کرنا ایک پیڑھا سا کام ہے۔ لہذا ابتداءً قرنی تقویم میں مہینوں کا اضافہ کر کے مخلوط کیلنڈر

کبیسہ کے طریقے

راج کیا گیا۔ آج کل جتنے بھی قدیم شمسی نین رائج ہیں۔ ان سب کی ابتداءً قرنی تقویم سے ہی ہوئی تھی۔ قرنی تقویم میں مہینوں کے اضافہ کا طریقہ یہ سوچا گیا کہ ہر تین سال بعد ایک ماہ بڑھایا جاتا ہے۔ مثلاً ہند میں بکری سمت قرنی تقویم کے مطابق چل رہا تھا۔ اس کو مخلوط بنانے کی صورت یہ تجویز ہوئی کہ تیسرے سال چیت کے دو ماہ شمار کئے جائیں پھر پچھٹے سال بیساکھ کے دو ماہ، پھر نویں سال جیٹھ کے دو ماہ اور بارہویں سال اسارٹھ کے دو ماہ کر دیئے گئے۔ ان اضافی مہینوں کو دو چیت، دو بیساکھ، دو جیٹھ اور دو ہاڑ کا نام دیا جاتا تھا۔ ان مہینوں کے نام تو ہندی تھے مگر ان کے دنوں کا شمار چاند کے حساب سے ہوتا تھا۔ اس طرح تہواروں اور فصلوں میں مطابقت تو ہو جاتی تھی مگر ۳۶ قرنی سالوں میں پورا ایک قرنی سال گم ہو جاتا تھا۔

بعد ازاں اضافی مہینوں کا طریقہ چھوڑ دیا گیا اور اس کے بجائے مہینوں کے دنوں میں کمی بیشی کر کے انہیں موسموں کے مطابق بنایا گیا جسے عرف عام میں شمسی تقویم کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ہندی مہینوں کے ایام کی تعداد درج ذیل مقرر کی گئی :-

چیت بیساکھ جیٹھ ہاڑ ساون بھادوں اسوج کنگ گھر پوہ مانگھ پھاگن
 دن ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۱ ۳۲ ۳۱ ۳۰ ۳۰ ۳۰ ۲۹ ۲۹ ۳۰ = ۳۶۵

اس تقویم میں ترتیب یہ ہے کہ گرمیوں کے مہینے — جبکہ دن بڑے ہوتے ہیں — زیادہ دنوں کے تجویز کئے گئے ہیں۔ معتدل مہینوں کے ایام بھی معتدل یعنی تیس ہیں اور سردیوں کے مہینوں کے — جبکہ دن بھی چھوٹے ہوتے ہیں — دن کم تجویز کئے گئے ہیں۔ عیسوی تقویم کی طرح اس تقویم میں بھی لیپ کا سلسلہ مسلسل جاری رہتا ہے۔ تاہم ہندی تقویم عیسوی تقویم سے بہت مدت پہلے درست کی گئی تھی۔ یہ تقویم صدیوں کے تجربات کا پتھر اور یہ بکری سمت کا مل ترین تقویم کی حامل ہے۔ لہٰذا بہر حال یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ جہاں کہیں کبیسہ یا لونڈ کا طریقہ اختیار کیا گیا تو اصل بنیاد قرنی ماہ

لہٰذا انسائیکلو پیڈیا اُردو فیروز سنسز زیر عنوان تقویم

کو ہی قرار دے کر اضافہ کیا گیا۔

عرب میں کبیسہ کا آغاز | عرب میں کبیسہ کا رواج ہند اور بعض دوسرے ممالک سے مدقوں بعد ہوا۔ ابتداءً اس کا طریقہ یہ تجویز ہوا کہ ہر سال کے اختتام پر ایک سال تو ۱۰ دن کا اضافہ کر لیا جائے اور اس سے اگلے سال گیارہ دن کا۔ اس طرح عموماً ایک ہی موسم میں آتا تھا۔ کبیسہ کا یہ طریق عرب میں مقبول نہ ہو سکا۔ عرب کی بیشتر آبادی دیہاتی تھی۔ جو خاصہ قری تقویم کا حساب رکھتے تھے۔ شہروں میں البتہ بعض لوگ حقیقی کیلنڈر کے علاوہ غلط کیلنڈر کا حساب بھی رکھتے تھے اور حج کی عبادت عرب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے چلی آرہی تھی۔

حج اور ایام حج میں گڑ بڑ | اس کے بعد دوسرا طریق یہ وضع ہوا کہ اہل ہند کی طرح ہر تین سال بعد ایک ماہ کا اضافہ کر لیا جائے اور یہ اضافہ علی الترتیب باری باری ہر ماہ کے ساتھ ہو۔ مثلاً تیسرے سال دو محرم شمار کئے جائیں پھر چھٹے سال دو صفر، پھر نویں سال تین ربیع الاول ... الخ۔ اس طرح بھی حج ایک ہی موسم میں آتا اور آخری مرحلہ پر ذی الحجہ کا دوسرا مہینہ فی الواقع ذی الحجہ کا ہی مہینہ ہوتا تھا۔ لیکن ۳۴ قمری سال کے اس چکر میں پورا ایک سال یا ایک حج گم کر دیا جاتا تھا۔

عرب میں ہر تیسرے سال مہینہ بڑھانے کا کام سب سے پہلے قبیلہ بنی کنانہ کے ایک شخص قلمس نامی نے سرانجام دیا۔ اور یہ کام بھی اپنے ذمہ لیا کہ ہرج کے اجتماع کے موقع پر یہ اعلان کر دے۔ کہ اس سال اضافہ ہوگا یا نہیں اور اگر ہوگا تو کس ماہ کے ساتھ یہ تیرھواں ماہ بڑھایا جائے گا۔ نیز یہ کہ آئندہ سال حج کس ماہ میں ہوگا؟ قلمس کے بعد یہ عہدہ اس کی اولاد میں منتقل ہو گیا۔ اب قلمس کا لفظ ایک شخصی نام کے بجائے اس عہدے کے نام سے معروف ہوا جو حج کے ایام میں بھرے اجتماع میں آئندہ سال ہونے والے حج کی تاریخوں کا اعلان کرتا تھا۔ قلمس کی اولاد میں سے جن لوگوں نے یہ فریضہ سرانجام دیا انہیں قلامس کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

پھر یہ گڑ بڑ صرف حج تک ہی محدود نہ رہی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے حرمت کے چار مہینے قرار دیئے گئے تھے۔ ان مہینوں کے متعلق اہل عرب کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ وہ ان مہینوں میں نہ تو آپس میں جدال و قتال کریں گے نہ کسی تاجر یا راہ گیر کو لوٹ کھسوٹ سے پریشان کریں گے۔ یہ مہینے رجب، ذی القعدہ، ذی الحجہ اور محرم الحرام تھے۔ ان میں تین اگھے مہینے

حج کے پُر اطمینان سفر کے لئے تجویز کئے گئے تھے اور چوتھا ہینہ ان کے درمیان آتا تھا۔ تاکہ حج کے ایام کے علاوہ سال میں کم از کم ایک بار مزید سب لوگ امن و عافیت سے سفر اور تجارت وغیرہ کر سکیں۔ چونکہ یہ ایک پسندیدہ دستور تھا۔ لہذا اسلام نے اسے بحال رکھا۔ کبیسہ کے طریق کی وجہ سے ان حرمت والے مہینوں میں بھی تقسیم و تاخیر اور گڑ بڑ پیدا ہو جاتی تھی۔ اور قلامسہ کے فرائض میں یہ بات بھی شامل تھی کہ وہ اعلان حج کے ساتھ ان مہینوں کا بھی اعلان کیا کرے کہ آئندہ سال کون کون سے مہینے حرمت والے ہوں گے۔ اس تقسیم و تاخیر کو اہل عرب نئی کہتے تھے۔

عرب کے سیدھے ساوھے لوگ بھلا اس قلمسی تقویم کو کیونکر قبول کرتے۔ لہذا قلامسہ اس بات پر مجبور تھے کہ ہر سال حج کے علاوہ حرمت کے مہینوں کی تقسیم و تاخیر کا بھی اعلان کیا کریں۔ قلمسی کیلنڈر کا صرف مکہ ہی میں رواج ہو سکا۔ وہ بھی اس صورت میں کہ یہاں دونوں قسم کے کیلنڈر رائج تھے۔ قلمسی کیلنڈر کی عرب بھر میں عدم قبولیت کا یہ عالم تھا کہ قلمسی کیلنڈر کو کئی کیلنڈر کہہ دیا جاتا تھا۔ مگر کے علاوہ اور کسی جگہ یہ کیلنڈر رواج نہ پاسکا۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اس دور میں حج کا فریضہ اسی قلمسی یا مکی کیلنڈر کے مطابق سرانجام دیا جاتا تھا اور حرمت کے مہینے بھی قلامسہ ہی مقرر کرتے تھے۔ قمری تقویم میں کبیسہ کے اس طریق کو اللہ تعالیٰ نے عین کفر قرار دیا۔ ارشاد باری ہے :-

انَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهَا الَّذِينَ كَفَرُوا يُحَلُّونَهُ عَامًا
وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِيُؤَا طِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحَلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ
ذَٰلِكَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالٍ لِّهٖم -

کیا ہے اس کو جائز کر لیں ان کے بدلے انہیں اچھے دکھائی دینے لگے ہیں۔

(۹/۳۶)

اتفاق کی بات ہے کہ سلسلہ میں جب رسول اللہ نے فریضہ حج (حجۃ الوداع) سرانجام دیا تو اس وقت

کبیسہ کے خاتمہ کے لئے اعلان نبوی

مکی یا قلمسی کیلنڈر کے حساب سے دوسرا ذی الحجۃ تھا اور قمری یا حقیقی کیلنڈر کے حساب سے بھی ذی الحجۃ ہی کا ہینہ تھا۔ اسی موقع پر مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی۔ جس کی بنا پر اس طرح کی پیوند کاری کو

حرام قرار دیا گیا نیز رسول اللہ نے اپنے خطبہ حجۃ الوداع میں یہ اعلان فرما دیا کہ :

إِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ
خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْ أَسْنَةِ اثْنَا
عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثٌ
مَتَوَالِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ
وَالْمُحَرَّمِ وَرَجَبٌ مُضَرٌّ الَّذِي بَيْنَ
جَمَادَى وَشَعْبَانَ -

دیکھو! زمانہ گھوم پھر کر پھر اسی نقشہ پر آ گیا ہے جس
پر اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان پیدا کئے تھے -
دیکھو ایک سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے۔ ان میں چار
مہینے حرمت والے ہیں تین تو لگاتار ذیقعد، ذی
الحجہ اور محرم ہیں اور چوتھا مضر کا رجب (قبیلہ مضر
اس مہینہ کی بہت تعظیم کرتا تھا) جو جمادی الاخریٰ
(بخاری۔ کتاب التفسیر۔ باب ان عدۃ الشہور...)

چنانچہ اس آیت اور آپ کے اس ارشاد کی رو سے کبیسہ کا طریق حکماً اور یکسر بند کر دیا گیا۔ بعد
ازاں عرب اور دیگر اسلامی ممالک میں قمری تقویم اپنی حقیقی بنیادوں پر رائج ہو گئی۔ جسے بعد میں عبری تقویم
کا نام دیا گیا۔

TRUEMASLAK@INBOX.COM

علمِ ہدیت اور سیاروں کے اثرات

پہلا دور۔ زمین کے ساکن ہونے کا نظریہ | تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سیاروں کی عراق سے ہوئی۔ عراق میں اکثر مطلع صاف رہتا تھا۔ رات کو اکثر لوگ سیاروں کی چال اور حرکات کا مطالعہ کرتے اور اس میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔ انہوں نے حضرت میخ سے ہزار ہا سال پیشتر یہ دریافت کر لیا تھا کہ سورج اور چاند کی طرح اور بھی بہت سے سیارے مشرق سے مغرب کو مہر و سفر رہتے ہیں۔ جبکہ ہماری زمین اپنی جگہ پر قائم اور ساکن ہے۔ پانچ مشہور سیارے یعنی عطارد، زہرہ، مریخ، مشتری اور زحل جنہیں خمسہ متیزہ بھی کہتے ہیں، ان کے علم میں آچکے تھے۔ وہ ان مختلف سیاروں کی چال سے رات کے اوقات کا صحیح صحیح تعین بھی کر لیتے تھے۔ اور رات کے وقت سفر کے دوران سمت کا تعین کرنے کے بھی قابل ہو چکے تھے۔

انسانی زندگی پر سیاروں کے اثرات | ان اجرامِ فلکی کے زمین پر بعض اثرات بالکل واضح تھے۔ مثلاً سورج کی وجہ سے دن رات پیدا ہوتے ہیں اور چاروں موسم وجود میں آتے ہیں۔ جن سے طرح طرح کی فصلیں اور پھل پکتے ہیں۔ زندگی کے لیے روشنی اور حرارت نہایت ضروری ہے جو ہمیں سورج سے حاصل ہوتی ہے۔ رات کو ہم چاند اور ستاروں سے روشنی حاصل کرتے اور ان کی چال سے رات کے اوقات کا تعین اور سفر کے دوران سمت معلوم کرنے میں مدد حاصل کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس دور کے انسان نے یہ بھی معلوم کر لیا کہ چاند جن دنوں میں زائد النور ہوتا ہے، پھلوں میں رس تیزی سے بڑھتا ہے۔ اور جب ناقص النور ہوتا ہے تو یہ رفتار بہت سست پڑ جاتی ہے۔ یہ اثرات تو بالکل بدیہی تھے لیکن انسان نے بعض توہمات کی بناء پر ان سیاروں کے انسان کی انفرادی زندگی پر بھی طرح طرح کے اثرات تسلیم کرنا شروع کر دیئے۔ وہ اپنی زندگی اور موت، مرض اور صحت اور ایسے ہی کئی دوسرے امور کو سیاروں کی چال

سے منسوب کرنے لگا۔

ان توجہات اور گمراہیوں کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کی بذریعہ وحی رہنمائی فرمائی اور اسی دور میں حضرت ادریس علیہ السلام (اصل نام اخنوخ) کو مبعوث فرمایا۔ چونکہ یہ زمانہ ابتدائے آفرینش کا دور تھا، لوگوں کے علم نے ابھی کچھ زیادہ ترقی نہ کی تھی۔ لہذا حضرت ادریس علیہ السلام کو بذریعہ وحی چند مفید علوم سکھائے گئے۔ چنانچہ کپڑا بننے اور رکھنے کے موجد اور استاد اول آپ ہی ہیں۔ منجملہ دیگر علوم کے آپ کو علم نجوم کی پوری ماہیت، سیاروں کی گردش اور کشش وغیرہ کا علم بھی عطا کیا گیا۔ آپ علم ہندسہ اور علم حساب کے بڑے ماہر تھے۔ ان علوم کے ساتھ ساتھ فصاحت و بلاغت اور تقریر میں اتنے ماہر تھے کہ انہیں ہر مس الہرامسہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ نے سیاروں سے متعلق لوگوں کے عقائد باطلہ کی پر زور تردید کی۔ اور انہیں سمجھایا کہ یہ اجرام محض بنی نوع انسان کی خدمت پر مامور ہیں۔ انسان ان کا خادم نہیں بلکہ ممدوم ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ یہ اجرام انسان کی زندگی کو ممکن بنانے اور بحال رکھنے کے لئے اس سے بہت پہلے پیدا کئے گئے ہیں اور اپنے مقررہ فرائض کی بجا آوری میں محض مجبور و بے بس ہیں۔ گویا آپ نے انسان کو اس کی عظمت ذہن نشین کرا کے ایسے حیرت توہمات سے نجات دلائی۔

حضرت ادریس کی رحلت کو ایک طویل دور گزر گیا تو سیاروں کی گردش علم ہیئت اور نجوم پرستی کے انسان کی انفرادی زندگی پر اثرات کے توہمات پھر انسانی ذہن

میں ماہ پانے لگے جتنی کہ ۲۵۰۰ سال ق۔م میں حضرت ابراہیم اسی علاقہ میں مبعوث ہوئے تو یہ قوم پوری طرح نجوم پرست بن چکی تھی۔ اس وقت شہر بابل عراق کا پایہ تخت اور مرد و حکمران تھا۔ اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ حضرت ابراہیم، اس سلطنت کے سب سے بڑے شاہی پردہت، نجوم پرست اور بت تراش ”آرز“ کے ہاں پیدا ہوئے۔ آرز کا اصلی نام تاریخ تھا لیکن بت گری، بت فروشی کے پیشہ کی وجہ سے آرز مشہور ہو گیا تھا۔ ان دنوں مندروں میں دوسرے بتوں کے علاوہ سیاروں کے دیوتاؤں کی مہوم شکلوں کے مجسمے بھی رکھے جاتے اور ان کی پرستش کی جاتی تھی۔

۱۵ ہر مس سکندری کی مجلس علمی کا قائد تھا۔ یہ ایک عظیم فلاسفر اور حکیم تھا۔ جب دربار میں کھڑے ہو کر اس مجلس کے سامنے تقریر کرتا تو ایسے رموز و نکات بیان کرتا کہ اہل مجلس اس کی عقل و دانش پر مبہوت رہ جاتے تھے۔ یونانی حکماء اس پر بہت رشک کیا کرتے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب ہوش سنبھالا تو قوم کی اس نجوم پرستی اور بت پرستی پر آپ کی طبیعت سخت بیزار ہوئی۔ سیاروں کے لیے اثرات کو تسلیم کرنے پر آپ کی طبیعت قطعاً آمادہ نہ ہوتی تھی۔ آپ نے پہلے کسی سیارے کا غور سے مطالعہ اور مشاہدہ کیا، پھر چاند اور اس کے بعد سورج کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا۔ اس مطالعہ نے آپ کو سیاروں کے اثرات سے بغاوت پر آمادہ کر دیا۔ آپ نے دیکھا کہ یہ اجرام خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے، اپنے فرض کی ادائیگی میں مجبور و بے بس ہیں، ان کا اپنا ذرہ بھر بھی اختیار نہیں ہے۔ آپ سوچتے تھے کہ بھلا ایسی مجبور و بے بس اشیاء خدائی اختیارات کی حامل کیونکر ہو سکتی ہیں؟

آپ نے یہ بھی دیکھا کہ یہ سیارے رات کو طلوع و غروب ہوتے رہتے ہیں۔ اور جو چیز میرے پاس موجود نہیں رہ سکتی بلکہ غائب یا نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے وہ میری حفاظت کیسے کر سکتی ہے؟ اور میرا کیا بگاڑ یا سنوار سکتی ہے؟ چنانچہ آپ کی طبیعت اس جستجو میں رہتی کہ ایسی ذات کا پتہ لگائیں جو ان اجرام کی اور خود ہماری بھی نگران اور مرنٹی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت عطا فرمائی اور بذریعہ وحی اس اضطراب کو دور کر کے یقینی علم عطا فرمایا۔ بقول ارشاد باری تعالیٰ :-

”كَذَٰلِكَ نُرِيّٰ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنُ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ“ (پہلے)

اسی طرح ہم نے ابراہیمؑ کو کائنات کے عجائبات دکھلا دیئے تاکہ اسے یقینی علم حاصل ہو۔

چنانچہ حضرت ادریس علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو علم ہیبت کی حقیقت سے بذریعہ وحی کلی طور پر آگاہ کیا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے علی الاعلان ان عقائد باطلہ اور نجوم پرستی کی مخالفت اور تردید شروع کی۔ رد عمل کے طور پر باپ نے آپ کو گھر سے نکال دیا اور قوم نے ملک بدر کر دیا۔ مگر جہاں کہیں بھی آپ گئے، اپنا مشن جاری رکھا۔ اور ستاروں کے بجائے اللہ کی فرمانروائی کا درس دیتے رہے۔

آپ کی قوم میں انفرادی زندگی پر سیاروں کے اثرات کا عقیدہ اتنا راسخ ہو چکا تھا کہ ہر کام میں سیاروں کی چال ملاحظہ کر کے ان سے اچھے اور بُرے نتائج اخذ کرتے اور ان پر عمل پیرا ہوتے تھے۔

ایک دفعہ قوم نے نوروز کے دن (رجوان کے ماں بڑا متبرک دن تھا جبکہ سورج برج حمل میں داخل ہوتا ہے) ان بتوں کے حضور نذر و نیاز پیش کرنے کے بعد ایک میلہ پر تفریحی تقریبات منانے کا پروگرام بنایا۔ یہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے ساتھ ہی لے جانا چاہتے تھے۔

کیونکہ انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کچھ ”خطرہ“ بھی تھا۔ جب ان لوگوں نے آپ کو ساتھ چلنے پر مجبور کیا تو آپ کو ایک ترکیب سوجھ گئی۔ آپ نے فوراً سیاروں کی طرف توجہ کی اور فرمادیا کہ میں عنقریب بیمار ہونے والا ہوں، تمہارے رنگ میں بھنگا پڑ جائے گا۔ یہی ایک ترکیب ان لوگوں کی نظر میں کامیاب ہو سکتی تھی۔ چنانچہ یہ لوگ چار و ناچار آپ کو پیچھے چھوڑ کر میلہ پر چلے گئے۔ بعد میں وہی کچھ ہوا جس کا انہیں خطرہ تھا۔ آپ نے تبر لے کر تمام دیوتاؤں کو (جو مختلف سیاروں کے ہی موبوم محسوس تھے) پاش پاش کر دیا۔ سب سے بڑے بُت کو اس لئے چھوڑ دیا کہ یہ بڑا خدا اپنے بچاریوں کو صحیح صورتِ حال سے مطلع کر سکے گا۔ چنانچہ آپ تبر اس کے کندھے پر رکھ کر چلے گئے۔ یہ کارنامہ اس قوم اور اس کے خداؤں سب کے لئے کھلا ہوا چیلنج تھا۔ مگر یہ تمام دیوتا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے۔ تاہم ذہنی طور پر اس شکست خوردہ قوم نے اپنے دیوتاؤں کی وکالت کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس جرم کی پاداش میں آگ میں زندہ جلا دینے کا انتظام کیا۔ لیکن اس حقیقی اللہ نے جس پر آپ ایمان رکھتے تھے، آپ کو آگ سے زندہ سلامت نکال لیا۔ یہ واقعہ قوم کے لئے دوسرا بڑا چیلنج تھا لیکن ان کی بے بسی نے ان کو سرنگوں کر دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے قول و عمل سے بُت پرستی اور نجوم پرستی کے خلاف ہم چلائی تھی، وہ کامیاب رہی اور ایسے عقائد ایک طویل مدت کے لئے بالکل مرد پڑ گئے۔

علمِ ہیئت کے متعلق معلومات، مشاہدات اور توہمات کا یہ سب سے پہلا اور طویل دور ہے جو تقریباً ۶۰۰ ق م تک پہنچتا ہے۔ اس دور میں کسی رصد گاہ یا دُور بین کا وجود نہ تھا۔ لہذا اس علم کی بنیاد عام انسانی مشاہدہ کے مطابق تھی۔ یعنی اس نظریہ کے مطابق زمین کو ساکن اور سورج کو متحرک تصور کیا جاتا تھا۔

دوسرا دور۔ حرکتِ زمین اور سکونِ شمس کا نظریہ

عراق کے بعد اہل یونان نے علمِ ہیئت میں خاصی دلچسپی لی۔ یونان کے فلاسفر

ان مشاہدات سے ماخوذ نتائج کو ایک باقاعدہ علم اور نظریہ کے طور پر پیش کرنے لگے۔ سب سے پہلے یونان کے ایک حکیم فیثاغورث نے یہ نظریہ پیش کیا کہ سورج متحرک نہیں بلکہ ساکن ہے۔ فیثاغورث ۵۹۰ ق م میں شہر صور میں پیدا ہوا۔ یہ ایک عظیم مفکر اور فلاسفر تھا۔ جس نے دیگر کئی علوم کے علاوہ علمِ ہندسہ اور علمِ نجوم میں مہارت حاصل کی۔ علمِ ہیئت کے متعلق فیثاغورث کی تحقیقات یونان میں اس قدر مقبول ہوئیں کہ اس نظریہ کی باقاعدہ درس و تدریس شروع ہو گئی۔

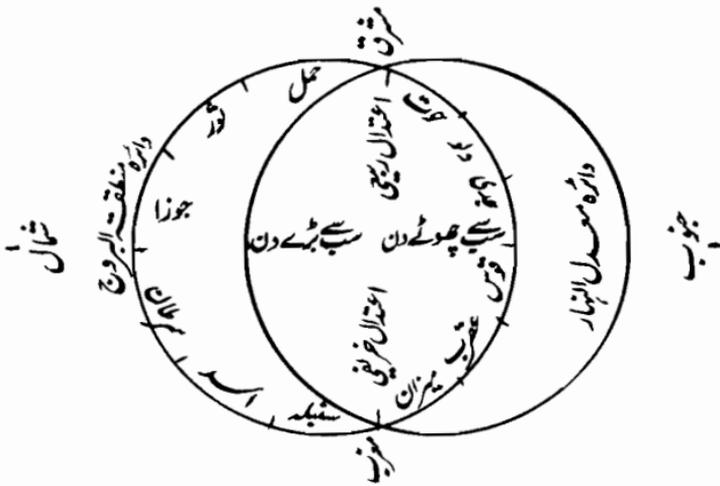
اس نظام میں سورج کو ساکن اور مرکز قرار دیا گیا۔ جس کے گرد ہماری زمین اور صد ہا دوسرے سیارے گردش کرتے ہیں۔ ان سیاروں کو تین اقسام میں تقسیم کیا گیا۔ پہلی قسم میں معروف سیارے عطارد، زہرہ، مریخ وغیرہ شامل تھے۔ دوسری قسم ثانوی سیارچوں کی تھی جنہیں ہم چاند کہتے ہیں۔ جو سیاروں کے گرد گھومتے ہیں۔ تیسرے دنبالہ دار (مدار سیارے (COMETS) کہلاتے ہیں جو بیضوی مدارات پر طولانی گردش کرتے ہیں۔

اس نظام میں ہمارے نظام شمسی کو ایک وحدت یا مملکت قرار دیا گیا ہے اور یہ نظریہ پیش کیا گیا ہے کہ ہمارے سورج کی طرح اور بھی بے شمار ثوابت (ستارے) سورج کی طرح کے مرکز) اس کائنات میں موجود ہیں۔ اور ان کے گرد بھی مذکورہ بالا تینوں اقسام کے سیارے گردش کر رہے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس دور کے ہیئت دانوں نے یہ نظریہ بھی پیش کیا کہ عین ممکن ہے، ان بے شمار ستاروں (ثوابت۔ سورج یا مرکز) کے لئے کوئی بہت بڑا ستارہ موجود ہو جس کے گرد تمام سورج اپنے اپنے نظام شمسی سمیت گردش کر رہے ہوں۔ ایسے بہت بڑے ستارے کو ثابۃ الثوابت یا شمس الشمس کا نام دیا جاسکتا ہے جس کے گرد تمام ستارے اپنی اپنی شان و شوکت کے ساتھ گردش کر رہے ہوں۔ یہ نظریہ یونان میں بے حد مقبول ہوا اور افلاطون اور ارسطیدس نے بھی یہی رائے پسند کی تھی۔

تیسرا دور۔ حرکتِ شمس اور سکونِ زمین کا نظریہ | بعد ازاں چوتھی صدی ق۔ م میں بطلمیوس فلاسفر نے علم ہیئت کے متعلق وہی پہلا نظریہ پیش کیا۔ یہ علم ہندسہ، ہیئت اور نجوم میں استاد وقت اور یکتائے روزگار تھا۔ اس نے اجرام فلکی کی تحقیقات کے لئے ایک رصد بھی تیار کی تھی اور ان علوم پر بہت سی کتب تصنیف کیں۔ علم ہیئت میں اس کی کتاب مجملی نہایت معتبر سمجھی جاتی ہے۔

اس نظام میں زمین کو ساکن اور مرکز عام قرار دیا گیا ہے۔ اس نظام کے مطابق ۱۳ کرے مقرر کئے گئے ہیں۔ چار کرے تو عناصر پر مشتمل ہیں۔ کرہ خاک جو ہماری زمین ہے۔ کرہ آب جو کرہ خاک کو پوری طرح محیط نہیں بلکہ کرہ خاک کے ۳/۴ حصہ پر محیط ہے۔ اور یہ دونوں کرے مل کر دراصل ایک ہی کرہ بنتا ہے اس کے اوپر کرہ ہوا اور پھر چوتھے نمبر پر کرہ حرارت ہے۔ ان چار کرہوں کے بعد کرہ آگ، افلاک شروع ہو جاتے ہیں۔ پہلے فلک پرچاند، دوسرے پر عطارد، تیسرے پر زہرہ، چوتھے پر سورج، پانچویں پر مریخ، چھٹے پر مشتری اور ساتویں پر زحل ہے۔ گویا

سات آسمانوں کو سات سیاروں سے منسوب کیا گیا ہے۔ آٹھویں فلک کو فلک ثوابت قرار دیا گیا ہے جسے فلک البروج بھی کہتے ہیں۔ علمائے ہیئت نے اس آٹھویں آسمان کے دائرہ کو ۱۲ حصوں میں تقسیم کر کے ہر حصہ کو ایک برج قرار دیا ہے۔ اس دائرہ کو منطقۃ البروج (ZODIAC) کہتے ہیں۔ اس آٹھویں فلک پر ایک فرضی گول خط کھینچا گیا ہے جو زمین پر واقع خط استوا کے بالکل سیدھ میں ہے اور اس خط کو معدل النہار کہتے ہیں۔ منطقۃ البروج اس معدل النہار کو قطع کرتا ہے۔ جب آفتاب ان دو مقامات تقاطع پر سے گزرتا ہے تو دن رات برابر ہوتے ہیں۔ یعنی



ایک بار برج حمل میں دوسری بار برج سنبلہ میں۔ معدل النہار اور منطقۃ البروج کی یہ شکل ہے :
فلک نہم تمام آسمانوں پر محیط ہے۔ اسے فلک اطلس بھی کہتے ہیں۔ اگرچہ ہر فلک کی جداگانہ حرکت ہے مگر آٹھوں آسمان اور ساتوں سیارے فلک نہم کی حرکت وضعی سے وابستہ ہیں اور ساتوں سیاروں کی حرکت سالانہ ہر ایک فلک کی حرکت خاص سے تعلق رکھتی ہے۔

بارہ برج | فلک البروج کے ۱۲ حصے یا ۱۲ برج ہیں۔ جو دراصل ستاروں کے بھر مٹ یا مجمع النجوم (CONSTELLATIONS) ہیں جنہیں دیکھنے سے ایک مخصوص تصویر یا شکل ذہن میں آ جاتی ہے۔ ان برجوں کے نام اور اشکال یہ ہیں :-

شمار	عربی	ہندی	انگریزی	معنی	شکل
۱	حمل	میکھ	ARIES	یہ ایک حسیم مینڈھے کی شکل ہے۔	شکل
۲	ثور	برکھ	TAURUS	یہ ایک حسیم مینڈھے کی شکل ہے۔	شکل

دوہم عمر لڑکیاں ساتھ ساتھ کھڑی ہیں۔	بڑوں کی	GEMINI ۵۷ TWINS	مقنن	جوزا	۳
کیکڑے کی شکل	کیکڑا	CANCER ۵۷ CRAB	کرک	سرطان	۴
شیر کی شکل	شیر	LEO ۵۷ LION	سنگھ	اسد	۵
ایک کنواری عورت ننگے سر جے پہنے دکھلائی ہے	کنواری	VERGO ۵۷ VIRGIN	کنیا	سنبلہ	۶
ترازو کی شکل ایک طرف دیکھنے سے	ترازو	LIBRA ۵۷ BALANCE	تلا	میزان	۷
بچھو کی شکل	بچھو	SEORPIO ۵۷ SCORPION	برھچک	عقرب	۸
دھڑکھوڑے کا سر انسان کا جو تیر لکان کھینچے ہو	لکان	SAGITARIUS ۵۷ ARCHER	دھن	قوس	۹
سیدھے سینگوں والی بکری	بکری	CAPRICORN ۵۷ GOAT	مکر	جدی	۱۰
ماشکی یا سقہ کی شکل	ڈول	AQUARIUS ۵۷ WATER CARRIER	کنبھ	دلو	۱۱
دو پھیلیاں ہیں۔ ایک لسی سمت میں دوسری افقی سمت میں۔	پھیلی	PISEES ۵۷ FISHES.	میں	حوت	۱۲

ہر سیارہ ان برجوں کے سامنے گزرتا ہے۔ اور یہ برج ۱۸ درجے چوڑائی میں تمام آسمان پر پھیلے ہوئے ہیں۔

منازل قرآن برجوں کی تقسیم کے علاوہ اس فلک کو ۲۸ منازل میں بھی تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک برج کی لمبائی ۳۰ درجے ہے۔ تو ایک منزل کی اوسط تقریباً ۱۳ درجے ہے۔ یہ منازل مقرر کھلتی ہیں۔ گویا یہ چاند کا تقریباً ایک دن کا سفر ہے۔ ان منازل کے نام اور تفصیل بوجہ طوالت نظر انداز کی جاتی ہے۔ قرآن کریم نے بھی درج ذیل آیات میں ان منازل کا ذکر کیا ہے :-

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ه (۱۵)

وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا اور چاند کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کا شمار اور حساب معلوم کر سکو۔

اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا :-

وَالْقَمَرَ قَدَرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ (۳۶/۹)

اور ہم نے چاند کی منزلیں مقرر کر دی ہیں۔ تا آنکہ وہ کجور کی پرانی شاخ (دھڑک) کی طرح (پتلا سا) ہو جاتا ہے

یونان میں نیشا غورث کے نظریہ کے بعد جلد ہی تقریباً ڈیڑھ صدی بعد یہ نظریہ علم ہیئت مقبول ہونے لگا۔ چنانچہ فلاسفر ارسطو اور برخس وغیرہ جو بطلمیوس کے پیش رو تھے، اسی نظریہ کے قائل تھے

اور انہی علمائے ہیئت کی مدد سے بطلمیوس نے یہ نظریہ مرتب کیا تھا جو چارواں گ عالم بہت مقبول ہوا۔ مصر، یونان، ہند وغیرہ سب ممالک میں اس نظریہ کو قبول عام حاصل ہوا۔ یورپ میں بھی ۱۵۰۰ء تک اس کی تعلیم دی جاتی رہی ہے۔ ایران، عرب، ترکی اور روم میں اب تک جاری ہے۔ ہندوستان میں آج تک جنتریاں وغیرہ اسی نظام کے تحت مرتب کی جاتی ہیں۔

نجوم پرستی کی انتہا | یہ نظریہ ہیئت پہلی حیثیت سے بڑھ کر نجوم پرستانہ عقائد بھی اپنے ساتھ لایا۔ فلک اور سیاروں کی گردش کے مخصوص اثرات تسلیم کر لئے گئے جو

انسانی زندگی پر ہر وقت پڑتے رہتے ہیں۔ بعض ممالک میں ان سات سیاروں کو دیوتاؤں کا درجہ دیا گیا۔ ہفتہ کے دنوں کے نام انہی سات سیاروں کے نام پر رکھے گئے۔ انسان ان سیاروں کو معبود اور دیوتا سمجھ کر انہیں خوش رکھنے کے لئے ان کے حضور نذر و نیاز اور قربانیاں پیش کرنے لگا اور ان کی ناراضگی سے ڈرنے لگا۔ اہل ہند اور اہل یونان و روم ان معتقدات میں سب سے بڑھے ہوئے تھے چنانچہ ہفتہ کے دنوں کے ناموں سے یہ بات صاف طور پر واضح ہوتی ہے۔

انگریزی زبان میں اتوار کو سنڈے (SUNDAY) سورج دیوتا کا دن، سوموار کو منڈے (MONDAY) چاند دیوتا کا دن کہا جاتا ہے۔ مریخ (MARS) کے دیوتا کا نام (Tiw) تھا اسی نسبت سے منگل کو ٹیوزڈے (TUESDAY) کہتے ہیں۔ عطارد کے دیوتا کا نام (WEDEN) رکھا گیا اور اسی نسبت سے بدھ کو (WEDNESDAY) کہتے ہیں۔ WEDEN دیوتا کا ایک بیٹا تھا (THOR) تسلیم کیا گیا جو گرج یا رعد کا دیوتا تھا اسے مشتری کا دیوتا قرار دیا گیا اور اسی نسبت سے جمعرات کو (THURSDAY) کہتے ہیں۔ WEDEN کی بیوی کا نام فرگ (FRIGG) یا فرگا (FRIGGA) تجویز ہوا۔ اسے جونو (JUNO) بھی کہتے ہیں۔ یہ زہرہ سیارہ کی دیوی تھی اور اسی نسبت سے جمعہ کے دن کو (FRIDAY) کہا جانے لگا۔ زہرہ کا مالک دیوتا کی بجائے دیوی (مونث) تجویز کرنے کی شاید یہ وجہ ہو کہ زہرہ کو ایک خوبصورت سیارہ تصور کیا جاتا ہے زحل کو انگریزی میں (SATURN) کہتے ہیں۔ یہی اس کے دیوتا کا نام تھا اور اسی نسبت سے ہفتہ کے دن کو (SATURDAY) کہتے ہیں۔

یہ تو عیسوی تقویم میں ہفتہ کے دنوں کے نام تھے۔ مہینوں کا یہی حال ہے۔ بارہ مہینوں میں

لے عالمی معلومات از زاہد انجم صفحہ ۵۵۸ مطبوعہ فیروز سنز لاہور۔

سے پہلے آٹھ مہینوں کے نام بھی دیوی دیوتاؤں سے منسوب ہیں۔ جنوری کا لفظ رومن دیوتا جینس کی یاد تازہ کرتا ہے۔ فیبروری، فیبروآ کی، مارچ رومنوں کے جنگ کے دیوتا مرتخ کی، اپریل "اپسی راٹر" کی، مئی رومنوں کی نشوونما کی دیوی میڈیا کی، جون، جونو دیوی کی، جولائی روم کے بادشاہ جولیس سیزر کی اور اگست اگستس سیزر کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ باقی آفری چار ماہ اعداد سے متعلق ہیں۔ یعنی ستمبر لاطینی لفظ سپٹم سے مشتق ہے جس کے معنی سات یا ساتویں کے ہیں۔ اکتوبر لاطینی لفظ اوکٹو سے یعنی آٹھ یا آٹھواں، نومبر لاطینی لفظ نووم سے یعنی نویانواں اور دسمبر لاطینی لفظ ڈسیم یعنی دس یا دسواں سے مشتق ہیں۔ آفری چار ماہ کے نام غالباً اس دور میں رکھے گئے ہوں گے جب شمسی تقویم میں دس ماہ شمار کئے جاتے تھے۔

علم جوتش | ہند کے لوگ ان معتقدات میں اہل مغرب سے بھی کچھ آگے بڑھ گئے تھے۔ ان کے ہاں بھی ہفتہ کے دنوں کے نام سیاروں کے نام پر رکھے گئے۔ مثلاً زحل کو سینچر کہتے ہیں تو اس سے ہفتہ کا نام سینچر وار رکھا گیا۔ اس ستارہ کو منحوس تصور کیا جاتا ہے۔ پھر ہر انسان کے نام کی بنا پر اس کی کسی مخصوص سیارہ سے نسبت قائم کی گئی۔ گویا اس انسان پر اس منسوب سیارہ کے اثرات دوسرے سیاروں کی نسبت زیادہ تسلیم کئے جاتے تھے۔ اسی طرح زہرہ سیارہ کو شکر کہتے ہیں تو جمعہ کا نام شکر وار مشہور ہوا۔ مشتری کو ہندی میں برہسپت کہتے ہیں۔ جمعرات کا دن اس ستارہ کا دن تسلیم کیا گیا۔ اور اسے برہسپتو وار یا ویروار کہتے تھے۔ یہ ستارہ سعد اکبر تسلیم کیا جاتا ہے۔ گویا جس شخص کی اس سیارہ سے نسبت ہے وہ نیک بخت ہوگا۔ عطارد سیارہ کو بدھ اور اور اس کے دن کو بدھ وار کہتے ہیں۔ اس سیارہ کا تعلق رکھنے والا علم و دانش سے بہرہ ور ہوگا مرتخ کو منگل کہتے ہیں۔ اس ستارہ کو بھی منحوس تصور کرتے ہیں۔ اور منگل کا دن اسی سیارہ سے منسوب ہے۔ علیٰ ہذا القیاس سوموار کا دن چاند سے منسوب ہے اور ایسے شخص میں جو اس سے تعلق رکھنے والا شخص عموماً بہادر اور پرشکوہ ہوتا ہے۔

مزید ستم یہ ہوا کہ انفرادی اثرات کے علاوہ ان سیاروں کے زمین اور اہل زمین پر مجموعی اثرات بھی معتقدات میں شامل ہو گئے۔ مثلاً دولت، زراعت، معدنیات اور کپڑے کا مالک سورج کو تسلیم کیا گیا۔ مشتری یعنی برہسپت کو سیلاب اور بادلوں کا مالک، مرتخ یعنی منگل کو پھلوں کے رسوں کا مالک، زحل یعنی سینچر کو غلہ کا مالک اور عطارد یعنی بدھ کو تمام پھلدار

درختوں اور پودوں کا مالک سمجھا جانے لگا۔ ان معتقدات کا نتیجہ یہ ہوا کہ علم ہیئت کے علاوہ ایک دوسرا علم، جو علم نجوم یا علم جوتش کے نام سے مشہور ہوا، بہت زیادہ فروغ پا گیا۔ بادشاہ اور حکمران لوگ کسی بھی مہم اور سفر پر روانہ ہونے سے پیشتر نجومیوں سے زائچے تیار کروا کر یہ معلوم کرتے تھے کہ ان کا یہ سفر یا مہم کن حالات پر منتج ہوگی۔ اس طرح سے علم نجوم سے لوگوں کی دلچسپی بڑھتی گئی اور پیشہ در نجومیوں کی ایک فوج ظفر موج پیدا ہوئی جو لوگوں کے زائچے تیار کر کے انہیں یہ خدمات بہم پہنچاتی اور غیب کی خبریں ہتیا کرنے لگی۔ آج کل بھی ہماری زبان میں ایسے بے شمار عادات زبان زد ہیں جو ان معتقدات پر روشنی ڈالتے ہیں۔ مثلاً ”ستارہ قسمت کا گردش میں ہونا“، ”فک کج رفتار کی چیرہ دستی“ وغیرہ۔ حتیٰ کہ ہمارے شعر و ادب میں بھی یہ معتقدات نفوذ کر گئے بقول غالبؒ

رات دن گردش میں ہیں سات آسمان جو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرا ئیں کیا؟

غرض ہمارے شعر و ادب اور روزمرہ میں ایسی بی شمار مثالیں ملتی ہیں۔

مسلمانوں نے اپنے دور تمدن میں علم ہیئت کو پورے عروج پر پہنچایا۔ مشہور مستشرق فلپ کے حتی (PHILLIP-K-HITTI) اعتراف کرتا ہے کہ:

”عربوں نے علم طب ہیئت، ریاضی اور کیمیا میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ عربوں نے سائنس کے علم میں تجرباتی اصول سے کام لیا ہے جو یونانیوں کے نظریاتی اصول کے مقابلہ میں ایک نمایاں ترقی تھی“

مشہور جغرافیہ دان ابن موسیٰ نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا تھا جس سے کڑھ ارض کی پیمائش کی جا سکتی تھی۔ ولیم ڈریپر (WILLIAM DRAPER) لکھتا ہے کہ:

”یورپ میں سب سے پہلی رصد گاہ (OBSERVATORY) اسپین میں تعمیر ہوئی جو مسلمانوں نے تعمیر کی تھی“

بایں ہمہ اسلام سیاروں کے اثرات، علم جوتش کا قائل نہیں ہے۔ لہذا مسلمان ہیئت دانوں نے اس پہلو کو مطلق قبول نہیں کیا۔ ہمارے ماں جو اس قسم کے لغویات پائے جاتے ہیں تو یہ ہندو تہذیب کا اثر ہے۔ عربی زبان میں ہفتہ کے دنوں کے ناموں کا بھی سیاروں سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ جس کی وضاحت آگے چل کر آئے گی۔

علمِ ہیئت کا ارتقار اور اسلام

چوتھا یا موجودہ دور، حرکت زمین اور سکون شمس کا نظریہ | بطلمیوسی نظریہ ہیئت اپنے تمام معتقدات سمیت تقریباً ۱۸۰۰

سال تک دنیا بھر میں مشہور و مقبول رہا۔ بالآخر یورپ کے ایک ہیئت دان کوپرنیکس (۱۴۷۳-۱۵۴۳) نے سولہویں صدی عیسوی کے آغاز میں یہ آواز بلند کی کہ موجودہ نظام ہیئت میں بہت سی غلطیاں ہیں۔ اس کے برعکس کوپرنیکس نے زمین کی محوری گردش اور سورج کے گرد سالانہ گردش کا نظریہ پیش کیا اور واضح طور پر اعلان کیا کہ سورج متحرک نہیں بلکہ ساکن ہے۔ لیکن کوپرنیکس کے بعد ایک دوسرے ہیئت دان ٹیکو براہی نے کوپرنیکس کے نظریہ کو رد کر دیا اور تھوڑی سی ترمیم کے بعد اسی پہلے نظریہ بطلمیوس کو صحیح قرار دیا۔ جس میں زمین کو ساکن قرار دیا گیا ہے اور سورج اور دوسرے تمام سیارے اس کے گرد گردش کر رہے ہیں۔

بعد ازاں اٹلی کے ایک ہیئت دان گیلیلو نے ایک دوسرے ہیئت دان جنس (ڈالینڈ) کی مدد سے کئی قسم کی دوربینیں تیار کیں۔ ان کی مدد سے جب اجرام فلکی کا مشاہدہ کیا تو کوپرنیکس کے نظریہ کو بہت درست پایا۔ ساہا سال کی محنت کے بعد اس نے ۱۶۱۰ء میں یہ دریافت کیا کہ مشتری کے گرد بھی کئی چاند چکر لگا رہے ہیں۔ نیز یہ کہ فی الواقع ہماری زمین ہی سورج کے گرد حرکت کر رہی ہے چنانچہ اس نے اپنی تحقیقات کو شائع کرایا تو پادریوں نے اسے مذہب کے خلاف مسائل قرار دے کر اسے سخت مجرم گردانا اور اسے جیل میں ڈال دیا گیا۔ جہاں سے ایک سال بعد اس کی رہائی ہوئی۔ عدالت کے سامنے بھی وہ یہی کہتا رہا کہ میں اگر مارا بھی گیا تو بھی زمین گھومتی ہی رہے گی۔

۱۶۸۶ء میں سرانزک نیوٹن (انگلینڈ) نے کشش ثقل یا زمین کی کشش مرکزی کو تحقیقات کے

ذریعہ درجہ ثبوت پر پہنچایا۔ نیز یہ مشاہدہ کیا کہ دوسرے سیاروں میں بھی یہ کشش موجود ہے۔ اور اسی کشش کی بنا پر ہی وہ گردش میں رہتے ہیں۔ مزید برآں اس نے حرکت کے قوانین بھی مرتب کئے۔ ان تحقیقات کے باعث علم ہیئت کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ بعد کے ہیئت دانوں نے روشنی کی رفتار، اس کی مدد سے سیاروں کے فاصلے، سیاروں کے حجم، ان کا درجہ حرارت، ان کی کشش ثقل، ان کی گردش محوری اور دوری کی مدت نیز مزید کئی قسم کے سیارے اور سیارچے دریافت کر لئے ہیں۔

کوپرنیکس کا نظریہ نظام شمسی دراصل فیثاغورث کے نظریہ کا چرہ ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ یہ نظریہ موجودہ تحقیقات کی وجہ سے اس انتہا کو پیش کیا ہے جہاں اسے آج ہم دیکھ رہے ہیں۔ موجودہ تحقیقات کی رُو سے سورج ساکن ہے جو صرف محوری گردش کرتا ہے۔ اس کے گرد نو سیارے گردش کر رہے ہیں جن میں تیسرے نمبر پر ہماری زمینی ہے۔ اور اس کا سورج سے فاصلہ ۹ کروڑ ۳۰ لاکھ میل ہے۔ آخری نوں ستیارہ پلوٹو ہے جس کا سورج سے ۳ ارب ۶۸ کروڑ میل فاصلہ ہے۔ جسامت کے لحاظ سے بھی ہماری زمینی دوسرے سیاروں کی نسبت بالکل حقیر ہے۔

کانٹائی و اسٹار اس نظام شمسی میں سورج ایک ستارہ یا ثابت ہے۔ کائنات میں ایسے ہزاروں ستارے یا ثوابت مشاہدہ کئے جا چکے ہیں اور یہ ستارے یا سورج جسامت کے لحاظ سے ہمارے سورج سے بہت بڑے ہیں۔ ہمارے نظام شمسی سے بہت دور تقریباً ۲۰ کرب کلومیٹر کے فاصلے پر ایک سورج موجود ہے جو ہمیں محض روشنی کا ایک چھوٹا سا نقطہ معلوم ہوتا ہے۔ اس کا نام الف قنطورس (ALFA CENTAURIS) ہے۔ ایسے ہی دوسرے سورج اس سے بھی دور ہیں اور خلا میں ہر طرف ایک دوسرے سے الگ الگ بکھرے پڑے ہیں۔ رات کے وقت وہ آسمان پر روشنی کے ننھے ننھے نقطوں کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ یہ سب ستارے دراصل بہت بڑے اجسام ہیں اور ہمارے سورج کی طرح یہ بھی خود روشن ہیں۔

جسامت کے لحاظ سے سیاروں اور ستاروں کو ۴ قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلی قسم کو سفید بونے کہا جاتا ہے۔ انکی اوسط جسامت مشتری کے برابر سمجھی گئی ہے۔ اور مشتری کی جسامت نظام شمسی کے باقی ۸ سیاروں (جن میں ہماری زمینی بھی شامل ہے) کے برابر ہے۔ ہمارا سورج دوسری قسم میں آتا ہے۔ اور سورج کی جسامت زمین سے ۳ لاکھ ۷۳ ہزار گنا زیادہ ہے۔ گویا ہمارا اتنا بڑا سورج بھی بڑے ستاروں میں شامل نہیں ہے۔ تیسرے قسم کے ستاروں کو دیو (GIANTS) اور چوتھی قسم کے ستاروں کو شاہ دیو (SUPER GIANTS) کہا جاتا ہے۔ ایسے ستاروں کے مقابلہ

میں ہمارا سورج ایسے ہی ہے جیسے سورج کے مقابلہ میں ہماری زمین۔ ایسے ہی ایک ستارے کا نام قلبِ عقرب (ANTARES) ہے۔ اگر اسے اٹھا کر نظامِ شمسی میں رکھا جائے تو سورج سے سیارہ مریخ تک تمام علاقہ اس میں پوری طرح سما جائے گا۔ جبکہ مریخ کا سورج سے فاصلہ ۴ کروڑ ۱۵ لاکھ میل ہے۔ گویا قلبِ عقرب کا قطر ۲۸ کروڑ ۳۰ لاکھ میل کے لگ بھگ ہے۔

مزید برآں کائنات میں لاتعداد مجمعِ انجوم اور کہکشاؤں ہیئتِ دانوں کو درمیانِ حیرت میں ڈال کر ان کے علم کو ہر آن چیلنج کر رہی ہیں۔ جب انسان کائنات کی وسعت اور اس کی اتھاہ پہنائیوں میں مستغرق ہو جاتا ہے تو بلا اختیار قرآن کے یہ الفاظ زبان پر آ جاتے ہیں۔

”قُلْ لَوْ كَانِ الْبَحْرُ مَدًّا ۙ لَكَلَّيْتُ رَبِّي ۙ لَئِنِ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ
كَلَيْتُ رَبِّي ۙ لَوْ جِئْتَنَا بِمِثْلِهِ مَدًّا“ (الکھف: ۱۸)

”آپ فرمادیجئے کہ اگر ساقوں سمندر اور اتنے سمندر اور بھی میرے رب کے کلمات لکھنے کے لئے سیاہی کا کام دیں تو یہ سب سمندر ختم ہو سکتے ہیں مگر یہ کلمات ختم نہ ہوں گے“

اس سے بھی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جوں جوں ہیئتِ دان مزید طاقتور اور جدید قسم کی ڈیزائنیں استعمال کر رہے ہیں، توں توں اس بات کا بھی انکشاف ہو رہا ہے کہ کائنات میں ہر آن مزید وسعت پیدا ہو رہی ہے۔ سیاروں کے درمیانی فاصلے بھی بڑھ رہے ہیں اور نئے نئے اجرام مشاہدہ میں آ رہے ہیں، بقول باری تعالیٰ:

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ“ (الذاریت: ۴۷)

”ہم نے آسمان کو قوت و قدرت سے پیدا کیا اور ہم اس میں ہر آن توسیع کر رہے ہیں۔“
یہاں سماء سے مراد فضا کے بسیط ہے۔

علمِ ہیئت اور اسلام

علمِ ہیئت کا مطالعہ:

جوں جوں انسان کائنات اور اجرامِ فلکی کا مشاہدہ کرتا ہے، خدا کی قدرت و عظمت اور جلال اس کے دل پر نقش ہوتا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کائناتی مطالعہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات میں شمار کیا ہے۔ فرمایا:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ“ (محم السجد: ۵۳)

”عنقریب ہم انہیں کائنات (اطرافِ عالم) میں اور خود ان کی ذات میں ایسی نشانیاں دکھلائیں گے یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے کہ اللہ کی ذات برحق ہے۔“

اسی مضمون کو ایک دوسرے مقام پر، دوسرے انداز میں بیان فرمایا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کی حیرت خیز نیلوں کی طرف توجہ دلائی ہے :

”إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ“ (فاطر: ۲۸)

”خدا تعالیٰ سے، اس کے بندوں میں سے، وہی ڈرتے ہیں جو صاحبِ علم ہیں!“

یہاں ہم ایک اہم واقعہ درج کرتے ہیں جس کے راوی علامہ عنایت اللہ مشرقی ہیں۔ یہ واقعہ ان دنوں سے متعلق ہے جب وہ انگلستان میں زیرِ تعلیم تھے۔

”۱۹۰۹ء کا ذکر ہے، اتوار کا دن تھا اور زور کی بارش ہو رہی تھی۔ میں کسی کام

سے باہر نکلا تو جامعہ کیمبرج کے مشہور ماہر فلکیات سر جیمس جینس (JAMES JEANS)

بغل میں انجیل دبائے چرچ کی طرف جا رہے تھے۔ میں نے قریب ہو کر سلام کیا تو وہ

متوجہ ہوئے اور کہنے لگے، ”کیا چاہتے ہو؟“ میں نے کہا، ”دو باتیں۔ اول یہ کہ زور

سے بارش ہو رہی ہے اور آپ نے چھاتہ بغل میں داب رکھا ہے۔ سر جیمز اپنی

بدحواسی پر سکرائے اور چھاتہ تان لیا۔ دوم یہ کہ آپ جیسا شہرہ آفاق آدمی گر جا

میں عبادت کے لئے جا رہا ہے؟ میرے اس سوال پر پروفیسر جیمز لمحو بھر کے لئے

رُک گئے اور پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا، ”آج شام میرے ساتھ چائے پیو!“

چنانچہ میں شام کو ان کی رہائش گاہ پر پہنچا۔ ٹھیک ۴ بجے لیڈی جیمز باہر آ کر

کہنے لگیں، ”سر جیمز تمہارے منتظر ہیں۔“ اندر گیا تو ایک چھوٹی سی میز پر چائے لگی ہوئی تھی

پروفیسر صاحب تصورات میں کھوئے ہوئے تھے۔ کہنے لگے، ”تمہارا سوال کیا تھا؟“

اور میرے جواب کا انتظار کئے بغیر اجرام آسمانی کی تخلیق، ان کے حیرت انگیز نظام،

بے انتہا پہنائیوں اور فاصلوں، انکی پیچیدہ راہوں اور مداروں نیز باہمی روابط

اور طوفان ہائے نور پروردہ ایمان افزوز تفصیلات پیش کیں کہ میرا دل اللہ کی

اس کبریائی و جبروت پر دہلنے لگا۔ اور ان کی اپنی یہ کیفیت تھی کہ سر کے بال سیدھے

اٹھے ہوئے تھے، آنکھوں سے حیرت و خشیت کی دو گونہ کیفیتیں عیاں تھیں، اللہ

کی حکمت و دانش کی ہیبت سے ان کے ہاتھ قدرے کانپ رہے تھے اور

آواز لرز رہی تھی۔ فرمانے لگے، ”عنایت اللہ خاں، جب میں خدا کے تخلیقی کارناموں پر نظر ڈالتا ہوں تو میری تمام ہستی اللہ کے جلال سے لرزنے لگتی ہے اور جب میں کلیسا میں خدا کے سامنے سرنگوں ہو کر کہتا ہوں ”تو بہت بڑا ہے“ تو میری ہستی کا ہر ذرہ میرا ہم نوا بن جاتا ہے، مجھے بے حد سکون اور خوشی نصیب ہوتی ہے۔ مجھے دوسروں کی نسبت عبادت میں ہزار گنا زیادہ کیف ملتا ہے کہو عنایت اللہ خاں! تمہاری سمجھ میں آیا کہ میں کیوں گر جے جاتا ہوں؟

علامہ مشرقی کہتے ہیں کہ پروفیسر جیمز کی اس تقریر نے میرے دماغ میں عجیب کہرام پیدا کر دیا۔ میں نے کہا، ”جناب والا! میں آپ کی روح پرور تفصیلات سے بے حد متاثر ہوا ہوں۔ اس سلسلہ میں قرآن مجید کی ایک آیت یاد آگئی ہے، اگر اجازت ہو تو پیش کروں؟“ فرمایا ضرور! چنانچہ میں نے یہ آیت پڑھی:

”وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بَيضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَعَرَايِبُ سُودَةٌ
وَمِنَ النَّاسِ وَالذَّوَابِّ وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَلِكَ إِنَّمَا يَخْشَى
اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ“ (فاطر: ۲۸)

”اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ رنگوں کے قطعات ہیں اور بعض کالے سیاہ ہیں۔ انسانوں، جانوروں اور چارپایوں کے بھی کئی طرح کے رنگ ہیں۔ اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں“

یہ آیت سننے ہی پر وینسیر جیمز بولے:

”کیا کہا؟ اللہ سے صرف اہل علم ڈرتے ہیں؟ حیرت انگیز، بہت عجیب۔ یہ بات جو مجھے پچاس برس مسلسل مطالعہ اور مشاہدہ کے بعد معلوم ہوئی، محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو کس نے بتائی؟ کیا قرآن (مجید) میں واقعی یہ آیت موجود ہے؟ اگر ہے تو میری شہادت لکھ لو کہ قرآن ایک الہامی کتاب ہے۔ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ان پڑھ تھے، انہیں یہ عظیم حقیقت خود بخود معلوم نہ ہو سکتی تھی، یقیناً اللہ تعالیٰ نے انہیں بتائی تھی۔ بہت خوب، بہت عجیب!“

(بحوالہ علم جدید کا چیلنج، مؤلف وحید الدین خاں ص ۲۱۵ - ۲۱۴)

سراؤنرک نیوٹن، جوکشش ثقل و قوتِ جاذبہ (GRAVITY) اور قوانین حرکت کا موجد تسلیم کیا جاتا ہے، نے کائنات کے وسیع مطالعہ کے بعد اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

”کواکب کی حرکاتِ عالیہ ممکن نہیں کہ محض عام قوتِ جاذبہ کا نتیجہ ہوں۔ یہ قوت

جاذبہ تو کو اکب کو شمس کی طرف دھکیلتی ہے۔ اس لئے کو اکب کو سورج کے گرد حرکت دینے والا ضروری ہے کوئی غذائی ہاتھ ہو جو باوجود قوت جاذبہ کی کشش کے ان کو اپنے مدارات پر قائم رکھ سکے۔ کوئی سبب طبیعی ایسا نہیں بتلایا جاسکتا جس نے تمام کو اکب کو کھلی فضا میں جکر بڈ کر دیا ہے کہ وہ سب سورج کے گرد چکر لگاتے وقت ہمیشہ معین مدارات پر اور ایک خاص جہت ہی میں حرکت کریں جس میں کبھی مختلف نہ ہو۔ پھر کو اکب کی حرکات اور درجاتِ سرعت میں ان کی اور سورج کی درمیانی مسافت کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو دقیق تناسب اور عمیق توازن قائم رکھا گیا ہے، کوئی سبب طبیعی نہیں جس سے ہم ان منظم و محفوظ نوا میں کو وابستہ کر سکیں۔ ناچار اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یہ سارا نظام کسی ایسے زبردست حکیم و عظیم کے ماتحت ہے جو ان تمام اجرامِ سماویہ کے مواد اور ان کی ماہیت سے پورا پورا واقف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کس مادہ کی کس قدر مقدار سے کتنی قوتِ جاذبہ صادر ہوگی۔ اس نے اپنے زبردست اندازہ سے کو اکب اور شمس کے درمیان مختلف مسافتیں اور حرکت کے مختلف مدارج مقرر کئے ہیں کہ ایک کا دوسرے سے تصادم یا تزامن نہ ہو اور سارا عالم ٹکرا کر تباہ نہ ہو جائے، (تفسیر علامہ شبلیہ عثمانی حاشیہ آیت ۷: ۷۵)

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے تخلیق کائنات کی طرف بار بار توجہ دلائی ہے، فرمایا:

علمِ ہیئت کی ترغیب

”اَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَكْنُوتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ“ (الاعراف : ۱۸۵)

”کیا انہوں نے آسمان اور زمین کی بادشاہت میں اور جو چیزیں اللہ نے پیدا کی ہیں ان میں غور نہیں کیا۔“

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ان اجرامِ فلکی یا دوسرے نشانات سے ہدایت کی طرف رہنمائی اس شخص کو حاصل ہوتی ہے اور خدا کی قدرت و عظمت کا سکھ اس شخص کے دل پر بیٹتا ہے جس کا دل سلیم ہو۔ لیکن جب انسان ہٹ دھرمی پر اتر آئے اور ہر آیتِ خداوندی کی دوسری وجوہ تلاش کرنے پر مکر بستہ ہو تو اسے کوئی بھی چیز ہدایت کی طرف لانے پر مجبور نہیں کر سکتی۔

سیاروں کی خدائی | اسلام نے انسان کو تمام کائنات سے اشرف تسلیم کیا ہے لہذا وہ سب کچھ کی خدائی یا دیوتائی کو قطعاً تسلیم نہیں کرتا بلکہ کائنات کی ہر چیز اجرام فلکی سمیت سب کو انسان کا خادم قرار دیتا ہے۔ معبود یا الٰہ فقط ایک اللہ کی ذات ہے جس نے ان سب چیزوں کو وجود بخشا ہے۔ لہذا اگر کسی دوسرے کی خدائی کا تصور ہوتا تو چاند اور سورج اور دوسرے اجرام کا انسان معبود قرار دیا جاسکتا تھا، چر جائیکہ یہ اجرام انسان کے دیوتا بنیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

”أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ“ (لقمان: ۲۰)
 ”کیا تم دیکھتے نہیں کہ جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے، سب کو خدا تعالیٰ نے تمہارے قابو میں کر دیا ہے“

دوسری جگہ فرمایا :

”وَسَخَّرَ لَكُمْ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبِينَ وَسَخَّرَ لَكُمْ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ“
 (ابراہیم: ۳۳)

”اور اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو تمہاری خدمت پر مامور کر دیا ہے جو ایک دستور پر چل رہے ہیں۔ اسی طرح رات اور دن کو بھی تمہاری خاطر کام میں لگا دیا ہے۔“
 بھلا ایسے واضح ارشادات کے بعد سیاروں اور ستاروں کی خدائی کا تصور باقی رہ سکتا ہے؟ جو ہماری خدمت پر مامور ہیں۔ ہم علم کے ذریعہ ان سے زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل کر سکتے ہیں، چاند کے علاوہ دوسرے بعید ترین سیاروں کو اپنی سیر گاہ بھی بنا سکتے ہیں۔ بقول اقبالؒ

سبق بلا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ سے مجھے
 کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

انسان نے پہلے سیاروں کو معبود تسلیم کیا اور انسانی زندگی پر، زمین اور اہل زمین

پر ان کے اثرات کی بلند عمارت کھڑی کر کے انسان کے عقائد میں شامل کر دیا۔ علم نجوم اور علم جوتش کی تخلیق کی۔ اسلام نے ان اثرات کے تسلیم کرنے کو جرمِ عظیم یعنی اپنی خدائی میں شریک بنانے کے مترادف قرار دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسے عقائد عام تھے۔ ہر اچھی اور بُری بات کو

سیاروں کی گردش سے منسوب کیا جاتا تھا۔ حدیبیہ کے مقام پر، جہاں آپ چودہ سو صحابہ سمیت عمرہ کی غرض سے تشریف لائے تھے۔ ایک رات بارش ہوئی جو عرب جیسے بے آب و گیاہ ملک میں ایک عظیم نعمت تصور ہوتی تھی تو صبح آپ نے اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

”وَأَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِاللَّهِ يَا لَكَ أَيْبُ مَا تَلَمَّحْنَا بِفَضْلِ اللَّهِ وَرَحْمَتِهِ فَذَالِكَ مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِاللَّهِ يَا لَكَ أَيْبُ مَا تَلَمَّحْنَا بِنِعْمَةِ كَذَّابٍ كَذَّابٍ فَذَالِكَ كَافِرٌ بِي وَمُؤْمِنٌ بِاللَّهِ يَا لَكَ أَيْبُ“ (بخاری، مسلم)

”میرے بندوں میں سے کچھ لوگ مجھ پر ایمان لائے اور سیاروں کے منکر ہوئے۔ یعنی جس شخص نے کہا کہ یہ بارش اللہ کے فضل اور رحمت سے ہوئی تو وہ مجھ پر ایمان لایا اور سیاروں کا منکر ہوا اور جس نے کہا کہ یہ بارش فلاں فلاں سیارے کے فلاں فلاں نچتر میں داخل ہونے سے ہوئی تو وہ میرا منکر ہوا اور سیاروں پر ایمان لایا“

گویا سیاروں کے اثرات کو تسلیم کرنا اور خدا پر ایمان لانا دو متضاد چیزیں ہیں۔ ان میں سے صرف ایک چیز ہی قبول کی جاسکتی ہے جو سیاروں کے اثرات کو تسلیم کرتا ہے وہ مسلمان نہیں ہے اور جو مسلمان ہے وہ ان اثرات کو تسلیم نہیں کر سکتا۔

غیب دانی کا کاروبار | اسلام نے ایسے عقائد کی سخت مذمت کی ہے۔ جدید نظریہ ہیئت نے بھی ایسے معتقدات کی حوصلہ شکنی کی ہے لیکن افسوس کہ آج بھی مسلمانوں میں ایسے نجومی اور جوتشی موجود ہیں جو اس قسم کی جنتریاں مرتب کرتے ہیں۔ کچھ لوگ سڑکوں پر دکانیں سجائے بیٹھے ہیں جہاں سے ضعیف الاعتقاد لوگ ان کی خدمات حاصل کرتے ہیں۔ ساتھ ہی تبرکاً یہ بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ ”علم غیب تو اللہ ہی کو ہے“ یا ”مالک حقیقی بہتر جانتا ہے۔“ غالباً ایسے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ فقرہ کہہ لینے کے بعد اس گناہ عظیم کا کفارہ ادا ہو گیا۔

یہاں میں اپنا ایک ذاتی واقعہ پیش کر رہا ہوں جو دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ پچھلے دنوں مجھے ایک کاروباری جوتشی سے ملاقات اور تبادلہ خیالات کا اتفاق ہوا۔ جو اتفاق سے ”مولوی“ بھی تھا اور دین کی سوجھ بوجھ بھی رکھتا تھا۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ آیا اسلام میں تمہارے اس علم کی گنجائش ہے، جس کے ذریعہ تم لوگوں کو سعد و نحس کے چکر میں ڈال کر پہلے انہیں ڈراتے ہو پھر سیارگان کی نحوست کو زائل کرنے والی خود ساختہ انگوٹھیاں بیچ کر پیسے بٹرتے ہو؟

اس سوال کے جواب میں اس نے حضرت ابراہیمؑ کے درج ذیل قول سے استدلال پیش کیا:

”فَقَطَّرَ نَظْرَهُ فِي الْجَوْمِ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ“ (الصفحة : ۸۸)

”سو ابراہیم علیہ السلام نے سیاروں میں نظر کی اور کہنے لگے، میں تو بیمار ہونے والا ہوں۔“ میں اس کی ڈھٹائی پر سخت متعجب ہوا۔ اور کہا کہ ایسے تجاہل عارفانہ سے کام نہ لیجئے۔ یہ تو ”عذر گناہ بدتر از گناہ“ والا معاملہ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو میلے میں شرکت سے بچنے کے لئے صرف یہی ایک ایسی ترکیب سوجھی تھی جس پر ان کی قوم مطمئن ہو سکتی تھی۔ ورنہ جو سوک ان سیاروں کے دیوتاؤں کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ نے کیا وہ آپ کو بھی معلوم ہے۔ اور یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیونکر بچپن ہی میں سیاروں، چاند اور سورج کی دیوتائی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ قرآن کریم نے متعدد بار کسی دوسرے کے لئے علم غیب کی نفی فرمائی ہے اور کئی مقامات پر ”لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا هُوَ“ کہہ کر غیب کی خبریں بتانے والے سب علوم کو باطل قرار دیا ہے۔ اور دلیل یہ دی ہے کہ جو شخص غیب جانتا ہو اسے تلاش معاش کے لئے در در کی ٹھوکریں کھانے اور محنت و مشقت کی کیا ضرورت ہے؟ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ اعلان کر دیجئے:

”وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَأَسْتَكْبِرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ“ (اعلأ : ۱۸۸)

”اے نبی، آپ فرما دیجئے کہ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سامان و دولت

اکٹھا کر لیتا اور مجھے (کبھی) کوئی گزند نہ پہنچتا“

گویا علم غیب کے دو فائدے بتلائے گئے ہیں۔ پہلا یہ کہ حصول رزق کے لئے محنت و مشقت کی ضرورت نہیں رہتی۔ دوسرا یہ کہ ایسے شخص کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا کیونکہ وہ پہلے ہی اس کا تدارک سوچ لیتا ہے ان وجوہ کی بنا پر میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ کو خود بھی اپنے علم پر یقین نہیں ہے۔ ورنہ آپ اپنی کسی ”نیک ساعت“ میں اتنی دولت اکٹھی کر سکتے ہیں کہ آپ کو فٹ پاتھ پر بیٹھ کر یہ انگوٹھیاں اور تعویذ بیچنے کی رحمت سے نجات مل جائے۔

اس بات کا جواب دینے کی بجائے اس نے اس علم کو صحیح ثابت کرنے کے لئے چند واقعات پیش کئے۔ میں نے عرض کی کہ کسی چیز کا اثر ثابت ہونا الگ بات ہے اور اس کا جائز ہونا چیز سے الگ ہے۔ جادو یا دیگر شیطانی تصرفات سے کون انکار کر سکتا ہے؟ لیکن ان کے جواز کا کوئی بھی قائل نہیں۔ اسی طرح ججز، زل یا دیگر ایسے علوم جن سے آئندہ کی خبریں بہم پہنچائی جاتی ہیں، فسفی نہیں ڈھکوسلے ہیں۔ جو کبھی صحیح ہو جاتے ہیں اور کبھی غلط۔ یہ علوم ناجائز تو ہیں ہی، ان کے غیر مفید ہونے کی

بھی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اگر فی الواقعہ ان کا فائدہ ہے تو ان علوم کے جاننے والے پہلے خود کیوں مستفید نہیں ہوتے ؟

مشہور واقعہ ہے کہ ایک بادشاہ بیمار ہو گیا تو اس نے ایک نجومی کو بلا کر اپنی مرض اور صحت کے بارے میں سوال کیا۔ نجومی نے زانچہ تیار کر کے حساب لگایا اور بادشاہ کو بتلایا کہ کل تمہاری موت واقع ہو جائے گی۔ بادشاہ کو یہ بات ناگوار گزری مگر اس نے اپنے چہرے پر اس کا کوئی اثر ظاہر نہ ہونے دیا۔ پھر اس نے اس نجومی سے کہا کہ اب اپنا زانچہ تیار کر کے بتلاؤ کہ تمہاری کتنی عمر باقی ہے ؟ اس نے زانچہ تیار کیا اور بتلایا کہ ابھی میں دس سال تک زندہ رہوں گا۔ بادشاہ نے اسی وقت جلاؤ کو حکم دیا کہ اس نجومی کی گردن اڑادی جائے۔ بادشاہ کے حکم کی فوری تعمیل کی گئی اور وہ نجومی اسی روز راہی ملک عدم ہوا جبکہ بادشاہ صحت یاب ہو گیا۔ بادشاہ کے اس اقدام سے سیاروں کی گردش میں بھی کچھ فرق نہ آیا اور نہ ہی سیارے اس کا کچھ بگاڑ سکے۔

علم ہیئت کی حقیقت | علم ہیئت ایک ایسا علم ہے جو مشاہدات سے حاصل ہوتا ہے۔ مشاہدہ سے حاصل شدہ نتائج کو مفروضہ کا درجہ دیا جاتا ہے۔ پھر اس مفروضہ کی مزید مشاہدات اور تجربات سے جانچ پڑتال کی جاتی ہے تو یہ حاصل شدہ نتائج، نظریہ (THEORY) کے درجہ میں داخل ہوتے ہیں۔ بعد ازاں جب ایک نظریہ کی دائمی طور پر تصدیق ہو جائے تو یہ نظریہ یعنی علم (LAW) بن جاتا ہے۔ علم ہیئت نظریہ کے مراحل میں ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سابقہ مختلف ادوار میں کبھی تو زمین کو متحرک اور سورج کو ساکن قرار دیا جاتا رہا ہے اور کبھی سورج کو متحرک اور زمین کو ساکن تسلیم کیا گیا ہے۔

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ انسان کی بیماری اور اس کے علاج کا یونانی نظریہ طب، ایلوپیتھیک طریق علاج اور نظریہ سے بالکل مختلف ہے۔ دونوں نظریات کی بنیاد، تشخیص مرض، طریق علاج، ایک ایک چیز میں فرق ہے۔ لیکن دونوں اپنے اپنے میدان میں کامیاب نظر آتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ بعض وجوہات کی بنا پر کبھی ایک نظریہ قبولیت عام کا درجہ حاصل کر لیتا ہے اور کبھی دوسرا سامنے آ جاتا ہے۔

چاند گرہن اور سورج گرہن | یہی صورت حال علم ہیئت کی ہے۔ علم ہیئت میں سورج گرہن اور چاند گرہن کے وقت کے تعین کا مسئلہ ذرا پیچیدہ سا ہے۔ اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ آیا زمین حرکت کر رہی ہے یا سورج ؟ چاند کی حرکت میں کوئی

اختلاف نہیں ہے۔ لہذا دونوں نظریات کے مطابق ایک قمری ماہ میں چاند، سورج اور زمین دو بار ایک سیدھ میں آجاتے ہیں۔ بدر یعنی چودھویں کو سورج اور چاند کے درمیان زمین آجاتی ہے۔ لہذا چاند گرہن جب بھی ہوگا چودھویں کو ہوگا۔ اسی طرح ۲۸ تا ۲۹ قمری تاریخ کو سورج اور زمین کے درمیان چاند آجاتا ہے۔ لہذا سورج گرہن اپنی تاریخوں میں لگ سکتا ہے۔ لیکن ہر ماہ یہ واقعہ اس لئے پیش نہیں آتا کہ زمین اور چاند یا سورج اور چاند کی اپنے اپنے مدار پر حرکت مستوی نہیں ہے بلکہ ۵° درجے کا جھکاؤ ہے۔ لہذا یہ اجرام بسا اوقات پنج پکا کر نکل جاتے ہیں اور سورج یا چاند گرہن کا موقع کبھی کبھار ہی آتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جس طرح موجودہ نظریہ ہیئت کا عالم سورج گرہن اور چاند گرہن کا بالکل صحیح حساب پیش کرتا ہے۔ عین اسی طرح وہ نجومی بھی سورج گرہن اور چاند گرہن کا منٹ اور سیکنڈ تک حساب لگا کر کافی مدت پہلے اعلان کر دیتا ہے۔ جو زمین کو ساکن اور سورج کو متحرک سمجھتا ہے اور عام مشاہدہ کی رُو سے ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ کسی ایک کی تصدیق اور دوسرے کی تکذیب کر سکیں۔ دن رات کی تخلیق، موسموں کا تغیر و تبدل وغیرہ سب نتائج دونوں نظریات کے مطابق درست پائے جاتے ہیں۔

رؤیتِ ہلال اور اختلافِ مطالع

نیا چاند اور رؤیتِ ہلال

موجودہ نظریہ کے مطابق یہ امر مسلم ہے کہ سورج، چاند اور زمین ایک قمری ماہ میں دو بار ایک سیدھ میں آجاتے ہیں۔ اور یہ واقعات اس وقت ہوتے ہیں جب چاند زمین کے گرد گردش کرتا ہوا زمین کے مدار کو قطع کرتے ہوئے گزرتا ہے۔ جب زمین سورج اور چاند کے درمیان واقع ہو تو یہ چودھویں رات کا موقع ہوتا ہے۔ اور جب چاند سورج اور زمین کے درمیان واقع ہوتا ہے تو عموماً ۲۸ ویں رات (قمری ماہ) کا موقع ہوتا ہے۔ تاہم ۲۷ اور ۲۹ قمری تاریخ کو بھی ہو سکتا ہے۔ چاند گزرنے جب کبھی لگتا ہے تو پہلی صبح یا چودھویں رات کو لگتا ہے۔ اور سورج گزرنے دوسری صورت میں لگتا ہے لیکن یہ موقع کبھی کبھار پیش آتا ہے جس کی وجہ دوسری ہیں۔

نیا چاند دوسری صورت میں جب چاند اہل زمین سے مکمل طور پر غائب ہو جاتا ہے تو قمری حساب میں اس کا یہ مطلب سمجھا جاتا ہے کہ پچھلا قمری ہیمنہ ختم ہو گیا۔ اس موقع کو اجتماعِ نیزمین یا قرآن اور انگریزی میں "CONJUNCTION" کہتے ہیں۔ جب چاند مکمل طور پر غائب ہو جاتا ہے تو یہ محض ایک لمحہ کا وقت ہوتا ہے۔ اس کے بعد تقویم کے حساب سے نیا چاند شروع ہو جاتا ہے۔ ایک قرآن سے دوسرے قرآن تک کا درمیانی وقفہ اوسطاً ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے ۲۴ منٹ ہے۔ یہ وقفہ کسی ماہ پانچ چھ گھنٹے تک بڑھ بھی سکتا ہے اور اسی طرح کسی ماہ اتنا ہی کم بھی ہو سکتا ہے۔ لہذا اس کا کوئی معین وقت نہیں۔ یہ صبح ۹ بجے بھی ہو سکتا ہے اور رات کے ۱۱ بجے بھی۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ جس دن یہ قرآن واقع ہوا ہے، اسی رات چاند نظر آجائے۔ وجہ یہ ہے کہ ایک تو چاند انتہائی باریک ہوتا ہے۔ دوسرے سزنی آفت

پر شفق کی سرخی - جو تقریباً پون گھنٹہ تک اثر انداز رہتی ہے - ایسے چاند کے نظر آنے میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

ایک دن کی یا پورے چوبیس گھنٹے کی عمر کا چاند کتنا پتلا ہوتا ہے - اس کا اندازہ یوں ہو سکتا ہے کہ آپ ایک خربوزہ لیں - اس پر قاشوں کی صرف آٹھ دس لکیریں ہوتی ہیں - اگر آپ اس خربوزہ کو اسی رخ - ۳۰ برابر حصوں میں کاٹ دیں تو ایک قاش کی جتنی موٹائی درمیان سے ہوگی وہی ایک دن کے چاند کی موٹائی ہے لیکن لمبائی پورا نصف دائرہ نہیں بلکہ بہت کم ہوگی۔

چاند کی اپنی چال مغرب سے مشرق کو ہے جو ایک قمری ماہ میں زمین کے افق پر چکر لگاتا ہے بالفاظ دیگر چاند روزانہ $\frac{1}{29}$ / ۲۹ = تقریباً ۱۲ درجے مغرب سے مشرق کو سفر کرتا ہے۔ اور جب قرآن واقع ہوتا ہے تو اسی لمحہ بعد چاند سورج سے پیچھے رہنا شروع ہو جاتا ہے۔

ہندی تقویم کے مطابق جب تک چاند اور سورج کے درمیان ۱۲ درجے کا فاصلہ نہیں ہو جاتا، چاند کے نظر آنے کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ البتہ یونانی تقویم میں اسے ۱۱ درجے تسلیم کیا گیا ہے۔ لیکن یہ تو نظریاتی بحث ہے۔ عملاً یہ ہوتا ہے کہ ۳۰ گھنٹے سے پہلے یا ۱۵ فاصلہ سے کم پر چاند کم ہی نظر آتا ہے۔

مندرجہ بالا تصریحات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ نئے چاند کا واقع ہونا اور بات ہے او اس کا نظر آ جانا یا رویت ہلال چیرے دگر ہے۔

لگے صفحہ پر ہم ایک نقشہ پیش کر رہے ہیں جس سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں :-

(۱) ہمارے علاقہ میں قرآن اور رویت ہلال کا درمیانی وقفہ کم از کم ۲ دن تین گھنٹے اور چالیس منٹ ہے اور زیادہ سے زیادہ ۲ دن آکیس گھنٹے اور ۴۸ منٹ ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ یہ بحث تو آگے چل کر آئے گی۔ سر درست یہ بتلانا مطلوب ہے کہ نیا چاند ہونا الگ چیز ہے اور نئے چاند کا نظر آنا الگ چیز ہے۔ نیز یہ کہ قرآن اور رویت میں کم از کم دو دن کا فرق ضرور ہونا ہے۔

(۲) ۱۳۹۸ھ دورِ صغیر ہجری کا اٹھارواں سال ہے جو لیپ کا سال ہے اور اس کے دن ۲۵۴ کے بجائے ۲۵۵ دن ہوں گے۔ یہ بحث بھی آگے چل کر تفصیل سے پیش کی جا رہی ہے۔

(۳) قرآن کے لحاظ سے ایک قمری مہینہ ۲۹ دن کا ہوتا تو وہی مہینہ رویت کے لحاظ سے ۳۰ دن کا ہو سکتا ہے۔ اور اس کے برعکس بھی - مگر قمری سال ہر صورت میں برابر دنوں کا ہوگا۔

(۴) اس نقشہ میں ۳۰ دن کے دو ماہ اکٹھے آئے ہیں۔ اور ایسا اکثر ہوتا رہتا ہے بلکہ کبھی کبھار ۳۰ دن کے تین ماہ بھی آسکتے ہیں۔ اسی طرح کبھی کبھار ۲۹ دن کے بھی دو ماہ اکٹھے آسکتے ہیں۔

نے جاننا اور روتیت ہلال کا درمیانی وقفہ اسپیکس کرتے ہیں۔ ۱۹۵۷ء میں واقع ہونے والے تمام ترانات اور روتیت ہلال کے درمیانی وقفہ کے اوقات کا تقابلی نقشہ

قزاق اور روتیت کا درمیانی وقفہ دن	لاہور میں غروب آفتاب کا وقت	اسلامی تاریخ اور ہجرتی تاریخ کے مطابق							
۲-۸-۱۴	۱۴-۱۱	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۲-۲۱-۲۸	۱۴-۲۲	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۲-۱۰-۳۰	۱۸-۰۴	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۲-۲۲-۱۱	۱۸-۲۴	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۲-۸-۵۶	۱۸-۲۵	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۲-۱۹-۳	۱۹-۰۲	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۲-۲-۲۱	۱۹-۱۱	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۲-۱۲-۵۵	۱۸-۵۶	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۲-۲۱-۱۵	۱۸-۲۲	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۲-۴-۶	۱۴-۲۷	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۲-۱۶-۱۰	۱۴-۱۶	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۲-۳-۲۰	۱۶-۵۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۲-۱۶-۲۲	۱۴-۱۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰

۲۵۵ =

۲۵۵ =

۲۵۵ = ۲۵۲-۱۵-۲۶

۲۵۵ =

۲۵۵ =

۲۵۵ =

۲۵۵ =

یہ اوقات لندن کے گھائی ادارہ کی طبیعتی ASTRONICAL EPHEMERIS سے ماخوذ ہیں البتہ سندھو اوقات میں ۵ گھنٹے کا اضافہ کر کے ان اوقات کو پاکستان کے معیاری وقت کے مطابق کر لیا گیا ہے۔ معیاری وقت کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

سب سے پہلے وضاحت کہال ہوتی ہے؟

قرآن کا وقت تو محض ایک لمحہ ہوتا ہے اور ساری دنیا کیلئے قرآن کا یہی وقت ہے لیکن 'دیت' ہلال کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ اس زمین کے کونسے حصہ میں پہلے چاند نظر آئے گا؟ اسکا انحصار تین باتوں پر ہے ایک یہ کہ چاند قابل دید عمر ۲۴ گھنٹے سے ۳۰ گھنٹے تک، کو کبھی چکا ہو اور دوسرے یہ کہ اس وقت سورج کونسے مقامات طول بلد پر غروب ہوا ہے اور تیسرے یہ کہ غروب آفتاب تک چاند کم از کم ۱۵ درجے بلند ہو۔ ۱۵ درجے طے کرنے میں چاند کو تقریباً ایک گھنٹہ لگ جاتا ہے اور تقریباً پون گھنٹہ تو شفق کی سرخی ہی ایسے باریک چاند کو دیکھنے میں کاوٹ جی رہتی ہے۔ اسی لیے یہ علاقہ دراصل تنازعہ فیہ علاقہ ہوتا ہے اس علاقہ سے مغرب کے علاقوں میں تو چاند جہاں نظر آجائے گا۔ اور مشرق کے علاقوں میں یقیناً نظر نہیں آئے گا۔ اور اس تنازعہ فیہ علاقہ کی حد اندازاً ۵ درجے طول بلد ہی ہو سکتی ہے۔ یعنی شفق کی سرخی زائل ہونے پر اگر چاند یا چاند سات درجے بلند ہوا اور مطلع بھی ابراؤ دیا وغیرا تو دن ہو تو چاند نظر جائے گا۔ ورنہ نہیں۔ چاند کے اس طرح مختلف مقامات پر مختلف اوقات میں نظر آنے کو اختلاف مطلع کہا جاتا ہے۔ اختلاف مطلع کے مختلف پہلوؤں کو سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل امور کا مطالعہ ضروری ہے۔

خطوط طول بلد اور عرض بلد

ہماری زمین گول ہے۔ لیکن شمالی اور جنوبی کناروں یا قطب شمالی اور جنوبی پر قدرے تپکی ہوئی ہے۔ اس کا قطر مشرقاً غرباً ۷۹۲۶ میل اور محیط ۲۴۹۱۲ میل ہے۔ جبکہ شمالاً جنوباً اس کا قطر ۷۹۰۰ میل اور محیط ۲۴۸۶۰ میل ہے۔ چند درجہ فائدہ حاصل کرنے کے لئے زمین کو لمبائی اور چوڑائی کے رُخ کئی فرضی خطوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

زمین پر شمالاً جنوباً ۳۶۰ فرضی خطوط کھینچے گئے ہیں۔ جو خطوط طول بلد (LONGITUDE) کہلاتے ہیں۔ چونکہ ایک دائرہ میں ۳۶۰ درجے ہوتے ہیں۔ اس لئے دو خطوط بلد کا درمیانی حصہ ایک درجے کا فاصلہ ظاہر کرتا ہے۔

ان خطوط بلد کو آپ خوبزہ کی قاشوں کی کیروں سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ ان خطوط میں سے ہر ایک خط کی لمبائی یکساں ہوگی۔ اور یہ لمبائی شمالاً جنوباً زمین کے محیط کے نصف کے برابر یعنی ۱۲۴۳۰ میل ہوگی۔ ان درجوں کے شمار کے لئے ضروری تھا کہ کسی ایک خط طول بلد کو صفر درجہ قرار دے کر اسے میاری خط طول بلد سمجھا جائے۔ تاکہ اس خط سے دوسرے خطوط کے درجوں کا شمار کیا جاسکے۔ چنانچہ یہ خط لندن کے قریب واقع ایک گاؤں گرینویچ کے پاس سے قطب شمالی اور قطب جنوبی کو ملاتا ہوا چلا گیا ہے۔ اس خط طول بلد کو نصف النہار اولی (PRIME MERIDIAN) کا نام دیا گیا ہے۔ اس کا درجہ طول بلد صفر ہے۔ اس نصف النہار اولی کے مشرق کی طرف واقع ۱۸۰ خطوط، خطوط طول بلد مشرقی

۱۳۱۷ھ بمطابق ۱۹۰۰ء کو یہ الفطر پاکستان میں بھی جمع کر ہوئی اور سعودی عرب میں بھی اس کی وجہ دسی ہیں جو اپردہ کر کی گئی ہیں۔ گلابی اتفاق بھی کھاری ہوتا ہے۔

یہاں انسانی آبادی نہ ہونے کے برابر ہے اور ان مقامات پر عموماً ۴ ماہ کا دن اور ۴ ماہ کی رات ہوتی ہے لہذا ان منطوقوں کے متعلق ہمیں تحقیق کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

مندرجہ بالا تفصیل سے آپ کسی بھی درجہ عرض بلد کی لمبائی یا زمین کا اندازاً محیط معلوم کر سکتے ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس طرح خطوط طول بلد کی لمبائی ہمیشہ برابر ہوتی ہے، اسی طرح خطوط عرض بلد کا درمیانی فاصلہ ہمیشہ برابر ہوگا۔ ایک درجہ عرض بلد کا درمیانی فاصلہ = $\frac{۲۹۸۴۰}{۱۸۰}$ محیط یا $\frac{۱۸۰}{۱۸۰}$ یا ۱۳۸ میل ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے خط استوا اور خط سرطان کا درمیانی فاصلہ ہر سمت ۱۸۰ پر $۱۳۸ \times \frac{۱}{۴} = ۳۴.۵$ میل ہوگا۔

خطوط طول بلد اور عرض بلد کے فوائد

خطوط طول بلد اور عرض بلد سے ہم مندرجہ ذیل فوائد حاصل کرتے ہیں :-

۱۔ کسی مخصوص مقام کا محل وقوع | جب ہم یہ کہتے ہیں کہ لاہور ۳۲°، درجے طول بلد شرق اور ۳۲ درجے عرض بلد شمال میں واقع ہے، تو ہم زمین کے نقشہ سے

فوراً اسے تلاش کر سکتے ہیں۔ اس طرح یہ خطوط کسی بھی شہر اور مقام کا محل وقوع متعین کرنے میں مدد ثابت ہوتے ہیں۔ اگر ہمیں کسی شہر کا طول بلد اور عرض بلد معلوم ہو تو خالی نقشے پر ہم اس کا صحیح مقام تجویز کر سکتے ہیں۔ ان خطوط کی مدد سے کسی ملک یا براعظم کا محل وقوع بھی بتلایا جاتا ہے۔

۲۔ دو مقامات کا درمیانی فاصلہ | یہ تو ہم بتلا چکے ہیں کہ خطوط طول بلد زمین کو شمالاً جنوباً ۳۶۰ برابر حصوں میں تقسیم کر دیتے ہیں اور خطوط عرض بلد کی لمبائی

شمالاً جنوباً کم ہوتی چلی جاتی ہے تو اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ

(۱) خط استوا پر ایک درجہ طول بلد کا درمیانی فاصلہ = $\frac{۲۳۹۱۲}{۳۶۰} = \frac{۱}{۵} = ۴۹$ میل ہوگا۔

(ب) خط سرطان یا جدی پر یہ فاصلہ = ۴۷ میل

(ج) ۳۰ درجے عرض بلد پر = ۴۵ میل

(د) ۲۵ " " " " = ۴۰ میل

(ه) ۲۰ " " " " = ۳۵ میل

اور (و) $\frac{۱}{۴} = ۳۴.۵$ میل رہ جائے گا۔

فرض کیجئے کہ دو مقام ۱ اور ۲ خط سرطان پر واقع ہیں۔ ۱ کا درجہ طول بلد ۳۵ درجے شرق

اور ب کا درجہ طول بلد ۴۵ درجے مشرق ہے۔ تو ان کا درمیانی فاصلہ = $(۳۵ - ۴۵) \times ۶۰$ یا $۶۰ \times ۲۰ = ۱۲۰۰$ میل ہوگا۔

اسی طرح دو مقام ج اور د ایک ہی عرض بلد پر واقع ہیں۔ ج ۲۵ درجے عرض بلد شمالی پر اور د ۱۵ درجے عرض بلد جنوبی پر واقع ہے۔ تو ان کا درمیانی فاصلہ $(۱۵ + ۲۵) \times ۶۰ = ۱۳۸ \times ۶۰ = ۸۲۸۰$ میل ہوگا۔ بشرطیکہ وہ دونوں ایک سیدھ میں ہوں یعنی ان کا طول بلد ایک ہو۔ لیکن بیشتر مقامات جن کا درمیانی فاصلہ معلوم کرنا مطلوب ہوتا ہے وہ ایک ہی طول بلد یا عرض بلد پر تو واقع نہیں ہوتے۔ ایسے مقامات کا فاصلہ معلوم کرنے کے لئے ہم:

خطوط طول بلد کے درجات کا فرق + خطوط طول بلد کے فاصلہ کی اوسط کا طریق استعمال کریں گے۔

مثال:۔

لاہور کا درجہ طول بلد ۷۵ درجے مشرق اور عرض بلد ۳۲ درجے شمالی ہے جبکہ مکہ معظمہ کا طول بلد ۴۰ درجے مشرق اور عرض بلد ۲۳ درجے مشرق ہے، ان دونوں کا درمیانی فاصلہ کیا ہوگا؟

حل:- خطوط طول بلد کے درجات کا فرق = $۷۵ - ۴۰ = ۳۵$

$\frac{۱}{۲}$ ۲۳ درجے عرض بلد پر فی درجہ طول بلد ۶۰ میل کا فاصلہ ہوتا ہے اور ۳۰ درجے پر ۴۵ میل کا۔ تو اس طرح لاہور اور مکہ معظمہ کا درمیانی فاصلہ اندازاً $۳۵ \times ۶۰ = ۲۱۰۰$ میل ہوگا۔

۳۔ معیاری وقت

موجودہ نظریہ کے مطابق زمین اپنے محور کے گرد ۲۴ گھنٹے میں ایک چکر پورا کرتی ہے جس کے نتیجے میں دن رات پیدا ہوتے ہیں۔ گویا زمین ۲۴ گھنٹے میں ۳۶۰ درجے طول بلد گھوم جاتی ہے۔ بالفاظ دیگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ زمین ایک گھنٹے میں ۱۵ درجے طول بلد گھومتی ہے اور یہ رفتار خط استوا پر ۱۰۲۸ میل فی گھنٹہ بنتی ہے۔ خط سرطان یا جدی پر یہ رفتار $۱۵ \times ۶۰ = ۹۰۰$ میل فی گھنٹہ ہوگی۔ اور ایک درجہ طول بلد ۴ منٹ میں طے ہوتا ہے۔ اس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ:-

ایک مخصوص و پر جو ۳۰ درجے طول بلد مشرق میں واقع ہے۔ مقام ب سے جو ۴۰ درجے مشرق میں واقع ہے، سورج ۳۰ - ۳۰ = ۱۰ درجے $۴ \times ۴۰ = ۱۶۰$ منٹ بعد طلوع ہوگا۔ کیونکہ حقیقتاً مقام و مقام ب سے ۱۰ درجے مغرب میں واقع ہے۔

اسی طرح اگر مقام ب ۱۰ درجے طول بلد مغرب میں واقع ہوگا تو وہاں سورج مقام و سے $۱۰ + ۳۰ = ۴۰ \times ۴ = ۱۶۰$ منٹ یا ۲ گھنٹہ ۴۰ منٹ بعد طلوع ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

زمین کی محوری گردش کلاک کی سوئیوں کے برعکس (ANTICLOCK WISE) حرکت کرتی ہے۔ جو بائیں سے دائیں یا مغرب سے مشرق کو گھومتی ہے۔

یعنی جو مقامات مشرق کی جانب واقع ہوں گے وہاں سورج ۴ منٹ فی درجہ کے حساب سے پہلے نمودار ہوگا۔ اور جو مقامات مغرب میں ہیں وہاں اسی حساب سے بعد میں طلوع ہوگا۔ مثلاً لاہور کا درجہ طول بلد ۲۵° مشرق ہے اور مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ ۴۰° درجے مشرق، تو سورج مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں لاہور کی نسبت ۱۵ - ۴۰ = ۲۵ × ۴ = ۱۴۰ یا ۲ گھنٹے ۲۰ منٹ بعد میں طلوع ہوگا۔

مطلع کیا ہے؟

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ایک ہی خط طول بلد پر واقع تمام مقامات پر سورج اور چاند ایک ہی وقت طلوع ہوں گے اور ایک ہی وقت غروب ہوں گے۔ مثلاً حیدرآباد سندھ، کابل اور تاشقند کا طول بلد تقریباً ۶۸° مشرق ہے۔ تو اگر حیدرآباد میں سورج صبح چھ بج کر ۲۲ منٹ پر طلوع ہوگا تو کابل اور تاشقند میں بھی اسی وقت ہوگا۔ اور اگر تاشقند میں چاند غروب آفتاب کے بعد نظر آگیا ہے تو ان مقامات پر ضرور نظر آنا چاہیئے۔ بشرطیکہ ابر یا فضا کی کثافت آٹے نہ آئے۔ لہذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حیدرآباد، کابل اور تاشقند کا مطلع ایک ہے۔

اس کی مزید وضاحت یوں کی جاسکتی ہے کہ ایک مقام لاہور سے پورے ۱۸۰ درجے مغرب میں واقع ہے۔ یعنی اگر لاہور کا درجہ طول بلد ۲۵° مشرق ہے تو مقام لاہور ۱۰۵ درجے مغرب ہے۔ تو ۲۳ مارچ یا ۲۳ ستمبر کو جس وقت لاہور میں سورج طلوع ہوگا مقام لاہور پر غروب ہوگا اور رات شروع ہو جائے گی۔ گویا مقام لاہور کے مطالع بالکل ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔

معیاری اور مقامی اوقات

عیسوی تقویم میں دن (دن رات کا مجموعہ) آدھی رات یعنی رات کے بارہ بجے سے شروع ہو کر دوسرے دن آدھی رات کو ۱۲ بجے ختم ہوتا ہے اور یہ کوشش کی گئی ہے کہ دنیا کے تقریباً ہر مقام پر نصف النہار یا زوال آفتاب کے وقت دوپہر کو ۱۲ بج رہے ہوں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ساری دنیا کو ۲۴ منٹوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یہ منطق ۱۵ درجے طول بلد پر مشتمل ہوتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بتلایا گیا ہے، اگر پینچ کے قریب واقع طول بلد کو صفر درجہ یا نصف النہار اولیٰ تسلیم کیا گیا ہے۔ لہذا اگر پینچ

کا وقت ہی اصل معیاری وقت (STANDERED TIME) قرار دیا گیا ہے۔ اب ایک مقام و جوبو گرینچ سے ایک منظرہ وقت یا ۱۵ درجے طول بلد مشرق میں واقع ہے، وہاں زوال کے وقت گھڑی کو ۱۲ بجانے کے لئے گرینچ کے وقت سے ایک گھنٹہ گھڑی آگے رکھنا پڑے گی۔ اور دوسرا مقام ب جو گرینچ سے ۱۵ درجے طول بلد مغربی میں واقع ہے، وہاں گھڑی پیچھے رکھنا ہوگی۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ لاہور کا درجہ طول بلد ۷۵ درجے شرقی یا گرینچ سے وقت کے پانچ منٹوں کی دوری پر مشرق میں واقع ہے۔ تو جس وقت گرینچ میں دوپہر کے بارہ بج رہے ہوں گے، لاہور میں ۵ بجے شام کا وقت ہوگا۔

وقت میں اس مطابقت کے لئے، کہ ہر مقام پر دن (نئی تاریخ) آدمی رات سے شروع ہو، یہ طریق اختیار کیا گیا ہے کہ مشرق کی سمت جاتے وقت ہر ۱۵ درجے کی مسافت کے بعد گھڑی ایک گھنٹہ آگے کر لی جائے اور مغرب کو سفر کرتے وقت ہر ۱۵ درجے طے کرنے کے بعد گھڑی کو ایک گھنٹہ پیچھے کر لیا جائے۔ اس طریق کار سے ایک اور الجھن پیش آتی ہے جو درج ذیل ہے۔

فرض کیجئے کہ گرینچ سے دو ہوائی جہاز، یکم جولائی بروز منگل ۱۲ بجے دوپہر اوسطاً ۵۰۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اڑتے ہیں۔ ایک بالکل مشرق کو اڑتا ہے اور دوسرا مغرب کو۔ اور دونوں ۱۸۰ درجے طول بلد یا نصف محیط زمین یا تقریباً ۱۲ ہزار میل کا فاصلہ ۲۵ گھنٹے میں طے کر کے ۱۸۰ درجے شرقی اور مغربی طول بلد پر آتے ہیں۔ تو جو جہاز مشرق کی طرف سفر کرے گا وہ ۱۲ گھنٹے اپنی گھڑی کو آگے کرے گا تو اس کی گھڑی ۲۵ گھنٹے گزرنے کے بعد ۲ جولائی ایک بجے دوپہر کے بجائے ۳ جولائی بروز جمعرات ایک بجے رات کا وقت ظاہر کرے گی (یعنی ۲۵ گھنٹے میں ۱۲ گھنٹے جمع کرنے سے ۳۷ گھنٹے کا وقفہ ظاہر کرے گی) اور جو جہاز مغرب کی طرف سفر کر رہا ہوگا اس کی گھڑی ۲۵ گھنٹے کی بجائے ۱۲-۲۵ = ۱۳ گھنٹے ظاہر کرے گی۔ اس گھڑی پر ۲ جولائی بروز بدھ رات کا ایک بج رہا ہوگا۔ گویا پورے ایک دن کا فرق پڑ جائے گا۔

اس الجھن کا حل یہ تجویز کیا گیا ہے کہ جو ہوائی جہاز یا بحری جہاز سفر کرتے ہیں الاقوامی تاریخی خط ہونے اس ۱۸۰ درجے کے طول بلد کو (جو کہ شرقی اور مغربی ایک ہی خط ہے) پار کرتے ہوئے مغرب سے مشرق کی طرف جاتے ہیں وہ اپنی گھڑیوں میں تاریخ ایک دن آگے کر لیتے ہیں۔ اور جو جہاز مشرق سے مغرب کی طرف جاتے ہیں وہ ایک دن پیچھے کر لیتے ہیں۔ کیونکہ ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ ایک ہی طول بلد پر واقع مقامات پر ۲ جولائی بدھ بھی ہو اور ۳ جولائی جمعرات بھی۔

اس ۱۸۰ درجے طول بلد کو جہاں ایک دن اور تاریخ زیادہ یا کم کر لیتے ہیں، بین الاقوامی خط تاریخ (INTERNATIONAL DATE LINE) کہتے ہیں۔ یہ خط زیادہ تر سمندر میں واقع ہے۔ کہیں کہیں اسے بعض جزیروں کے ایک طرف سے گزارنے کے لئے یا سمندر میں رکھنے کے لئے کچھ ٹیڑھا کر دیا گیا ہے۔ تاکہ ایک ہی آباد مقام پر بیک وقت دو تاریخیں نہ ہوں۔ یہ خط شمالی امریکہ کے مغرب اور روس سے مشرق کی طرف ان دونوں کے درمیان سے گزرتا ہے۔ گویا گرینچ سے لے کر اُس تاریخی خط تک کے مشرقی ممالک مشرق کہلاتے ہیں۔ بعض یورپی ممالک اور افریقہ وغیرہ مشرق قریب ہے۔ حجاز، عراق، ایران وغیرہ مشرق وسطیٰ ہے، برما، ہندوچین، جاپان اور چین وغیرہ مشرق بعید ہے اور یہ سب مشرقی طول بلد کے ممالک ہیں۔ اسی طرح سکندے نیویا، شمالی امریکہ، جنوبی امریکہ مغربی طول بلد والے ممالک ہیں۔ اور اس تاریخی خط پر مشرق اور مغرب دونوں کی انتہا ہوتی ہے۔

۴۔ موسم کا تعلق کافی حد تک خطوط عرض بلد سے ہے۔ کوئی علاقہ جس قدر خط استواء کے قریب ہوگا وہاں موسم گرم ہوگا اور جوں جوں خط استواء سے دُور ہوتا جائے گا، خواہ یہ دوری شمال کی جانب ہو یا جنوب کی جانب، موسم میں ٹھنڈک آتی جائے گی۔ حتیٰ کہ قطب شمالی اور قطب جنوبی پر اس قدر ٹھنڈک ہے کہ وہاں برف ہی جمی رہتی ہے۔ اور آبادی محال ہے۔

ایک سو مختلف ممالک کے معیاری اوقات

ان چند درجہ فائدہ کی وجہ سے ہم یہاں دُنیا کے سو کے قریب مشہور ممالک کا بترتیب حروف تہجی درجہ طول بلد اور عرض بلد اور ان کے علاوہ ان کا معیاری وقت بھی درج کر رہے ہیں۔ طول بلد کا معیاری وقت سے، اور ان دونوں کا اختلاف مطالع سے چونکہ گہرا تعلق ہے اور مضمون کے اگلے حصہ میں ان کا حوالہ بھی آئے گا۔ لہذا اس کا اندراج کئی لحاظ سے ضروری معلوم ہوتا ہے۔

اس نقشہ میں فرض یہ کیا گیا ہے کہ اگر پاکستان کے دارالخلافہ اسلام آباد میں دن کے ۱۲ بج رہے ہوں تو اس وقت دنیا کے مختلف مشہور ممالک میں معیاری وقت کیا ہوگا۔ اسلام آباد کا اپنا طول بلد ۷۳ درجے مشرقی ہے۔ اور پاکستان کا معیاری وقت ۴:۴۰، درجے مشرق کے حساب سے مقرر ہے۔ یعنی گرینچ کے وقت سے ۵ گھنٹے پہلے۔ بالفاظِ دیگر جب اسلام آباد میں دن کے ۱۲ بج رہے ہوں تو (۱) گرینچ اور اس کے آس پاس ۱۵ درجے کے اندر اندر ملکوں (مثلاً برطانیہ اور اسپین وغیرہ) میں صبح سات بجے کا وقت ہوگا۔

سو مختلف ممالک کے معیاری اوقات کا نقشہ بہ ترتیب حروف تہجی

معیاری وقت	عرض بلد	طول بلد	نام ملک معہ براعظم	نمبر شمار
۸ بجے صبح	۴۷ تا ۵۰ شمالی	۲۰ تا ۱۰ شرقی	آسٹریا (یورپ)	۱
۵ بجے شام	۲۴ تا ۲۸ جنوب	۱۲۹ تا ۱۳۲ شرقی	آسٹریلیا (جنوبی)	۲
۲ بجے صبح	۱۰ تا ۲۴ جنوب	۱۳۸ تا ۱۳۹ شرقی	" (شمالی)	۳
۳ بجے سپر	۱۴ تا ۳۸ جنوب	۱۲۸ تا ۱۲۹ شرقی	" (غربی)	۴
۸ بجے صبح	۳۸ تا ۴۸ شمالی	۲۲ شرق	اٹلی (روم) (یورپ)	۵
۳ بجے صبح	۲۳ تا ۵۲ جنوب	۷۲ تا ۷۵ غرب	ارجنٹائن (جنوبی امریکہ)	۶
۹ بجے شمال	۲۸ تا ۳۲ شمال	۳۵ تا ۳۰ شرق	اردن (ایشیا)	۷
۷ بجے صبح	۳۷ تا ۴۲ شمال	۳ شرق ۹ غرب	اسپین (ہسپانیہ) (یورپ)	۸
۹ بجے صبح	۲۹ تا ۳۲ شمال	۳۴ تا ۳۴ شرق	اسرائیل (ایشیا)	۹
۱۱ بجے صبح	۳۵ تا ۳۸ شمال	۷۰ تا ۷۰ شرق	افغانستان ()	۱۰
۵ بجے شام	۷۰ تا ۷۰ شمال	۱۴۰ تا ۱۴۵ غرب	ایلاسکا	۱۱
۸ بجے صبح	۴۰ تا ۴۴ "	۲۳ تا ۲۴ شرق	البانیا (یورپ)	۱۲
۷ بجے صبح	۳۱ تا ۳۱ "	۸ غرب تا ۱۰ شرق	الجیریا (افریقہ)	۱۳
۲ بجے دوپہر	۱۰ تا ۱۰ جنوب	۱۰۵ تا ۱۳۰ شرقی	انڈونیشیا (جزائر) (ایشیا)	۱۴
۱۰ بجے صبح	۱۸ تا ۱۸ شمال	۳۴ تا ۳۴ شرق	ابجیجینیا (ایتھوپیا حبشہ) (افریقہ)	۱۵
۱۰ بجے صبح	۳۵ تا ۳۵ "	۴۲ تا ۴۲ شرق	ایران (ایشیا)	۱۶
۲ بجے شب	۴۲ تا ۴۲ جنوب	۷۴ تا ۷۴ غرب	ایکویڈور (جنوبی امریکہ)	۱۷
۱۱ بجے صبح	۲۴ شمالی	۵۱ شرقی	بحرین (خلیج فارس - ایشیا)	۱۸
۴ بجے صبح	۳۰ تا ۳۰ جنوب	۴۰ تا ۴۰ غرب	برازیل (جنوبی امریکہ)	۱۹
۷ بجے صبح	۵۰ تا ۵۹ شمال	۲ تا ۸ غرب	برطانیہ (جزائر) - انگلینڈ، سکاٹ لینڈ آئرلینڈ - (یورپ)	۲۰

میساری وقت	عرض بلد	طول بلد	نام ملک معہ براعظم	نمبر شمار
۶ بجے دوپہر	۹ تا ۲۸ شمال	۹۲ تا ۱۰۱ شرق	برما (ایشیا)	۲۱
۸ بجے صبح	۵۲ تا ۴۹	۲ تا ۷ شرق	بلیجم (یورپ)	۲۲
۹ بجے صبح	۴۵ تا ۴۲	۲۴ تا ۳۲	بلغاریہ ()	۲۳
ایک بجے دوپہر	۲۷ تا ۲۷	۹۳ تا ۸۸	ہنگریش (ایشیا)	۲۴
۳ بجے سپہر	۵ شمال تا ۴ جنوب	۱۱۸ تا ۱۰۸	(جزیرہ) (ایشیا)	۲۵
۳ بجے شب	۲۲ تا ۱۰ جنوب	۵۸ تا ۹۹ غرب	بولیویا (جنوبی امریکہ)	۲۶
۱۲ بجے دوپہر	۳۲ تا ۸ شمال	۷۰ تا ۸۹ شرق	بھارت (ایشیا)	۲۷
۱۲ بجے دوپہر	۳۷ تا ۲۴	۷۵ تا ۶۲	پاکستان ()	۲۸
۷ بجے صبح	۳۷ تا ۳۷	۹ تا ۹	پرتگال	۲۹
۸ بجے صبح	۵۵ تا ۴۸	۱۴ تا ۲۴ شرق	پولینڈ (یورپ)	۳۰
۲ بجے شب	۱۸ تا ۱۸ جنوب	۷۰ تا ۸۲ غرب	پیرو (جنوبی امریکہ)	۳۱
۱۰ بجے صبح	۱۲ تا ۲	۳۰ تا ۴۰ شرق	ٹانگانیکا (تنزانیہ) (افریقہ)	۳۲
۹ بجے صبح	۳۷ تا ۳۷ شمال	۳۳ تا ۵۰	ترکی (یورپ)	۳۳
۵ بجے شام	۴۲ تا ۴۲ جنوب	۱۴۷ تا ۱۴۷	تسمانیہ (جزیرہ) (آسٹریلیا)	۳۴
۸ بجے صبح	۳۶ تا ۳۰ شمال	۸ تا ۱۱ شرق	تیونس (افریقہ)	۳۵
۴ بجے شام	۴۲ تا ۳۰	۱۳۰ تا ۱۴۵	جاپان (جزائر) (ایشیا)	۳۶
۳ بجے سپہر	۵۶ تا ۵۲	۱۱۵ تا ۱۱۵	جاوا (جزیرہ)	۳۷
۸ بجے صبح	۵۴ تا ۴۷	۷ تا ۱۵	جرمنی (یورپ)	۳۸
۲ بجے شب	۵۳ تا ۱۸ جنوب	۷۲ تا ۷۲ غرب	چلی (جنوبی امریکہ)	۳۹
۸ بجے صبح	۵۱ تا ۴۸ شمال	۱۶ تا ۲۶ شرق	چیکوسلوواکیہ (یورپ)	۴۰
۲ بجے سپہر	۴۸ تا ۲۲	۸۸ تا ۱۳۲	چین (ایشیا)	۴۱
۸ بجے صبح	۵۸ تا ۵۵	۸ تا ۱۲	ڈنمارک (یورپ)	۴۲
۱۰ بجے صبح	۵۰ تا	۲۲ تا ۴۰	روس (ماسکو) (یورپ)	۴۳
۹ بجے صبح	۴۸ تا ۴۴	۲۴ تا ۳۴	رومانیہ ()	۴۴

نمبر شمار	نام ملک مع براعظم	طول بلد	عرض بلد	میساری وقت
۴۵	ریاست ہائے متحدہ امریکہ	۷۲ تا ۱۲۴ غرب	۲۵ تا ۴۸ شمال	۱۲ بجے رات
۴۶	سالویڈار (وسطی امریکہ)	۸۸ تا ۹۰	۱۴ تا ۱۶	ایک بجے شب
۴۷	سری لنکا (ایشیا)	۸۰ تا ۸۲ شرق	۶ تا ۱۰	۱۲ بجے دوپہر
۴۸	سعودی عرب ()	۳۵ تا ۵۶	۱۵ تا ۳۲	۱۰ بجے صبح
۴۹	ساموآ (جزیرہ)	۹۵ تا ۱۰۶	۵ جنوب تا ۵	۲ بجے دوپہر
۵۰	سوڈان (افریقہ)	۲۲ تا ۳۸	۲ تا ۲۲	۹ بجے صبح
۵۱	سوئٹزر لینڈ (یورپ)	۸ تا ۱۲	۴ تا ۵۴	۸ بجے صبح
۵۲	سویڈن	۱۲ تا ۲۳	۵۶ تا ۶۸	۸ بجے صبح
۵۳	سیام (تھائی لینڈ (ایشیا)	۹۷ تا ۱۰۶	۱۲ تا ۲۰	۲ بجے دوپہر
۵۴	شام ()	۳۵ تا ۴۲	۳۲ تا ۳۶	۱۰ بجے صبح
۵۵	عراق ()	۴۰ تا ۴۸	۲۹ تا ۳۴	۱۰ بجے صبح
۵۶	عمان ()	۵۳ تا ۵۹	۱۵ تا ۲۳	۱۰ بجے صبح
۵۷	نجی (جزائر) (آسٹریلیا)	۱۷۵ تا ۱۸۰	۱۱ تا ۲۲ جنوب	۷ بجے شام
۵۸	فرانس	۸ غرب تا ۹	۴۳ تا ۵۱ شمال	۸ بجے صبح
۵۹	فلپائن (جزائر) (ایشیا)	۱۲۰ تا ۱۳۵	۵ تا ۲۵	۳ بجے صبح
۶۰	فن لینڈ (جزائر) (یورپ)	۲۲ تا ۳۲	۶۰ تا ۶۷	۹ بجے صبح
۶۱	قبرص سائرس (بحیرہ روم - یورپ)	۳۲ تا ۳۴	۴۵ تا ۴۶	۹ بجے صبح
۶۲	قطر (خلیج فارس - ایشیا)	۵۱ تا ۵۲	۲۴ تا ۲۶	۱۱ بجے صبح
۶۳	کانگو (افریقہ)	۱۷ تا ۳۲	۲ شمال سے ۱۵ جنوب	۹ بجے صبح
۶۴	کمبوڈیا (ایشیا - سیام)	۱۰۰ تا ۱۰۹	۹ تا ۲۳ شمال	۲ بجے دوپہر
۶۵	کوسٹاریکا (وسطی امریکہ)	۸۴ تا ۸۶ غرب	۸ تا ۱۱	ایک بجے شب
۶۶	کوریا (چین)	۱۲۳ تا ۱۳۰ شرق	۳۵ تا ۴۰	۲ بجے دوپہر
۶۷	کولمبیا (جنوبی امریکہ)	۶۷ تا ۷۸ غرب	۱۲ شمال تا ۲۱ جنوب	۲ بجے شب
۶۸	کونزینڈ (آسٹریلیا)	۱۳۸ تا ۱۵۳ شرق	۱۰ تا ۲۸ جنوب	۵ بجے شام

معیاری وقت	عرض بلد	طول بلد	نام ملک معبرا اعظم	نمبر شمار
۱۰ بجے صبح	۲۹ شمالی	۴۸ شرقی	کویت (خلیج فارس - ایشیا)	۶۹
۱۱ بجے شب	۳۲ تا ۴۲ شمال	۱۱۵ تا ۱۲۳ غرب	کیلی فورنیا (شمالی امریکہ)	۷۰
ایک بجے شب	۴۵ تا ۵۵ "	۱۳۰ تا ۱۴۰ "	کینیڈا (")	۷۱
۲ بجے شب	۲۰ تا ۲۳ "	۸۴ تا ۸۴ "	کیوبا (وسطی امریکہ)	۷۲
۱۱ بجے شب	۴۰ تا ۸۰ "	۳۵ تا ۴۵ "	گرین لینڈ (شمالی امریکہ)	۷۳
۷ بجے صبح	۱۱ تا ۱۳ "	۱۲ تا ۱۵ "	گنی (پرتگالی) افریقہ	۷۴
۷ بجے صبح	۴ تا ۱۰ "	۱ شرق تا ۲ غرب	گھانا گولڈ کوسٹ (افریقہ)	۷۵
۳ بجے شب	۷ تا ۷ "	۵۲ تا ۶۱ "	گی آنا (جنوبی امریکہ)	۷۶
۹ بجے صبح	۳۳ تا ۳۵ "	۳۶ شرقی	لبنان (ایشیا)	۷۷
۸ بجے صبح	۲۰ تا ۲۲ "	۸ تا ۲۵ "	لیبیا (افریقہ)	۷۸
۷ بجے صبح	۲۸ تا ۳۶ "	۲ تا ۱۱ غرب	مراکش (")	۷۹
۹ بجے صبح	۲۲ تا ۲۲ "	۲۵ شرقی	مصر (")	۸۰
۲ بجے دوپہر	۲ تا ۶ "	۱۰۰ تا ۱۰۴ "	ملايا (ایشیا)	۸۱
۳ بجے سپہر	۴۰ تا ۵۶ "	۱۲۰ تا ۱۳۲ "	میخوریا	۸۲
۳ بجے سپہر	۴۲ تا ۵۲ "	۹۲ تا ۱۲۰ "	منگولیا (ایشیا - چین)	۸۳
ایک بجے شب	۴۲ تا ۵۴ "	۸۸ تا ۱۱۸ "	میکسیکو (شمالی امریکہ)	۸۴
۸ بجے صبح	۴ تا ۱۳ "	۴ تا ۱۵ "	نائیجیریا (افریقہ)	۸۵
۸ بجے صبح	۴۲ تا ۵۴ "	۵ تا ۳۰ "	ناروے (یورپ)	۸۶
۱۲ بجے دوپہر	۲۸ تا ۳۰ "	۸۰ تا ۸۸ "	نیپال (ایشیا)	۸۷
۷ بجے شام	۳۵ تا ۴۷ جنوب	۱۶۹ تا ۱۹۹ "	نیوزی لینڈ (جزائر)، (آسٹریلیا)	۸۸
۲ بجے شب	۴۲ تا ۴۵ شمال	۷۲ تا ۸۰ غرب	نیویارک (شمالی امریکہ)	۸۹
۵ بجے شام	۲۸ تا ۳۸ جنوب	۱۴۲ تا ۱۵۳ شرقی	نیوساؤتھ ویلز (آسٹریلیا)	۹۰
۱۱ بجے رات	۴۵ تا ۴۸ شمال	۱۱۷ تا ۱۲۳ غرب	واشنگٹن (شمالی امریکہ)	۹۱
۴ بجے شام	۳۴ تا ۳۷ جنوب	۱۴۲ تا ۱۴۸ شرقی	وکتوریہ (آسٹریلیا)	۹۲

نمبر شمار	نام ملک معہ براعظم	طول بلد	عرض بلد	معیاری وقت
۹۳	ویت نام (ایشیا)	۱۰۲ تا ۱۰۸	۱۰ تا ۲۳ شمال	۲ بجے دوپہر
۹۴	وینزویلا (جنوبی امریکہ)	۶۰ تا ۷۴ غرب	۰ تا ۱۲	۲ بجے شب
۹۵	یمن (ایشیا)	۴۳ تا ۴۶ شرقی	۱۱ تا ۱۷	۱۰ بجے صبح
۹۶	یوگنڈا (افریقہ)	۳۰ تا ۳۵ شمال	۳ شمال سے ۲ جنوب	۹ بجے صبح
۹۷	یوگوسلاویہ (یورپ)	۱۳ تا ۲۳ شرق	۲۲ تا ۲۸ شمال	۸ بجے صبح
۹۸	یونان (روم) (یورپ)	۱۹ تا ۲۸	۳۷ تا ۴۲	۹ بجے صبح
۹۹	ہالینڈ ()	۵ تا ۷	۵۱ تا ۵۴	۷ بجے صبح
۱۰۰	ہنگری ()	۲۲ تا ۲۷	۴۶ تا ۵۰	۸ بجے صبح

دُنیا کے چند مشہور شہروں کے طُول بلد اور عرض بلد

مکوں کے طُول بلد، عرض بلد اور معیاری وقت بیان کرنے کے بعد اب ہم دُنیا کے چند مشہور شہروں کے طُول بلد اور عرض بلد پر ترتیب حروف تہجی درج کرتے ہیں۔ جو کہ صرف ایک ہی درجہ ہو سکتا ہے۔ اس سے شہروں کے محل وقوع، ان کے درمیانی فاصلہ، مطالع کے اختلاف اور وہاں کے موسم کا کافی حد تک علم حاصل ہو سکتا ہے۔

نمبر شمار	نام شہر معہ ملک	طول بلد	عرض بلد	نمبر شمار	نام شہر معہ ملک	طول بلد	عرض بلد
۱	اسلام آباد (پاکستان)	۷۳ شرقی	۳۳ شمال	۸	بحرین (بحرین - ایشیا)	۵۱	۲۶
۲	اسکندریہ (مصر)	۳۰	۱۵	۹	بخارا (روس)	۴۳	۴۴
۳	انطاکیہ (شام)	۳۵	۳۴	۱۰	بخارست (رومانیہ یوٹ)	۳۰	۴۵
۴	الجیراٹر (الجیریا - افریقہ)	۵	۲۳	۱۱	برسیلز (بلجیم)	۵	۵۱
۵	انقرہ (ترکی)	۳۸	۴۱	۱۲	برلن (جرمنی)	۱۴	۵۲
۶	ایتھنز (یونان)			۱۳	بصرہ (عراق)	۴۷	۳۰
۷	ایسٹریٹیم (ہالینڈ یورپ)	۵	۵۷	۱۴	بغداد (عراق)	۴۴ شرقی	۳۴ شمالی

نمبر شمار	نام شہر مع ملک	طول بلد	عرض بلد	نمبر شمار	نام شہر مع ملک	طول بلد	عرض بلد
۱۵	بغداد (یوگوسلاویہ)	۲۴	۴۷	۳۸	خرطوم (بلوڈان)	۳۲	۱۶
۱۶	بمبئی (بھارت)	۷۲	۱۸	۳۹	جیبر (سعودی عرب)	۴۱	۲۶
۱۷	بنکاک (سiam یا بھارت)	۱۰۱	۱۴	۴۰	دارالسلام (تنزانیہ یا ٹانگانیکا - افریقہ)	۴۰	۸ جنوبی
۱۸	بوسٹن (U.S.A)	۷۱	۴۲	۴۱	دمشق (شام)	۳۵	۳۴ شمالی
۱۹	بیونس آیرس (ارجنٹائن)	۵۷	۳۶ جنوبی	۴۲	دہلی (بھارت)	۷۸	۲۸
۲۰	بیروت (لبنان)	۳۵	۳۲ شمالی	۴۳	ڈھاکہ (بنگلہ دیش)	۹۰	۲۳
۲۱	بیت المقدس (یروشلم)	۳۵	۳۲	۴۴	رباط، دیمارکش - مراکش	۷	۳۴
۲۲	پانامہ (وسطی امریکہ)	۷۹	۹	۴۵	رنگون (برما)	۹۶	۱۷
۲۳	پراگ (چیکوسلوواکیہ)	۱۸	۵۰	۴۶	روم (اطلی - یورپ)	۴۵	۴۲
۲۴	پشاور (پاکستان)	۷۱	۳۴	۴۷	ریاض (سعودی عرب)	۴۶	۲۴
۲۵	پورٹ آرتھر (چین)	۱۲۲	۳۹	۴۸	زنجبار (ٹانگانیکا)	۳۹	۴ جنوبی
۲۶	پیرس (فرانس)	۲	۴۸ شمالی	۴۹	سان فرانسکو (U.S.A)	۱۲۲	۱۲۲
۲۷	پیکنگ (چین)	۱۱۷	۴۱	۵۰	سٹاک ہالم (سویڈن)	۱۸	۵۹
۲۸	تاشقند (روس)	۶۸	۴۱	۵۱	سٹالن گراؤ (روس)	۴۳	۴۸
۲۹	تبریز (ایران)	۴۶	۳۸	۵۲	سلالہ (عمان)	۵۴	۱۵
۳۰	تبوک (سعودی عرب)	۳۷	۲۸	۵۳	سمرقند (روس)	۶۶	۴۲
۳۱	تیونس (تیونس - افریقہ)	۱۳	۳۲	۵۴	سنگاپور (ملایا)	۱۰۴	۲
۳۲	ٹریپولی (لیبیا)	۱۲	۳۳	۵۵	سیگون (ویت نام)	۱۰۸	۱۱
۳۳	ٹوکیو (جاپان)	۱۴۰	۳۶	۵۶	شکاگو (U.S.A)	۸۸	۴۲
۳۴	جدہ (سعودی عرب)	۳۸	۲۳	۵۷	شلگھائی (چین)	۱۲۲	۳۲
۳۵	جلال آباد (افغانستان)	۷۰	۳۴	۵۸	صنعاہ (یمن)	۴۴	۱۵
۳۶	جکارتہ (انڈونیشیا)	۱۰۶	۶ جنوبی	۵۹	طائف (سعودی عرب)	۳۹	۲۲
۳۷	چمن (پاکستان)	۶۶	۳۱ شمالی	۶۰	طرابلس (شام)	۳۵	۳۵

فہر شمار	نام شہر معہ ملک	طول بلد	عرض بلد	فہر شمار	نام شہر معہ ملک	طول بلد	عرض بلد
۶۱	طہران (ایران)	۵۲	۳۶	۸۳	لنبن (پہنگال)	۹	۳۹
۶۲	عدن (یمن)	۳۵	۱۹	۸۴	لندن	-	۵۱ $\frac{۱}{۴}$
۶۳	عدیس ابا با ایبے سنیا	۴۳	۸	۸۵	ماسکو (روس)	۳۷	۵۴
	یا ایچو پی یا حبشہ			۸۶	مدراس (بھارت)	۸۰	۱۴
۶۴	عمان (اردن)	۳۵	۳۷	۸۷	مدینہ (سعودی عرب)	۴۱	۲۵
۶۵	غزناط (اسپین)	۴	۳۵	۸۸	مسقط (عمان)	۵۳	۲۴
۶۶	خرمی ٹاؤن (سیرالیون)	۸	۱۳	۸۹	مکہ (سعودی عرب)	۴۰	۲۲
۶۷	قاہرہ (مصر)	۳۱	۳۰	۹۰	بلورن (کٹوریہ آسٹریلیا)	۱۴۵	۴۳
۶۸	قذھار (افغانستان)	۴۵	۳۷	۹۱	منیلا (جزائر)		
۶۹	کابل ()	۴۸	۳۵	۹۲	فلپائن	۱۲۰	۱۵
۷۰	کاشغر	۸۶	۴۰	۹۳	میکسیکو (میکسیکو)	۹۰	۲۰
۷۱	کراچی (پاکستان)	۶۷	۲۳	۹۴	میڈرڈ (اسپین - ہسپانیہ)	۵	۴۱
۷۲	کربلا (عراق)	۴۴	۳۳	۹۵	ناگاساکی (جاپان)	۱۳۰	۳۳
۷۳	کلکتہ (بھارت)	۸۹	۲۲	۹۶	بنجف (عراق)	۴۴	۳۲
۷۴	کمپالا (یوگنڈا)	۳۲	۰	۹۷	نیروبی (کینیا)	۴۰	۳
۷۵	کوپن ہیگن (ڈنمارک)	۱۲	۵۵	۹۸	نیویارک (نیویارک)	۴۳	۴۱
۷۶	کولمبو (لنگا یا سیلون)	۸۰	۷	۹۹	وارسا (پولینڈ)	۲۰	۵۲
۷۷	کوئٹہ (پاکستان)	۶۷	۳۰	۱۰۰	وننگٹن (نیوزی لینڈ)	۷۵	۴۱
۷۸	کوئٹہ (خلیج فارس)	۴۸	۱۵	۱۰۱	ولیمس (وائسنگ چین)	۱۴۲	۴۳
۷۹	کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ)	۱۹	۳۰	۱۰۲	ہانگ کانگ (چین)	۱۱۳	۲۳
۸۰	لاس اینجلس (کیلی فورنیا)	۱۲۱	۳۳	۱۰۳	ہیروشیما (جاپان)	۱۳۲	۴۴
۸۱	لاگوس (نائیجریا)	۴	۵		یافا یا تل ابیب		
۸۲	لاہور (پاکستان)	۷۴ $\frac{۱}{۴}$	۳۱ $\frac{۱}{۴}$		(اسرائیل)		

اختلافِ مطالعِ اورِ اسلامی تہواروں میں ہم آہنگی

تاریخ کا اختلاف روایتِ ہلال میں تاریخ کا اختلاف عموماً مشاہدہ میں آتا رہتا ہے۔ یہ عین ممکن ہے کہ کسی مقام پر ایک مخصوص دن مثلاً ۱۹۶۷ء کو یکم ربیع الاول ہو، دوسرے مقام پر اسی تاریخ کو ۲ ربیع الاول ہو اور کسی اور مقام پر ۳ ربیع الاول بھی ہو۔ پچھلے باب میں درج شدہ تفصیل سے اس کی وجہ کسی حد تک سمجھ میں آسکتی ہے۔ اب ہم اس کی مزید وضاحت کریں گے۔

اس اختلاف کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ جیسا سنا جاتا ہے بعض اسلامی ممالک نے رویتِ ہلال کے شرعی طریقہ کو چھوڑ کر قرآن ہی کو نئے چاند کی بنیاد قرار دے دیا ہے۔ یہ ایک غیر شرعی فعل ہے۔ جس کا شریعتِ اسلامیہ میں کوئی جواز نہیں ہے۔ اگرچہ اس طرح بھی قمری سال کے ایام کی تعداد میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تاہم تاریخوں میں فرق کا واقع ہونا ایک ناگزیر بات ہے۔

۲۔ اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ عصرِ حاضر میں میاری اوقات مقرر کر کے ایک دن کا فرق جو سوچ کو دُنیا کے تمام مقامات پر طلوع ہونے میں لگتا ہے، نکال دیا گیا ہے۔ اگر یہ اختراعی طریقہ استعمال نہ کیا جائے تو شمسی اور قمری تاریخوں میں پورے ایک دن کا فرق کم ہو سکتا ہے۔ اگر ہم یہ چاہیں کہ ہم بھی اسی طریقہ سے رویتِ ہلال میں سے ایک دن کا فرق کم کریں تو ہمارے لئے اس کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ یہ بھی کیبیسہ یا نسی کی ایک شکل ہے جس سے مسلمانوں کو روک دیا گیا ہے۔ اگر شمسی اوقات کو علیٰ حالہ رہنے دیا جاتا تو دنیا بھر میں چاند کی تاریخ میں صرف ایک دن کا فرق ہو سکتا تھا۔ اور اس ایک دن کے فرق کو دور کرنے کا حل سوچنا ناممکنات سے ہے۔ وجہ یہ ہے کہ سورج تو دُنیا بھر کے تمام مقامات پر ۲۴ گھنٹے کے دوران طلوع ہوتا ہے۔ لیکن چاند کو تمام دنیا کے مقامات پر طلوع ہونے کے لئے ۲۴ گھنٹے ۴۹ منٹ کی مدت درکار ہے۔ چاند ۲۴ گھنٹے میں زمین کے ۳۷ درجہ طول بلد پر طلوع

ہو سکتا ہے باقی ۱۲ درجات طول بلد یعنی خط استوا کے لحاظ سے تقریباً ۳۵ میل کے رقبہ میں دوسرے دن نظر آئے گا۔

۳۔ ان دو وجوہ کے علاوہ ایک تیسری وجہ وقت کے شمار کا طریق کار ہے۔ عیسوی تقویم میں رات کے بارہ بجے کے بعد نئی تاریخ شروع ہوتی ہے۔ جبکہ قمری تقویم میں غروب آفتاب کے بعد نئی تاریخ شروع ہو جاتی ہے (ہندی تقویم میں نئی تاریخ طلوع آفتاب سے شروع ہوتی ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جہاں بھی دن رات کا ذکر فرمایا ہے تو پہلے رات کا ذکر آتا ہے۔ وقت کا یہ جداگانہ دستور بھی رویت ہلال میں فرق پیدا کرنے کا سبب بن جاتا ہے جیسا کہ نقشہ بالا سے ظاہر ہے۔

اب ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ آیا کوئی ایسی تدبیر اختیار کی جاسکتی ہے جس سے یہ فرق ختم ہو سکے یا کم ہو سکے۔ ہم نہ تو موجودہ معیاری وقت کے نظام کو بدل سکتے ہیں اور نہ ہی قمری تقویم کو شمسی کے مطابق کر کے خود چاند کے لئے معیاری وقت مقرر کر کے ایک دن کا فرق نکال سکتے ہیں۔ لہذا شمسی اور قمری تقویم میں اس وجہ سے ایک دن کا فرق موجود رہے گا۔

چاند دنیا کے تقریباً ستائیسویں حصہ پر ہر حال دوسرے دن نظر آئے گا۔ یہ فرق بھی ایسا فرق ہے جسے ہم رویت ہلال کی شرعی قواعد میں رہ کر کسی صورت بھی رفع نہیں کر سکتے۔

ہم زیادہ سے زیادہ یہی کچھ کر سکتے ہیں کہ ابر یا فضا کی کثافت کی وجہ سے اگر چاند نظر نہیں آ رہا تو شہادت کی بنا پر مطلع کا لحاظ رکھتے ہوئے اس اختلاف کو دور کر دیں۔ اس طرح قریبی علاقوں میں ایک دن کا فرق دور کیا جاسکتا ہے۔ لیکن کچھ مقامات، دنیا کے ستائیسواں حصہ میں، دو دن کا بھی ہو سکتا ہے۔

ابری کی وجہ سے رویت ہلال میں اختلاف ایک اصنافی چیز ہے، جو قمری تقویم پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ لہذا اس اختلاف کو شہادات کے ذریعہ ہر حال دور کر دینا چاہیے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ: کسی دن ہلال کسی مقام پر مغرب اُفق سے ۱۸ درجے بلندی پہنچے تو اسے ضرور نظر آ جانا چاہیے۔ مگر ابری کی وجہ سے نظر نہیں آ سکتا تو شریعت نے اس کا نہایت آسان حل بتا دیا ہے۔ کہ اگر چاند دیکھنے کی آس پاس کے علاقہ سے کوئی معتبر شہادت تیسرا سکتی ہے تو اس پر اعتبار کیا جائے گا ورنہ پچھلا ہیمنہ ۳۰ کا شمار کرنا ہوگا۔

مطلع کی حدود | اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ علم ہیئت کی رو سے آس پاس کے علاقہ کی حدود کیا ہیں؟

کے لئے حکومت کیٹی مقرر کر دیتی ہے۔ جو شہادات کی توثیق کے بعد رویت ہلال کا اعلان کر دیتی ہے۔ اور اس کو پورے ملک کی رویت قرار دے دیا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس حکومت نے ملک بھر کے لئے ایک ہی مطلع قرار دے کر اختلاف کو ختم کر دیا ہے۔

ایسی ہی صورت حال بھارت میں ہے جس کا طول بلد ۷۰ تا ۸۹ یعنی ۱۹ درجے ہے۔ وہاں بھی ایک ہی معیاری وقت ہے اور وہاں کی رویت بھی ملک بھر کے لئے ایک ہی رویت ہے البتہ چند ممالک ایسے بھی ہیں جو بہت زیادہ درجوں پر پھیلے ہوئے ہیں مثلاً چین، روس اور کینیڈا۔ ان کے مختلف علاقوں میں معیاری وقت بھی الگ ہیں اور اسی طرح مطالع بھی۔

ایک مسلمان یا حکومت کے اختیار میں یہی کچھ تھا کہ مطالع کے اختلاف کو حتی الامکان ختم کر دے۔ لیکن اس کے باوجود ایک طبقہ اسلامی تاریخوں کے اختلاف کے بارے میں سخت مضطرب ہے۔ آج کل جدید ذہن کے طبقہ میں یہ خیال اُبھر رہا ہے کہ مسلمانوں کے تہواروں میں وحدت بہت ضروری ہے۔ لہذا چاند کی رویت کی تعیین آلاتِ رصد کے ذریعہ کر کے پورے عالمِ اسلام میں ایک ہی دن روزے رکھنے اور عید منانے کا فیصلہ کیا جانا چاہیے۔ ایک صاحب تو اس جوشِ اتحاد میں یہاں تک کہ گئے کہ:

”ہمارے نبی اُمّی تھے، صحابہ کرامؓ بھی اُن پر ٹھ تھے۔ انہیں چاند کا حساب معلوم نہ تھا۔ لہذا اس وقت کی مصلحت یہی تھی کہ رویتِ ہلال کو احکامِ دین کی بنیاد قرار دیا جائے یہ لیکن

لہ ایسے خیالات غالباً حضور اکرمؐ کے اس ارشاد سے مانع ہیں :

”اِنَّا اُمَّةٌ اُمَّیَّةٌ لَا نَکْتُبُ وَلَا نَحْسِبُ“ (متفق علیہ)

”ہم اُن پر ٹھ اُمت ہیں، ہم لکھنا اور حساب کرنا نہیں جانتے!“

پھر آپؐ نے دونوں ہاتھوں کو کھول کر بلند کر کے بتلایا کہ: ”ہمیں اتنا بھی (یعنی ۳۰ دن کا)

ہوتا ہے۔ اور اتنا (یعنی ۲۹ دن کا) بھی ہوتا ہے“

حالانکہ اس ارشاد سے آپؐ کا مقصد اُمتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کو علمِ ہیئت اور قمری حساب کے گورکھ دھندے سے نجات دلا کر سیدھے اور فطری طریقِ رویت پر عمل پیرا کرنا تھا۔ جیسا کہ شریعت نے ہر معاملہ میں اس امر کو ملحوظ رکھا ہے۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ اس دور میں علمِ ہیئت اور نجوم پرستی (علمِ جوتش) لازم و ملزوم چیزیں تصور ہوتی تھیں جس کا اثر آج تک موجود ہے۔ لہذا اس قسم کے علمِ نجوم سے (بقیہ حاشیہ لگے صفحہ پر)

اب مسلمان لوگ چاند کا حساب خوب جانتے ہیں اور بہت پہلے معلوم کر لیتے ہیں کہ نیا چاند کب ہوگا۔ آلاتِ رسل و رسائل کے ذریعہ دنیا بھر کے کونہ کونہ میں خبر بھی کی جاسکتی ہے، تو اب مسلمانوں کو رؤیتِ ہلال کی بناء پر مختلف دنوں میں تیوہار بنانے کی ریت ترک کر دینا چاہیئے اور ایک مقررہ اعلان کے تحت تمام دنیا میں روزہ رکھنے، عیدین وغیرہ کا ایک ہی دن اہتمام کرنا چاہیئے۔“

اس سے بڑھ کر یہ کہ رابطہ عالم اسلامی کی تالیسی مجلس نے اپنے تیرہویں اجلاس میں جو شعبہ ۱۳۹۱ھ کو مکہ مکرمہ میں ہوا، چند قراردادیں پاس کیں۔ جن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ ”اسلامی ممالک میں رؤیتِ ہلال کا ایک ایسا نظام بنایا جائے کہ اگر مغرب یا ایران میں چاند نظر آئے تو دنیا کے تمام مسلمانوں کے لئے ضروری ہو کہ ”اسی رؤیت“ کی بنا پر روزے رکھیں اور افطار کریں۔ قراردادیں یہ بھی طے پایا کہ رابطہ کا سیکرٹریٹ تمام سربراہانِ ممالک اسلامیہ سے رابطہ قائم کرے اور ان سے اس پر عمل درآمد کے لئے کہے۔“

ہم ایسے سب حضرات کی اس ”نیک تمنا“ کی وحدتِ تاریخ و اوقات نئے چاند کی رو سے قدر ضرور کرتے ہیں لیکن ہمیں افسوس ہے

کہ ان ”علم دوست حضرات“ کی اتحاد و وحدت کی یہ آرزو علمِ ہیئت کی رو سے بھی پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ رؤیتِ ہلال پر تو کئی چیزیں اثر انداز ہوتی ہیں۔ اس کے بجائے اگر ”نئے چاند“ یا قرآن کو ہی بنیاد قرار دیا جائے تو بھی پوری دنیا میں ایسا اتحاد ممکن نہیں ہوگا۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ

اس سال ۱۹۷۸ء میں شوال کا نیا چاند لندن میں شام کے ۴ بج کر ۹ منٹ پر وقوع پذیر ہوگا اور تاریخ ۲ ستمبر ہوگی۔ اسی لمحہ حجاز مقدس میں شام کے سات بج کر ۹ منٹ، پاکستان میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) عوام کا ذہن پاک رکھنا مقصود تھا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر رؤیتِ ہلال کی بجائے قمری حساب یا قرآن کے وقت کو بنیاد قرار دیا جائے تو بھی تمام دنیا میں وقت کی یکسانیت محال ہے جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

۱۰ غنیمت ہے کہ اس قرارداد میں ”نئے چاند“ کے بجائے رؤیتِ ہلال کو بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ لیکن مشکل مسئلہ یہ ہے کہ چاند ۲ گھنٹوں میں دنیا کے تمام مقامات پر طلوع نہیں ہو سکتا۔ لہذا اگر اس ”وحدت“ پر زور دیا جائے تو یہ عملاً ”رؤیتِ ہلال“ کی شرعی بنیاد کی نفی ہوگی۔

نوبت ۹ بج کر ۹ منٹ رات، مشرقی پاکستان میں دس بج کر ۹ منٹ رات اور جزائر فجی اور سائبریا میں چار بج کر ۹ منٹ سحری کا وقت ہوگا اور تاریخ ۲ ستمبر ہی ہوگی۔ کیونکہ یہ مقامات بین الاقوامی تاریخی خط کے مشرق میں واقع ہیں۔

حکومت حجاز اسی قرآن کے لمحہ یعنی ۲ ستمبر، بج کر ۹ منٹ رات کو دوسرے دن عید منانے کا اعلان کرتی ہے تو جزائر فجی اور سائبریا کا مسلمان اس وقت کیا طریق اختیار کرے گا، اگر اس دن یعنی ۲ ستمبر کو عید کرے تو اتحاد ممکن نہیں کہ حجاز میں عید ۳ ستمبر کو ہوگی۔ اور اگر روزہ رکھے تو کیوں رکھے، ”نیا چاند“ تو ہو چکا! — یہی صورت حال روزے شروع کرنے یا دوسرے اُمُو میں بھی پیش آسکتی ہے!

یہ تو تھانے چاند یا قرآن کا مسئلہ۔ اب ہم دیکھیں گے وحدتِ تاریخِ رؤیتِ بلال کی رو سے کہ اگر نئے چاند کے بجائے رؤیتِ بلال کو ہی بنیاد قرار دیا جائے تو آیا یہ وحدتِ اتحاد ممکن ہے، یہ بات پہلے واضح کی جا چکی ہے کہ قرآن اور رؤیتِ بلال دو الگ الگ چیزیں ہیں اور ان دونوں میں ایک ہی مقام پر ۲۴ سے لیکر ۳ گھنٹے تک وقف ہو سکتا ہے۔ اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ علمِ ہیئت کی رو سے چاند کی رؤیت کے لئے دنیا بھر کے تمام مقامات پر ۲۴ گھنٹے کی بجائے ۲۴ گھنٹے ۴۹ منٹ کا عرصہ درکار ہے۔ تو اگر دنیا بھر کے لئے رؤیتِ بلال کا اعلان کر دیا جائے تو اس سے مثالِ بالا سے بھی زیادہ الجھن پیش آسکتی ہے۔ مثلاً اوپر والی مثال میں ۳ ستمبر ۱۹۷۸ء کو مکہ میں دیت کی شہتور مل جاتی ہے اور پلے بجے شام اگلے دن کے لئے عید کا اعلان کر دیا جاتا ہے تو میکسیکو (شمالی امریکہ) میں اس وقت پلے بجے دن کا وقت ہوگا۔ کیا یہ لوگ اس دن روزہ پورا کر کے دوسرے دن عید منائیں گے یا فوراً اظہار کر کے اسی دن اور اسی وقت عید ادا کریں گے۔ ان دونوں صورتوں میں سے مکہ معظمہ سے وحدت کی کونسی صورت ممکن ہے؟

میں کہتا ہوں کہ اگر شرعی احکام کو بالکل پس پشت ڈال دیا جائے تو بھی جس وحدتِ اتحاد کی تمنا کی جاتی ہے، پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ وضعی طریق سے عیسوی کیلنڈر میں گھڑیوں کو آگے پیچھے کرنے سے خطِ تاریخ پر ایک دن کی کمی بیشی کرنے سے یعنی ایک ہی دن میں دو طرح کی پیوند کاری سے جو عیسوی تاریخ میں یکسانیت پیدا کی گئی ہے، اس سے حقیقی صورتِ حال میں تو کچھ فرق نہیں پڑسکتا۔ رؤیتِ بلال کی بنا پر کسی مقررہ تاریخ میں دو دن کا فرق پڑ سکتا ہے۔ لیکن بہت ہی کم

مقامات پر یعنی دنیا کے ستائیسویں حصے میں، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ دو دن کا فرق بسا اوقات مشاہدہ میں آ رہا ہے، جس کی وجہ وہی اختراعی طریق ہے۔ جس کی بنا پر عیسوی تقویم میں ایک دن کے فرق کو جو سیارگان کی چال کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے، ختم کر دیا گیا ہے۔ یہ فرق بھی قمری تاریخ پر جا پڑتا ہے۔ اگر یہ وضعی طریق کا ختم کر دیا جائے تو قمری تاریخوں میں اختلاف خود بخود کم ہو جائے گا۔

اب یہ حضرات چاہتے ہیں کہ اسی طرح وضعی طریق کار سے قمری تاریخوں کا اختلاف ختم کیا جائے ہماری گزارش یہ ہے کہ یہ وضیعت کبیسرے یا نئی سے پوری پوری مشابہت رکھتی ہے جس کی قمری تقویم میں گنجائش نہیں ہے اور جس سے مسلمانوں کو سختی سے منع کر دیا گیا ہے۔

بادل، بارش یا فضا کی کثافت کی بنا پر چاند کا نظر نہ آنا تقویم پر کچھ اثر نہیں ڈالتا۔ یہ اختلاف محض مقامی قسم کا ہوتا ہے۔ اور ایسا اختلاف رویت بلال کیٹیاں یا مقامی حکومتیں شہادت کی بنا پر اعلان کے ذریعے دور کر سکتی ہیں۔ بشرطیکہ مطلع ایک ہی ہو، مختلف نہ ہو۔ اختلاف مطالع کی حقیقت ہم پچھلے باب میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔ اور قمری تاریخ میں اختلاف کی یہی ایک قسم ہے جسے ہم حُسن تدبیر سے دور کر سکتے ہیں۔

اعلانات کے ذریعہ دنیا بھر میں قمری تاریخ کو ایک بنانے کا مسئلہ بہت ٹیڑھا ہے اور کسی مخصوص دن میں مخصوص وقت پر شعائر کی ادائیگی میں اتحاد اس سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ اگر ہم چاہیں کہ حج کے دن حجاج کرام کی دُعاؤں کے وقت ہم بھی ان کے ساتھ شریک ہو کر یہ عبادت، بجالائیں تو یہ مشکل سی بات ہوگی۔ کیونکہ ۹ رذی الحجہ کو زوال آفتاب کے بعد سے لے کر شام تک حجاج کرام میدان عرفات میں دُعاؤں کرتے ہیں۔ یہی حج کا رکن اعظم اور اصل حج ہے۔ عزوب آفتاب کے بعد وہاں سے واپس ہو کر انہیں مشعر الحرام پہنچنا ہوتا ہے۔ اس وقت ہند اور چین کے مسلمان گہری نیند سو رہے ہوتے ہیں اور آسٹریلیا میں سحری کا وقت ہوتا ہے۔ کیا وقت کی اس مطابقت کے لئے مسلمانوں کو مکلف بنایا جاسکتا ہے؟

یہی حال یوم النحر یعنی قربانی کے دن کا ہے۔ ۱۰ رذی الحجہ کو حجاج دن طلوع ہونے کے بعد زولف سے منیٰ آتے ہیں، پھر حجرے مارتے ہیں۔ اس کے بعد قربانی کا وقت ہوتا ہے۔ گویا طلوع آفتاب سے تقریباً ۳ گھنٹہ بعد قربانی کا وقت آتا ہے۔ اور ہم اس وقت قربانی کا گوشت پکا کر بھنم بھی کر چکے ہوتے ہیں۔ تو کیا یہ حجاج کے کام سے مطابقت ہوگی یا مسابقت؟ پھر ایسے علاقے بھی ہیں جہاں کے مسلمان یہ قربانی کا دن گزار کر رات کو سونے کی تیاری کر رہے ہوں گے اور ادھر یہ کیفیت

ہوگی کہ حجاج کرام ابھی مزدلفہ سے روانہ بھی نہ ہوئے ہوں گے۔ علیٰ ہذا القیاس ہماری نمازوں کا بھی یہی حال ہے کہ ان میں اوقات کی وحدت محال ہے۔ اہل عجاز جس وقت ظہر کی نماز ادا کرتے ہیں۔ تو ہم عصر کی نماز کی تیاری میں مصروف ہوتے ہیں۔ اور جب فردا کرتے ہیں تو یہاں سوج خاصا بلند ہو چکا ہوتا ہے۔

اختلافِ مطالعِ ادلہ شرعیہ کی روشنی میں

میں نے اب تک جو کچھ لکھا ہے، علم ہیئت کے مطابق لکھا ہے۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ شریعتِ مطہرہ کا مسلمانوں پر یہ عظیم احسان ہے کہ اس نے مسلمانوں کو قمری حساب کی بھول بھلیوں سے نکال کر رویتِ ہلال کے فطری اور سادہ مشاہدہ پر احکام کی بجا آوری کی تلقین فرمائی ہے۔ اور ہر علاقے کے لئے ان کی اپنی رویت کو بنیاد قرار دیا ہے۔ جہاں تک ابریا فضا کی کثافت کی وجہ سے اختلاف ہو سکتا تھا اسے شہادت سے دور کر دیا ہے۔ البتہ اختلافِ مطالع کا لحاظ ضرور رکھا ہے۔

بعض حضرات متاخرین نے مطالع کے اختلاف کو غیر معتبر قرار دیا ہے۔ لیکن احادیثِ صحیحہ اور قرونِ اولیٰ کے آثار اتنے معتبر ہیں کہ ان کے مقابلہ میں ان حضرات کے اقوال کی کچھ حیثیت نہیں رہ جاتی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ رویتِ ہلال اور اختلافِ مطالع کو ادلہ شرعیہ کی روشنی میں ثابت کرنے کے لئے قلم اٹھاؤں۔ کیونکہ اس میدان میں بہت حد تک تسلی بخش کام ہو چکا ہے۔ مگر انہی دنوں ایک اور رسالہ ”راحتہ العوام“ نظر سے گزرا جس کے مؤلف اس اتحاد کے لئے ”ترپ“ رکھتے ہیں۔ لہذا ضروری معلوم ہوا کہ اس رسالہ کے چیدہ چیدہ اقتباسات قارئین کے سامنے پیش کئے جائیں اور مختصراً ان دلائل کا جائزہ بھی پیش کیا جائے۔

رسالہ راحتہ العوام سے چند اقتباسات

اس وقت رسالہ مذکورہ مسمیٰ بہ ”راحتہ العوام باسناد العلماء والحکام فی مسئلۃ العید والصلیم“

سے ملاحظہ ہو رسالہ ”بیان الادلہ فی اثبات الابلہ“ از شیخ عبداللہ بن حمید الرئیس العام للاشراف الدیلمی (مکہ مکرمہ) اس رسالہ کا ترجمہ محمد رفیق صاحب اثری نے اردو میں کیا جو ”الاعتصام“ میں قسط دار اور رسالہ ”محدث“ محرم صفر ۱۳۹۵ھ میں یکجا شائع ہوا۔ اس رسالہ میں مصنف نے اس سلسلہ کے جملہ پہلوؤں پر عقلی و نقلی دلائل سے سیر حاصل بحث کی ہے۔ اب یہ رسالہ علیحدہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

سامنے پڑا ہے۔ اس کے مصنف رئیس المفکرین بھی ہیں۔ راس المتکلمین بھی، اور فقیہ الزمان بھی۔ اور وہ الحاج حضرت مولانا محمد بلال صاحب خطیب نشاط سٹی تربیلہ ڈیم ہیں۔ جیسا کہ رسالہ کے نام سے ظاہر ہے، آپ روزہ اور عید کے لئے اتحاد بین المسلمین کے لئے بڑے مضطرب ہیں، روایت بلال کی حقیقت لکھتے ہوئے فرماتے ہیں :-

۱۔ ” روایت بلال کی حقیقت یہ ہے کہ اس میں دراصل کسی کا اختلاف نہیں ہے بلکہ عقیدت متاخرین، فقہاء کرام، علمائے سائنس، علمائے شریعت حنفی، مالکی، حنبلی، سب کا اس پر اتفاق ہے کہ دُنیا کے کسی کونے میں بھی نیا چاند نظر آجائے اور اس کا فیصلہ شریعت کے مطابق ہو جائے، جہاں جہاں اس فیصلہ کی اطلاع ہو جائے تو اس پر عمل کرنا سب پر لازم و واجب ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب چاند سورج سے پیچھے ہو گیا تو نیا چاند ہو گیا۔ اب یہ سب دُنیا کے لئے نیا چاند ہے۔ یہی پاکستان کے لئے نیا چاند ہے، بھارت کے لئے نیا چاند ہے۔ عرب و عراق، ایران اور انڈونیشیا وغرضیکہ تمام دُنیا کے لئے نیا چاند ہے۔“ (صفحہ ۱۳ صفحہ مذکورہ)

۲۔ آگے چل کر لکھتے ہیں :-

”اب جو انکار کرے گا کہ شرعی حجت میں کوئی کمی ہے تو وہ صرف اپنی معتبری میں کمی دیکھنے کی وجہ سے کریگا کہ یہ فیصلہ اس کے پاس کیوں نہیں آیا؟ کسی دوسرے کے پاس یہ فیصلہ کیوں گیا؟ اس لئے وہ معتبر صاحب فیصلہ کو تسلیم نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ ہمارا مطلع اور ہے ان کا مطلع اور ہے، انکار کے لئے یہ مہانے تلاش کریگا حالانکہ تمام کتابوں کے حوالہ جات سے یہ ثابت ہو گیا کہ شریعت محمدی نے اس میں اور دوسری کوئی گنجائش نہیں رکھی۔ کیونکہ روایت ثابت ہو گئی!“ (صفحہ ایضاً)

۳۔ آگے چل کر ”مشرق و مغرب کی روایت میں فرق“ کے تحت لکھتے ہیں :

”مشرق و مغرب میں روایت بلال کا اتنا فرق ضرور ہے کہ جس دن مغربی دنیا میں چاند نظر آئے گا، اس تاریخ کو مشرق میں چاند نظر نہیں آئیگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس وقت مشرق والوں کے مطلع سے چاند گزر رہا تھا اس وقت چاند سورج کی شعاعوں میں تھا۔ پھر چند گھنٹے بعد جب مغرب والوں کے مطلع سے گزرا تو سورج کی شعاعوں سے الگ ہو چکا تھا۔ لہذا مغرب والوں کو نظر آگیا۔ یہ ایک معلوم مسئلہ ہے کہ چاند کی رفتار

سورج سے کم ہوتی ہے۔ اس رفتار کی کمی کی وجہ سے چند گھنٹوں کے بعد یہی چاند سورج سے کافی پیچھے رہ جاتا ہے۔ مثلاً پاکستان میں غروب آفتاب کا وقت ۵ بجے تھا اور یہی وقت حجاز مقدس میں ظہر کا ہوتا ہے۔

اس لحاظ سے جب سرزمین حجاز میں سورج غروب ہو رہا ہوتا ہے تو یہاں دس بج چکے ہوتے ہیں۔ تو اب اس وقت میں چاند سورج کی شعاعوں سے پیچھے رہ کر وہاں نظر آسکتا ہے۔ اب اس وقت وہاں اگر نظر آگیا تو انتظار ختم ہو گیا۔ یہی ساری دنیا کا چاند ہے۔ اب صرف صبح اطلاع ملنے کی انتظار ہے۔ وہاں کے ذرائع ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ نے نشر کر دیا تو پھر انتظار کا کیا مطلب ہوا؟ اب صرف اتحاد کو ختم کرنا، اختلاف کا نعرہ بلند کرنا، اپنی معبری ثابت کرنا، فتنہ و فساد برپا کرنا، مسلمانوں کو دکھ دینا، غیر مسلموں کو تمسخر کا موقع دینا اور اسلام پر بد نما داغ لگانا مقصود ہوتا ہے۔ غیر مسلم دنیا جتنی بھی ہے، اس معاملہ میں ان کا مکمل اتفاق ہے، ان کے مذہبی تہوار تمام دنیا میں ایک ہی تاریخ کو منائے جاتے ہیں۔ ویسے بھی جس دن کسی ماہ کی یکم تاریخ ہوتی ہے اس دن پاکستان میں بھی یکم ہی ہوتی ہے۔ کوئی جگہ ایسی نہیں ملے گی جہاں دوسری تاریخ ہو۔ امریکہ، انگلستان میں بھی، فرانس، جرمنی، روس، چین، یوگوسلاویہ اور سوئٹزر لینڈ میں یکم ہی ہوتی ہے“ (صفحہ ۱۷)

۴۔ آگے چل کر اس مشکل کا حل پیش کرتے ہیں :

”اس سلسلہ میں ہماری مشکلات یہ ہیں کہ رات کے ابتدائی حصہ میں نماز مغرب یا نماز عشاء کے متصلاً بعد نہ اعلان کر سکیں گے۔ رات کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد اعلان کریں گے۔ دیر سے پیدا ہونے والی مشکلات کے قلع قمع کے لئے عوام کو یہ بتائیں کہ اعلان حکومت خود کریں گی۔ اس پر ہم اور آپ سب عمل کریں گے۔

یہاں خود ساختہ معتبر لوگوں پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور عصری رقابتیں اڑے نہیں آسکیں گی۔ اگر اعلان میں کچھ تاخیر ہو گئی تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ مشرق سے مغرب تک رات کی گردش زیادہ سے زیادہ ۱۲ گھنٹوں میں ختم ہو جاتی ہے۔ تمام زمین اتنی ہی ہے، دن کی گردش بھی بارہ گھنٹوں میں پوری ہوتی ہے۔ چوبیس گھنٹوں میں دونوں گردشیں ختم ہو جاتی ہیں اس لئے رات کے کسی حصہ میں دنیا کو مطلع کیا جاسکتا ہے۔ دن نکلنے اور تاریخ بدلنے

سے پہلے ہم اپنی تاریخ ایک بنا سکتے ہیں، تمام خوشیوں کو اپنا سکتے ہیں۔ نیک نامیوں
اتحاد و محبت اور ایک مسلکی کو زندہ کر سکتے ہیں“ (صفحہ ۱۹، رسالہ مذکور)
مذکورہ بالا اقتباسات رسالہ مذکورہ کا پچھڑا حصہ ہیں۔ ان اقتباسات میں خط کشیدہ الفاظ خصوصی
توجہ کے مستحق ہیں، انہی پر ہم تبصرہ کریں گے۔

راحتہ العوام کے اقتباسات پر تبصرہ

اقتباس نمبر ایک میں آپ نے دونوں باتوں کا اکٹھا ذکر کر دیا ہے۔ حالانکہ ”نیا چاند“ اور ”نئے
چاند کا نظر آنا“ دو الگ الگ امور ہیں اور ان کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے اس لئے ہم نئے چاند کی بات
چھوڑ کر نئے چاند کے نظر آنے کے متعلق احادیث پیش کرتے ہیں کیونکہ ”نئے چاند“ کی شرعی حیثیت
کچھ نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اختلاف مطلع کے اعتبار پر شرعی دلائل

۱- عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تصوموا
حتیٰ تروا الهلال ولا تفتروا حتیٰ تروا فان غم علیکم فاقدروا لہ و
قال الشهر تسع وعشرون لیلة فلا تصوموا حتیٰ تروہ فان غم علیکم
فاکملوا العدة ثلاثین“ (بخاری و مسلم)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے فرمایا: ”جب تک نیا چاند نہ دیکھ لو، روزے رکھنا مت شروع کرو اور جب
تک نیا چاند دیکھ نہ لو، روزے مت چھوڑو، اگر ابر محیط ہو جائے تو اس مہینہ کو پورا
ہونے دو“ اور فرمایا ”مہینہ انیس^{۲۹} رات کا بھی ہوتا ہے۔ سو جب تک نیا چاند دیکھ
نہ لو، روزے رکھنا مت شروع کرو۔ پھر اگر ابر محیط ہو تو تیس^{۳۰} رات کی گنتی پوری کرو“

۲- جو لوگ ”چاند دیکھنے سے پہلے روزے شروع کریں یا عید منائیں وہ آپ کے نافرمان ہیں۔ ارشاد نبوی ہے:

”وعن عمار بن یاسر قال من صام الیوم الذی یشک فیہ فقد عصی ابا القاسم

صلی اللہ علیہ وسلم“ ابو داؤد، ترمذی، نسائی، دارمی، ابن ماجہ)

”عمار بن یاسر فرماتے ہیں، ”جس شخص نے شک کے دن روزہ رکھا اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کی“

۲- "عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صوموا لرویتہ وافطروا لرویتہ فان عمر علیکم فاکملوا عداۃ شعبان ثلاثین" (بخاری، مسلم)

"حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، نئے چاند کو دیکھ کر روزے رکھو اور نیا چاند دیکھ کر ہی افطار کرو۔ اگر کسی وجہ سے چاند نظر نہ آسکے تو شعبان کے ۳۰ دن پورے کرو۔"

۳- اختلافِ مطالع کو سب ائمہ محدثین معتبر سمجھتے تھے۔ امام ترمذی، ابو داؤد اور امام نووی شارحِ مسلم سب نے اس موضوع پر الگ الگ باب قائم کئے ہیں۔ درج ذیل حدیث ان سب کتبِ احادیث میں موجود ہے :

"عن کویب ان امر الفضل بنت الحارث بعثته الی معاویۃ بالشام قال فقد مت الشام فقضیت حاجتها واستهل علی رمضان وانا بالشام فرأیت الهلال لیلة الجمعة ثم قدمت الی المدینہ فی آخر الشهر فسألنی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ثم ذکر الهلال فقال متی رأیتم الهلال؟ فقلت رأیناہ لیلة الجمعة فقال انت رأیتہ؟ قلت نعم! راہ الناس وصاموا وصام معاویۃ۔ فقال لکتا رأیناہ لیلة السبت فلا تزال نصور حتی تکمل ثلاثین اوراہ" فقلت: اولان تکفنی برویتہ معاویۃ و صیامہ؟ فقال لا، ہکذا امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

"کریب کہتے ہیں کہ ام الفضل بنت الحارث نے مجھے شام میں حضرت معاویہؓ کے پاس بھیجا میں وہاں گیا اور اس کا پورا کیا۔ وہیں رمضان کا چاند نظر آیا۔ جبکہ میں شام میں تھا۔ میں نے خود بھی جمعہ کی رات کو چاند دیکھا۔ پھر آخر ماہ (رمضان) میں مدینہ آیا۔ تو حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے چاند کب دیکھا تھا؟ میں نے کہا، ہم نے جمعہ کی رات کو دیکھا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا۔ "کیا تم نے خود بھی دیکھا تھا؟ میں نے کہا، "ہاں! اور بہت سے لوگوں نے بھی دیکھا اور اس کے مطابق روزے رکھے۔ خود حضرت امیر معاویہؓ نے روزہ رکھا۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا۔ ہم نے تو ہفتہ کی رات چاند دیکھا، ہم تیس روزے مکمل کریں گے اللہ

کہ خود چاند دیکھ لیں۔ میں نے کہا، آپ حضرت معاویہؓ کی روایت کا اعتبار نہیں کرتے؟ انہوں نے فرمایا، نہیں یہ بات نہیں (بلکہ) ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا ہی حکم فرمایا ہے!

ظاہر ہے کہ یہاں حضرت ابن عباسؓ نے روایت کی شہادت کو غیر معتبر قرار نہیں دیا۔ بلکہ مطلع کے اختلاف کی بنا پر اہل شام کی روایت کو اپنے علاقہ کے لئے معتبر نہیں سمجھا۔ اور ساتھ ہی یہ وضاحت بھی فرمادی کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ یہ حدیث اختلاف مطالع پر ایک صریح دلیل ہے۔ دمشق (شام) مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ دونوں سے ۵ درجے طول بلد مغرب کو ہے۔ یہ دونوں مقامات مقدسہ تقریباً ۲۰ درجے طول بلد شرقی پر واقع ہیں جبکہ دمشق ۳۵ درجے طول بلد شرقی پر واقع ہے۔ اگر مشرق میں واقع ہوتا تو مطلع کے اختلاف کی گنجائش نہ تھی۔

۴۔ مطلع کے اختلاف سے متعلق امام ابی شیبہؒ نے "المصنف" میں یہ حدیث درج فرمائی ہے:

"حدثنا ابن ادریس عبد اللہ بن سعید قال ذکرنا بالمدینۃ رؤیۃ الہلال
وقالوا اهل استاۃ قد رأوه : فقال القاسم والسالم: مالنا ولاهل استاۃ؟
عبد اللہ بن سعید فرماتے ہیں، مدینہ میں روایت ہلال کی بات چھڑی۔ کچھ لوگوں نے کہا
کہ اہل استاۃ نے چاند دیکھ لیا ہے۔ قاسم اور سالم دونوں نے فرمایا، ہمارا اہل استاۃ
سے کیا تعلق اور واسطہ؟"

ان احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ اپنے علاقہ کی شہادت کو معتبر سمجھتے تھے۔ دوسرے علاقہ کی شہادت سے انہیں کچھ دلچسپی نہ تھی۔ ان احادیث کی روشنی میں اب رسالہ مذکورہ کے اقتباس کی عبارت دوبارہ ملاحظہ فرمائیے کہ:

"روایت ہلال کی حقیقت یہ ہے کہ اس میں دراصل کسی کا اختلاف نہیں ہے متفقین
متاخرین، فقہائے کرام، علمائے سنی، علمائے شریعت، حنفی، مالکی، حنبلی سب کا اس
پر اتفاق ہے کہ دنیا کے کسی کونے میں بھی چاند نظر آجائے اور اس کا فیصلہ شریعت
کے مطابق ہو جائے یعنی شہادت تیسر ہو جائے، جہاں جہاں بھی اس کی اطلاع ہو
جائے تو اس پر عمل کرنا سب پر لازم و واجب ہے!"

ہم بوجہ طوالت ائمہ کے اقوال سے صرف نظر کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک اقوال کے
مقابلہ میں احادیث بہت زیادہ معتبر ہیں۔ دوسرے اس وجہ سے بھی کہ اگر تمام ائمہ کے اقوال کا احاطہ

کیا جائے تو یہ اقوال، فتاویٰ بھی ۸۰ فیصد کے لگ بھگ صاحب رسالہ کے نظریے کے خلاف وارد ہیں۔ اب ہم یہ دیکھیں گے کہ صاحب موصوف نے تمام کتابوں کے حوالہ جات سے جو مطلع کا اختلاف کو غیر معتبر قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ ”یہ مسئلہ عربی، فارسی، اردو کی سب کتابوں میں موجود ہے تو یہ سب کتب کون کون سی ہیں اور ان حوالہ جات کی حقیقت کیا ہے؟

اتفاق سے ان حوالہ جات میں حدیث کے ایک ٹکڑے کے اردو ترجمہ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ لہذا پہلے وہی ملاحظہ فرمائیے۔ فرماتے ہیں:

”مثلاً مغربی دنیا میں چاند دیکھا گیا، مشرق میں نظر نہیں آیا۔ اور پھر مشرق والوں کو مغرب والوں کے دیکھنے کی خبر معتبر ذرائع سے پہنچ جائے تو اس پر عمل کرنا لازم ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان جو کتب احادیث میں موجود ہے ”کہ روزہ رکھو چاند دیکھنے سے اور افطار کرو چاند دیکھنے سے“ تو چاند کا دیکھنا عام ہے کہ دنیا کے کسی حصے میں چاند دیکھا جائے تو اس پر عمل کرنا لازم ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے اور حنفی، مالکی، حنبلی مذاہب کا اس پر اتفاق ہے اور یہی حقیقت ہے“ (صفحہ ۷، رسالہ مذکور)

حدیث کا ترجمہ تو صرف یہ ہے کہ ”روزہ رکھو چاند دیکھنے سے اور افطار کرو چاند دیکھنے سے“ اس مغہوم سے تو کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف ہے تو صرف اس مشرق اور مغرب سب کو ایک کر دینے پر ہے۔ یہ مشرق و مغرب اور پوری دنیا کے الفاظ کون سی دلیل کے تحت درمیان میں آگئے؟ — اگر یہی طرز استدلال ہو تو پھر آخر کیا کچھ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں کیا جاسکتا؟

آپ نے ائمہ کے فتاویٰ کے جو حوالہ جات پیش کئے ہیں جو تمام عربی، فارسی، اردو کی کتابوں کو محیط ہیں، صرف چھ ہیں:

فتاویٰ عربی درمختار، فتاویٰ شامی ردالمحتار، خلاصۃ الفتاویٰ، فتاویٰ عالمگیری، عزیز الفتاویٰ اور امداد الفتاویٰ — ان میں سے آپ نے وہ عبارات نقل فرمائی ہیں جو مفید مطلب ہیں۔ پھر ان عبارتوں سے جس طرح مطلب براری کی گئی ہے، اس کا نمونہ آپ اوپر ملاحظہ کر چکے ہیں۔

دیانت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ ایک مذہب یا ایک مصنف کے تمام اقوال بیان کر دیئے جائیں اور پھر نتیجہ اخذ کیا جائے۔ یہ طریق پسندیدہ نہیں کہ جہاں سے کوئی بات مفید مطلب ملے ان سب کو اکٹھا کر کے اپنے مخصوص نظریہ کی حمایت میں پیش کر دیا جائے — اس بات سے انکار نہیں

کیا جاسکتا کہ ائمہ کی ایک قلیل تعداد نے اختلافِ مطالع کو غیر معتبر سمجھا ہے لیکن بیشتر ائمہ کے اقوال، احادیث اور علمِ ہیئت کے اصول چونکہ اختلافِ مطالع کی تائید کرتے ہیں، لہذا ان چند اقوال کو کچھ اہمیت نہیں دی جاسکتی۔

اس عنوان کے تحت صاحب موصوف نے مطالع کے اختلاف کو خود ہی تسلیم بھی کر لیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

”مشرق و مغرب کی رویت میں اتنا فرق ضرور ہے کہ جس دن مغربی دُنیا میں چاند نظر آئے گا مشرق میں نظر نہیں آئے گا“
نیز یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ:

”حجاز میں جب غروبِ آفتاب کا وقت ہوتا ہے۔ ہمارے یہاں رات کے دس بج چکے ہوتے ہیں۔ اہل حجاز چاند دیکھ سکتے ہیں لیکن ہم نہیں دیکھ سکتے“

گویا ہماری رویتِ اہل حجاز کے مقابلہ میں دوسرے دن ہوگی۔ اب اس دورنگی کا، جسے آپ علماء کی معتبری، تنگ نظری اور فساد فی الارض سے تعبیر کرتے ہیں“ کا یہ حل پیش فرمایا ہے کہ:

”حکومتِ حجاز رویتِ ہلال کے بعد فوراً اعلان کر دے، ہمیں گو اس اعلان کی خبر عشاء کے بعد ملے گی اور ہم ذرا دیر سے اعلان کر سکیں گے۔ تاہم اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ مشرق سے مغرب تک رات کی گردش زیادہ سے زیادہ ۱۲ گھنٹوں میں ختم ہو جاتی ہے۔ تمام زمین اتنی ہی ہے۔ دن کی گردش بھی ۱۲ گھنٹوں میں پوری ہوتی ہے۔ چوبیس گھنٹوں میں دونوں گردشیں ختم ہو جاتی ہیں۔ اس لئے رات کے کسی حصہ میں ساری دُنیا کو مطلع کیا جاسکتا ہے۔ دن نکلنے اور تاریخ بدلنے سے پہلے ہم اپنی تاریخ ایک بنا سکتے ہیں۔۔۔۔!“

اس حل میں الفاظ کے چکر میں پڑ کر کوئی مطمئن ہو جائے یا اپنے آپ کو مطمئن کرنے کی کوشش کر لے تو الگ بات ہے ورنہ تھوڑا سا غور کرنے سے اس حل کی سطحیت کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ ضروری تو نہیں کہ سب سے پہلے چاند اہل حجاز ہی کو نظر آئے (جیسے حضرت معاویہؓ

۱۷۔ یہ رات اور دن کی الگ الگ گردشوں والا لطیفہ بھی کیا خوب بیان فرمایا ہے۔ اور اس کی حقیقت کو بھی یہ رئیس المفکرین بھی بہتر جان سکتے ہیں۔

کے دور میں چاند شام میں نظر آگیا لیکن حجاز میں نظر نہیں آیا، یہ بھی تو ممکن ہے کہ چاند سب سے پہلے لندن میں نظر آئے۔ اگر ایسی صورت ہو تو دنیا بھر کے لئے اعلان کون کرے گا؟ اور کہاں سے ہوگا؟

اہم بفرض تسلیم سمجھ لیتے ہیں کہ لندن کے مسلمان حجاز کی حکومت کو فوراً رویتِ ہلال سے مطلع کرتے ہیں تو جب لندن میں شام کے چھ بجے ہوں گے، حجاز میں ۹ بجے رات کا وقت ہوگا اور پاکستان میں ۱۱ بجے رات، جاپان میں صبح کے ۳ بجے، جب وہ لوگ روزہ رکھ چکے ہوں گے اور آسٹریلیا میں ۱۰ بجے، جبکہ یہاں کے لوگوں کو روزہ رکھے ۶ گھنٹے گزر چکے ہوں گے۔ جب یہ اعلان آسٹریلیا میں سُننا جائے گا تو وہاں کا مسلمان کیا کرے گا؟ آیا روزہ توڑ دے اور اسی دن عید پڑھے یا دوسرے دن؟

— اہل حجاز سے دونوں صورتوں میں مطابقت ناممکن ہے۔ پہلی صورت تو واضح ہے کہ یہ لوگ ایک دن پہلے عید پڑھیں گے۔ دوسری صورت میں یہ لوگ اس وقت عید پڑھیں گے جب اہل حجاز عید کا دن گزار کر رات کا ایک حصہ سوچکے ہوں گے۔ تو پھر یہ کیسا اتحاد اور کیا وحدت ہوئی؟ سوچنے کی بات ہے کہ اگر یہ وحدت ممکن ہوتی تو پھر گھڑیوں کو آگے پیچھے کرنے اور بین الاقوامی تاریخی خط تجویز کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ صاحب رسالہ مذکور نے اس مشکل کا حل پیش کرتے وقت صرف حجاز اور پاکستان ہی کو کیوں ملحوظ رکھا ہے؟ ظاہر ہے کہ اگر وہ امریکہ یا جاپان یا آسٹریلیا کے وقت کا حجاز کے وقت سے مقابلہ کرتے تو اس مشکل کے حل میں مزید مشکل پیدا ہوتی تھی۔ لہذا انہوں نے اس طرف سے صرف نظر میں ہی عافیت سمجھی۔

مذہبی تہواروں میں وحدت و اتحاد | یہ سب تجاویز "اتحاد بین المسلمین" کے نام پر پیش کی جاتی ہیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ آیا اسلام نے تہواروں میں اس قسم کی وحدت کو کچھ اہمیت بھی دی ہے؟ ظاہر ہے کہ اگر فی الواقعہ یہ کوئی اہم چیز ہوتی تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، صحابہ کرام، خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین ضرور اس اہم کام کی طرف توجہ فرماتے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیسویں رمضان کا روزہ رکھا تھا، رویت ہلال کی اس پاس سے شہادتِ بل گئی تو آپ نے روزہ افطار کرنے کا حکم دیا اور بوجہ دیر عید دوسرے روز کی۔ اگر وحدتِ عید اتنی ہی اہم چیز تھی تو آپ عید کی نماز دیر سے بھی پڑھ سکتے تھے۔ عید کی نماز آخر نقلی نماز ہے (اور عید الاضحیٰ تو حجاج کے پروگرام میں سرے سے شامل ہی نہیں) تو معمولی تاخیر کے لئے اتحاد بین المسلمین جیسے "عظیم مقصد" کا کیوں لحاظ نہ رکھا گیا؟

حضرت کریم والے واقعہ میں حضرت ابن عباسؓ کو جب مکمل شرعی شہادت کا ثبوت مل

گیا تو کیا آپ نے یا حضرت معاویہؓ نے وحدتِ عید کی کوشش فرمائی؟ وہ لوگ اسلامی روح کو ہم سے بدرجہا بہتر سمجھتے تھے اور بھلائی کے کاموں پر حریص بھی بہت زیادہ تھے اور اس کام کو سراہنا ہم دینے کے لئے وقت بھی موجود تھا۔

حضرت عمرؓ جیسے مفکر اور مدبر، جو مصالحِ عامہ کے پیشوا اور امور کے موجد سمجھے جاتے ہیں، مدینہ میں رہ کر لاکھوں میل پھیلی ہوئی سلطنت پر حسن و خوبی سے کنٹرول کیا۔ آپؓ اگر چاہتے تو کیا ”اتحادِ بین المسلمین“ کے اس ذریعہ پر عمل درآمد نہ کر سکتے تھے؟ بات بات پر مجلسِ شوریٰ بلا کر فوری فیصلہ صادر فرما دیا کرتے تھے مگر کبھی وحدتِ عید یا رمضان کا مسئلہ زیر بحث نہ آیا۔ اگر اس دور میں بھی ایسی مثال نہیں ملتی تو آج اس مسئلہ پر اس قدر اصرار کیوں ہے؟

اسلام میں عیدین کی حیثیت عبادت اور شکرانہ کی نماز ادا کرنے کی ہے، جشن منانے کی نہیں ہے۔ اسلام نے ان دنوں میں عید کی نمائندگی علاوہ اور کوئی پروگرام پیش نہیں کیا۔ اور حجاج کرام کے لئے دوسرے سے نماز عید الاضحیٰ حج کے ارکان میں شامل ہی نہیں ہے۔

اتحادِ بین المسلمین کے لئے شریعتِ مطہرہ نے جن امور کی تاکید فرمائی ہے، ان میں فرقہ پرستی سے اجتناب، فرض نمازوں کی باجماعت ادائیگی، نظامِ زکوٰۃ کا قیام، حج کا اجتماع اور ایسے دوسرے بہت سے امور ہیں، ان پر تو آج کا مسلمان کچھ توجہ دینے کو تیار نہیں ہے۔ لیکن دوسرے مذاہب کی دیکھا دیکھی، جن کی مذہبی دلچسپی کی انتہا ہی مذہبی تہوار منانے تک محدود ہے، عیدین وغیرہ میں وحدت پر زور دے رہا ہے اور یہ مذاہب سے بیگانگی کا لازمی نتیجہ ہے کہ انسان اہم امور سے قطع نظر کر لیتا ہے اور اپنا سارا زور غیر اہم امور پر صرف کرنے لگتا ہے۔

TRUEMASLAK @ INBOX . COM

باب

اسلام اور موجودہ سائنسی نظریات

اس سلسلہ میں یہ بات ملحوظ رکھنا مزوری ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور یہ کائنات اور اس میں وقوع پذیر ہونے والے تمام حوادث اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور اللہ تعالیٰ کے فعل اور قول میں تضاد ناممکن ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کا کوئی قول حقیقت کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-
 وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا ۝۲۲۲ اور کسی بھی بات میں اللہ سے بڑھ کر سچا کون ہو سکتا ہے۔

لہذا اگر کسی واقعہ یا نظریہ میں ہیں قرآن کریم یا کسی صحیح حدیث کی رو سے تضاد تعارض و تضاد کی وجہ | یا تعارض نظر آ رہا ہو تو اس کی دو ہی وجوہ ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ قرآنی آیت یا صحیح حدیث کے الفاظ میں ایسی تاویل کی گنجائش موجود ہو جس کی اس سے پیشتر ضرورت ہی پیش نہ آئی ہو۔ اور جب اس سے متعلق کوئی واقعہ رونما ہو تو تب ہی ان الفاظ کا مفہوم ذہن میں آتا ہے۔
 اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ نظریہ بذات خود تجرباتی دور سے گزر رہا ہو اور اپنے مشکوک ہونے کی بنا پر ابھی تک نظریہ کی حد سے آگے نہ بڑھ سکا ہو۔ یا جو کچھ بیان کیا جا رہا ہو اس کی بنیاد محض ظنون و قیاسات ہوں۔ جبکہ وحی یقینی علم مہیا کرتی ہے۔ اور انسان کی جھلکتی ہوئی عقل کے مدتوں کے سفر کو قریب تر کر دیتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَهُمْ بَيِّنَاتٌ وَيُحِيطُوا
 بِعَلِيمِهِ ۚ وَلَسْنَا يَا بَرِّمُ تَأْوِيلُهُ -
 بلکہ انہوں نے ہر اس بات کو جھٹلادیا جس کا وہ
 اس چیز کے حقیقی علم سے احاطہ نہ کر سکے حالانکہ اس
 کی حقیقت ابھی ان پر کھلی ہی نہیں تھی۔
 (۱/۲۹)

اور یہ ہے بھی حقیقت کہ کسی چیز کے متعلق انسان کا علم خواہ کتنا ہی ترقی کر جائے وہ محدود ہی ہوگا اور اس کے بعد بھی اس چیز کے متعلق مزید انکشافات ہوتے رہیں گے جبکہ اللہ تعالیٰ کا علم لامحدود ہے اور

وہ اس چیز کا خالق ہے۔ جو کچھ وہ جانتا ہے دوسرا کوئی جان نہیں سکتا۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک نہایت جامع اور بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس سے سامعین بہت متاثر ہوئے۔ ان سامعین میں سے کسی نے حضرت موسیٰ سے پوچھا ”کیا اس دنیا میں آپ سے بڑھ کر بھی کوئی عالم ہے؟“ حضرت موسیٰ نے جواب دیا۔ ”نہیں۔“ اللہ تعالیٰ کو موسیٰ کا یہ جواب پسند نہ آیا۔ لہذا انہیں حکم دیا کہ وہ ہمارے فلاں بندے (حضرت خضرؑ) کو جا کر ملیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک ہمسفر اپنے ساتھ لیا اور بہت مشقت کے بعد حضرت خضر کو ملنے میں کامیاب ہوئے۔ ابتدائی گفتگو کے بعد ان کے ساتھ سفر کا آغاز کیا۔ دوران سفر تین ایسے واقعات پیش آئے جو صریحاً خلاف عقل تھے۔ لہذا حضرت موسیٰ نے فوراً ان پر اعتراضات کر دیئے جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ بعد حضرت خضر نے ان واقعات کی تاویل سے مطلع کرنے کے بعد فرمایا: ”موسیٰ! میرا علم اور تمہارا علم دونوں بل کر اللہ کے علم کے مقابلہ میں ایسے ہی ہیں جیسے اس سمندر کے مقابلہ میں پانی کا ایک قطرہ“

یہ واقعہ قرآن کریم اور کتب احادیث میں تفصیل سے مذکور ہے اور اسے بیان کرنے سے غرض یہ ہے کہ جب انسان کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں اتنا کم ہے تو پھر کم از کم ایک مسلمان کو کیا حق ہے کہ وہ کتاب اللہ یا کسی صحیح حدیث کے مقابلہ میں اپنے یا دوسرے لوگوں کے علم اور نظریات پر انحصار کرے۔

پہلی وجہ کی چند مثالیں | اب ہم پہلے، پہلی صورت کی چند مثالیں پیش کریں گے، پھر اس کے بعد سائنسی نظریات کی۔ کیونکہ سائنسی نظریات میں ان دونوں صورتوں کا امکان موجود ہوتا ہے۔

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ تو یہ صدمہ تمام صحابہ کیلئے ایسا جانکاہ تھا کہ بعض صحابہ کے اوسان خطا ہو گئے۔ دوسروں کا کیا ذکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے فہیم اور مدبر صحابی کھڑے ہو کر خطبہ دینے لگے کہ ”جو شخص یہ کہے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں۔ میں اس کی گردن اڑا دوں گا“

اتنے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور آتے ہی یہ آیت پڑھی :-

مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ
قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَمَاتَ أَوْ قُتِلَ لَأَنقَلِبَنَّ
عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ (۳۱/۳)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک رسول ہی ہیں جن سے پہلے ہی رسول فوت ہو چکے ہیں۔ اگر وہ فوت ہو جائیں یا مارے جائیں تو کیا تم اٹھے پاؤں پھر جاؤ گے؟ صحابہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت سنائی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ آیت

آج ہی نازل ہوئی ہے۔ پھر جسے دیکھو وہ یہی آیت پڑھ رہا تھا۔ حالانکہ یہ آیت مدتوں پہلے نازل ہو چکی تھی۔ مگر اس کی سمجھ اس وقت آئی جب آپ فی الواقع وفات پا گئے۔ یہ ہے مطلب و لہذا یا تمہم تاویلہ کا۔

۲۔ اس کی دوسری مثال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عراق کی مفتوحہ زمینوں کو قومی ملکیت میں لینا ہے۔ مجاہدین اور بعض جلیل القدر صحابہ اس بات پر مقرر تھے کہ یہ زمینیں بھی مجاہدین میں تقسیم ہونا چاہئیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی مفتوحہ زمین مجاہدین میں تقسیم کر دی تھی۔ جبکہ حضرت عمرؓ کسی مصلحتوں کی خاطر ان زمینوں کو قومی تحویل میں لینا چاہتے تھے اور اس کے لئے کئی عقلی دلائل بھی دیتے تھے۔ دونوں طرف سے اس معاملہ نے کافی طول کھینچا جو کسی صورت ختم ہونے میں نہ آ رہا تھا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کو سورۃ حشر کی ایک آیت کا ایسا ٹکڑا سبھا دیا جو اس معاملہ میں قول فیصل کا درجہ رکھتا تھا۔ اور وہ الفاظ یہ تھے وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ (۱۰/۵۹) (یعنی بعد میں آنے والے لوگ بھی ان اموال میں شریک ہو سکتے ہیں) یہ ایسی دلیل تھی جس کے سامنے سب کو سر تسلیم خم کرنا پڑا اور حضرت عمرؓ نے ان زمینوں کو قومی ملکیت قرار دے دیا۔

اب مسئلہ قابل غور یہ ہے کہ یہ الفاظ تو مدتوں پہلے نازل ہو چکے تھے جنہیں حضرت عمرؓ سمیت سب صحابہ سینکڑوں بار پڑھ چکے ہوں گے لیکن ان کے اطلاق (IMPLICATION) کا معاملہ ابھی تک سامنے آیا ہی نہ تھا۔ اور جب معاملہ سامنے آ گیا تو ان الفاظ کا مفہوم بھی اللہ تعالیٰ نے سمجھا دیا۔ اور یہی مطلب ہے وَكَتَبْنَا يَا تَارِہِمُ تَاوِيلَهُ كَا۔

۳۔ دور حاضر میں اس کی مثال یہودیوں کی سلطنت اسرائیل کا قیام ہے۔ مدتوں یہی سمجھا جاتا رہا کہ یہودی چونکہ ایک مفضوب علیہ قوم ہے اور ذلت اور مسکنت اس کے مقدر کر دی گئی ہے۔ لہذا یہ کبھی حکمران نہیں بن سکتے۔ اور جب ان کی سلطنت قائم ہو گئی تو بہت سے اہل علم کے بھی چھٹکے چھوٹ گئے کہ یہ کیا بن گیا؟ یہ بات تو قرآن کے خلاف ہے حالانکہ قرآن ہی میں آگے یہ الفاظ بھی موجود ہیں :-

اَلَا يَحِبُّلِ مِّنَ اللّٰہِ وَحَبِیْلِ مِّنَ النَّاسِ (۱۱۷/۱۱) اَلَا یَہ کہ اللہ کی یا لوگوں کی پناہ میں آجائیں۔

ان الفاظ کی رو سے دو صورتوں میں یہودی سلطنت وجود میں آ سکتی ہے ایک یہ کہ وہ اللہ کے دین پر کار بند ہو جائیں اور کم از کم اپنی طرف منزل من اللہ کتاب پر پوری طرح عمل پیرا ہوں۔ اور دوسرے یہ کہ دوسرے لوگوں کی حکومتوں کی شہ پر ان کی سلطنت قائم ہو سکتی ہے۔ اور واقع ہے بھی ایسا ہی کہ یہ سلطنت برطانیہ، فرانس اور امریکہ کی شہ پر قائم ہوئی۔ پھر روس بھی ان کا ہمنوا بن گیا۔ اور تمام اسلام دشمن

ماتقول نے مل کر اسلامی ممالک کے وسط میں اسرائیل قائم کر کے مسلمانوں پر خطرناک وار کر دیا۔
غور فرمائیے آیت کے مندرجہ الفاظ نازل تو دور نبوی میں ہوئے تھے جنہیں مسلمان بر دور میں
پڑھتے رہے لیکن ان کے معانی کی طرف کسی نے کم ہی غور کیا ہوگا۔ پھر جب یہود کی سلطنت قائم ہو گئی
تو یہ الفاظ بھی سامنے آگئے۔ یہ ہے دلہا یا تہم تاویلہ کا مطلب۔

اسی طرح جب موجودہ دور میں انسان چاند پر پہنچ گیا۔ تو کئی لوگ اس سے سخت حیران و پریشان
ہو گئے۔ اور اس حقیقت کا ہی انکار کرنے لگے وہ یہ سمجھتے تھے کہ انسان زمینی حدود سے آگے نہیں جاسکتا۔
ان کی وجہ استدلال یہ آیت تھی :-

يَمْعُرَ الْجَنَّةَ وَالْإِنْسَانُ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ
تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
فَأَنْفُذُوا وَلَا تَنْفُذُوا إِلَّا بِسُلْطٰنٍ ه (۳۸/۵۵)

اے جنوں اور انسانوں کی جماعت اگر تم اس بات کی
طاقت رکھتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے آ پانگل
جاؤ۔ تو نکل جاؤ۔ مگر زبردست قوت کے بغیر تم نکل نہیں سکتے۔

غور فرمائیے اس آیت میں کوئی ایسی بات نہیں جو انسان کو زمین کی حدود ہی تک محدود رہنے کی
پابند بناتی ہو اور اگر کوئی شخص ایسا سمجھتا ہے تو یہ اس کی اپنی کم فہمی ہے۔ کیونکہ آیت بالا میں آسمانوں اور
زمین کے اقطار کا ذکر ہے صرف زمین کا نہیں۔ لہذا اگر کوئی شخص چاند یا کسی دوسرے سیارے تک پہنچ
جائے تو وہ اقطار السموات والارض سے باہر نہیں گیا۔ دوسرے اس آیت میں یہ بھی مذکور ہے کہ سلطان
(قوت۔ زور۔ غلبہ) سے تم اقطار السموات والارض سے آگے بھی جاسکتے ہو۔ اسی دور میں علامہ اقبال نے
یہ شعر کہا تھا

سبق بلا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ سے مجھے کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گزروں
اندریں صورت یہ بات پوری طرح سمجھ لینا چاہیے کہ جب کوئی ایسا واقعہ یا نظریہ درپیش آئے جو
بظاہر اسلام کے خلاف معلوم ہوتا ہو تو اسے فی الواقعہ اسلام کے خلاف نہ سمجھ لینا چاہیے بلکہ اس کی تاویل
پر غور کرنا چاہیے یا تاویل کا انتظار کرنا چاہیے اور ایسی صورت حال کو اپنی کم علمی اور کم فہمی پر محمول کرنا چاہیے
کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قول اور فعل میں کبھی تضاد واقع نہیں ہو سکتا۔ اور اگر وہ فی الواقعہ اسلام کے خلاف ثابت
ہو جائے تو دلائل کے ساتھ ایسے نظریہ کی پر زور تردید کرنا چاہیے۔

ان مثالوں کے بعد اب دوسری صورت کی وہ مثالیں پیش کرتے ہیں جو موجودہ سائنسی نظریات
سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی وضاحت کریں گے کہ اسلامی نقطہ نگاہ سے ان کی کیا حیثیت
ہے۔

موجودہ نظریات اور اسلامی نظریات کا تقابلی مطالعہ

۱- تخلیقِ آدم | سب سے پہلے انسان ہی کو لیجئے جسے اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ قرآن کی صراحت کے مطابق اسے اپنے ہاتھ سے بنایا اور پھر اس میں اپنی رُوح پھونکی۔ یاد رہے کہ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی دوسری مخلوق کے لئے استعمال نہیں فرمائے۔ لیکن اہل مغرب کی ستم ظریفی یہ ہے کہ انہوں نے انسان کو کبھی حیوانیت کی سطح سے بلند ہونے ہی نہیں دیا۔ ارسطو نے انسان کو حیوانِ ناطق کہا۔ ڈارون نے اسے بندر کی اولاد یا اس کی نسل سے قرار دیا۔ سگنڈ فرانڈ نے اسے محض شہوت کا پتلا سمجھا اور کسی دوسرے نے انسان کو دو ٹنگہ جانور قرار دیا۔ غور فرمائیے یہ ہیں وہ حضرات جن کی تحقیقات پر ایمان لانے کو ہم ہر وقت مستعد رہتے ہیں۔

ڈارون کا نظریہ ارتقاء انسانی یہ ہے کہ انسان جمادات، نباتات اور حیوانات سے ترقی کرتا کرتا عالم وجود میں آیا ہے۔ اس کے خیال کے مطابق زندگی کا آغاز سمندر کے کنارے کانسی سے ہوا۔ جبکہ قرآن کریم میں یہ صراحت موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کھنکھناتی مٹی سے بنایا۔ اس میں اپنی رُوح پھونکی۔ لیکن ڈارون صاحب انسان کو بندر یا سنگور کی اولاد قرار دیتے ہیں۔ یا انہی کی نسل سے شمار کرتے ہیں۔

مذہب سے بیزار اور منکرینِ خدا قسم کے لوگوں میں یہ نظریہ بے حد مقبول ہوا۔ حتیٰ کہ اہل مغرب کی تعلیم میں ہمارے ہاں بھی کالجوں میں اس نظریہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ تاہم اس نظریہ پر ویسے ہی مذہب سے بیزار اور مادہ پرست لوگوں کی طرف سے اس قدر اعتراضات وارد ہو چکے ہیں جنہوں نے اس نظریہ کے انجریہ پنجر تک کو ہلاک رکھ دیا ہے۔ ایسے اعتراضات کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ اور میں یہ تفصیل اپنے ایک مضمون ”مسئلہ ارتقاء“ میں پیش کر چکا ہوں۔ جو متعدد رسائل میں چھپ چکا ہے۔

آغازِ کائنات کے متعلق سائنسی نظریہ | کائنات کے آغاز سے متعلق پہلے ہم عالمی معلومات و مختصر انسائیکلو پیڈیا۔ مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ سے ایک اقتباس

پیش کرتے ہیں :-

”ماہرینِ فلکیات کے خیال میں اب سے کوئی ایک کھرب سال پہلے کائنات میں ستاروں، سورج اور دوسرے اجرامِ فلکی کا وجود نہ تھا۔ اس وقت کائنات صرف روشنی (نور) کا ایک بیکراں سمندر تھی۔

لہٰذا نیز میری تعینف ”آئینہ پرویزیت“ کے دوسرے حصہ میں بھی یہ مضمون شامل کر دیا گیا ہے۔

روشنی توانائی ہی کی ایک صورت ہوتی ہے۔ یہ روشنی مادے کی ابتدائی شکل کی حیثیت سے ہائیڈروجن میں تبدیل ہوگئی۔“

”ہر مادی چیز کشش ثقل کے باعث دوسری مادی اشیاء کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ یہی حال ہائیڈروجن کے ذروں کا تھا۔ ہر ذرہ دوسرے ذروں کو اپنی طرف کھینچتا تھا۔ اس طرح تھوڑے سے ذرات نے متحد ہو کر ایک گولے کی شکل اختیار کر لی۔ اس گولے کی طاقت باقی ذرات سے بڑھ گئی اور اس کے نتیجے میں دوسرے ذرات اس گولے کی جانب کھینچنے لگے۔ پھر رفتہ رفتہ ساری ہائیڈروجن ایک مرکز پر جمع ہوگئی اور کائنات سمٹ کر ایک بہت بڑا گولہ بن گئی یہ گولہ اتنا بڑا تھا کہ ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ گولے کے چاروں طرف ایک بیکراں خلا تھا۔ جب ہائیڈروجن کے ذرات گرتے اور ایک دوسرے سے ٹکراتے تو حرارت پیدا ہوتی۔ رفتہ رفتہ درجہ حرارت بڑھ گیا اور یہ گولہ گرم ہو کر دھکنے لگا۔ پھر اس کا رنگ چمکدار سفید ہو گیا۔ درجہ حرارت کچھ اور بڑھا تو یہ گولہ برداشت نہ کر سکا۔ ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور گولہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ لاکھوں کروڑوں ٹکڑے فضائے بیسٹ میں اس طرح بکھر گئے جس طرح ایٹم بم کے ٹکڑے دھماکے کے بعد چاروں طرف پھیل جاتے ہیں۔ یہ ٹکڑے کہکشاں بن گئے اور کہکشاں آگے چل کر ایوبوں کھربوں ستاروں میں تقسیم ہوگئی۔ یہ اسی دھماکے کا اثر ہے کہ یہ کہکشاں آج بھی بجلی کی سی تیزی سے مرکز سے دُور ہٹ رہی ہیں اور مرکز کا پتہ چیلانا انسان کے بس کی بات نہیں۔ کائنات برابر پھیل رہی ہے اور کہکشاؤں نے مرکز سے دُور ہٹ کر گردش شروع کر دی ہے اور یہ گردش جب سے شروع ہوئی ہے، اس وقت سے اب تک ساری کائنات محو گردش ہے اور اب تک یوں ہی گردش میں رہے گی۔“ ۱۷

اس نظریہ پر تبصرہ | یہ طویل اقتباس ہم نے اس لئے پیش کیا ہے کہ آپ کو ان ماہر فلکیات اور سائنس دانوں کے طرز استدلال کی کیفیت کا علم ہو سکے۔ آپ درج نکات پر غور فرمائیے۔

۱۔ یہ چونکہ کسی ایک ماہر فلکیات کا نہیں بلکہ بہت سے ماہرین فلکیات کا خیال ہے۔ لہذا اس خیال میں اگرچہ خیال بذات خود غیر سائنٹیفک چیز ہے (کچھ وزن ضرور ہونا چاہیے۔ اور وہ خیال یہ ہے کہ ”ایک کھرب سال پہلے صرف روشنی ہی تھی اور کچھ نہ تھا۔ اور روشنی چونکہ توانائی ہی کی ایک صورت ہوتی ہے۔ لہذا یہ روشنی مادے کی ابتدائی شکل کی حیثیت سے ہائیڈروجن میں تبدیل ہوگئی۔“

اب سوال یہ ہے کہ اگر یہ مفروضہ صحیح بھی سمجھ لیا جائے تو روشنی خود بخود ہائیڈروجن میں کیسے تبدیل ہوگئی اور کیوں تبدیل ہوگئی؟ روشنی آج بھی ہر جگہ موجود ہے۔ تھوڑی مقدار میں بھی اور کثیر مقدار میں بھی۔ لیکن وہ از خود کبھی ہائیڈروجن میں تبدیل نہیں ہوتی جب تک کہ اس پر کیمیاوی عمل نہ کیا جائے۔ اس دور میں وہ خود کیسے تبدیل ہوگئی تھی؟ نیز کیا ایسی بات کو سائینٹیفک کہا جاسکتا ہے؟

۲۔ پھر مؤلف فرماتے ہیں کہ ”ہر مادی چیز کشش ثقل کے باعث دوسری اشیا کو اپنی طرف کھینچتی ہے“ اس سے معلوم ہوا کہ:-

(۱) ہر مادی چیز میں کشش ثقل ہوتی ہے۔
 (۲) اس کشش ثقل کے باعث ہر مادی چیز دوسری کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔
 مولف اس اصول کی بنیادی شق کو چھوڑ گئے جو یہ ہے کہ ہر بڑی چیز چھوٹی کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اور جب یہ ہائیڈروجن کے ذرات سب ایک جیسے اور فضا میں آزادانہ تیر رہے تھے۔ یہ گولہ بن کیسے گیا جو بالآخر اتنا بڑا ہو گیا جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

(۳) اس کے بعد لکھتے ہیں کہ ”اس گولہ میں حرارت پیدا ہوگئی جو بالآخر اتنی شدید ہوگئی جسے گولہ بڑا ہوا اور پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ پھر اس کے ٹکڑے فضا نے بسط میں اس طرح بکھر گئے جیسے ایم بم کے ٹکڑے دھماکے کے بعد پھیل جاتے ہیں۔ یہ ٹکڑے بکشتاں بن گئے“

اب دیکھئے بکشتاں کے ستاروں میں ایک خاص ترتیب اور نظم ہوتا ہے اور اسی وجہ سے ہم انہیں بکشتاں کہتے ہیں۔ ورنہ چاروں طرف بکھرے ہوئے ستاروں کو کوئی بھی بکشتاں نہیں کہتا۔ اور جو یہ ہائیڈروجن کا عظیم گولہ ایم بم کی طرح پھٹا تھا اور اس کے اجزاء چاروں طرف بکھر گئے ہوں گے جس طرح ایم بم کے اجزاء بکھر جاتے ہیں تو یہ از خود بکشتاں میں کیسے اور کیوں بنتے گئے؟ کیا یہ تصور سائینٹیفک ہے؟

(۴) پھر لکھتے ہیں: ”اور یہ بکشتاں آگے چل کر اربوں کھربوں ستاروں میں تقسیم ہوگئی“
 یعنی پہلے تو کشش ثقل کے باعث ہائیڈروجن کے ذرات متحد ہو کر گولہ بن گئے تھے۔ اب یہ بکشتاں کشش ہونے کے باوجود اربوں کھربوں ستاروں میں تقسیم ہوگئی۔ اور یہ تصور کشش والے اصول کی عین ضد ہے۔ حالانکہ موجودہ نظریہ کے مطابق ہر چیز میں کشش ثقل اور مرکز گریز قوت دونوں بیک وقت پائی جاتی ہیں۔ اور شدید قوت استعمال کئے بغیر انہیں جدا نہیں کیا جاسکتا۔

(۵) پھر لکھتے ہیں کہ ”یہ اسی دھماکے کا اثر ہے کہ یہ بکشتاں میں بجلی کی سی تیزی سے مرکز سے دُور

ہٹ رہی ہیں اور مرکز کا پتہ چلانا انسان کے بس کی بات نہیں۔ کائنات برابر پھیل رہی ہے۔ اور کھٹاؤں نے مرکز سے دُور ہٹ کر گردش شروع کر دی ہے اور جب سے یہ گردش شروع ہوئی ہے۔ اس وقت سے اب تک ساری کائنات محو گردش ہے اور اب تک یونہی گردش میں رہے گی۔“
اس اقتباس میں آپ دو باتیں غیر سائنٹیفک کہہ گئے جو یہ ہیں :-

(i) دھماکے کا اثر محض وقتی اور عارضی ہوتا ہے۔ جو دھماکے کے بعد اور اجزاء کے بکھرنے کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ اور اب تک جو کھٹائیں بجلی کی سی تیزی سے حرکت کر رہی ہیں۔ یہ محض اس دھماکے کا اثر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ یقیناً کوئی اور قوت ہے۔ جس کا تصور کرنا بھی سائنس دان غیر سائنٹیفک سمجھتے ہیں۔

(ii) اگر مرکز کا پتہ چلانا انسان کے بس کی بات ہی نہیں۔ تو یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ ان کھٹاؤں نے مرکز سے دُور ہٹ کر گردش شروع کر دی ہے۔ ممکن ہے وہ مرکز ہی کی طرف حرکت کر رہی ہوں۔ جب تک مرکز معلوم نہ ہو، دوری اور نزدیکی کا تصور ہی محال اور غیر سائنٹیفک ہے۔

کائنات کی وسعت اور انجام | پھر آگے چل کر لکھتے ہیں: ”کائنات کے آغاز اور اس کی وسعت کے متعلق اب تک کوئی ایسا نظریہ پیش نہیں کیا جاسکا جس پر

سارے سائنس دان متفق ہوں۔ ایک گروہ یہ نظریہ رکھتا ہے کہ کائنات کا کوئی آغاز نہیں نہ کوئی انجام ہے اور ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ یوں ہی رہے گی اور ایک گروہ اس کو متواتر تغیر پذیر ثابت کرتا ہے بیسویں صدی کے شروع میں آئن سٹائن نے ایک نیا نظریہ پیش کیا کہ کائنات کی کوئی شے ساکن نہیں اور تمام اجرام فکلی مستقل طور پر محو گردش ہیں۔ رہی اس کی وسعت کی بات تو اس سوال پر بھی سائنسدان دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔ ایک گروہ کا نظریہ یہ ہے کہ کائنات محدود ہے اور کسی جگہ پر ختم ہو جاتی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جہاں ختم ہوتی ہے اس کے آگے کیا ہے؟ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ کائنات لامحدود ہے وہ کہیں بھی ختم نہیں ہوتی۔ ہم جتنی بڑی دُور بین بنائیں گے اتنے ہی زیادہ ستارے ہمیں نظر آتے چلے جائیں گے اور یہ سلسلہ کہیں ختم نہ ہوگا۔“ (ایضاً ص ۵۸۴)

اس پورے اقتباس کو دو بارہ، سہ بارہ پڑھ کر بتلائیے کہ اس میں کوئی ایسی بات بھی نظر آتی ہے جو یقینی طور پر کہی جاسکتی ہو اور وہ سائنٹیفک بھی ہو؟ اس کے مقابلہ میں دجی ہر ایک جز کو مراحت کے ساتھ پیش کر دیتی ہے۔ جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہوتی۔ بلاشبہ اللہ کی ہستی اور اس کی قدرت پر ایمان لانا ایک غیر سائنٹیفک تصور ہے۔ لیکن اس ایمان کے بعد جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ یقینی علم ہوتا

ہے۔ خیالات اور ظنون و شبہات نہیں ہوتے۔ جبکہ ہمارے ماہرین فلکیات اور سائنس دان اللہ کی ہستی کا اس لئے انکار کرتے ہیں کہ یہ تصور مشاہدہ اور تجربہ میں نہیں آسکتا لہذا یہ غیر سائنٹیفک ہے۔ لیکن اس ایک غیر سائنٹیفک تصور کو چھوڑنے کے بعد خود بیسیوں غیر سائنٹیفک باتیں کئے جاتے ہیں جن کا نمونہ ہم نے اد پر پیش کر دیا ہے۔

اب ذرا نظام شمسی کے متعلق بھی سائنس دانوں کے نظریات درج ذیل اقتباس میں ملاحظہ فرمائیے۔

نظام شمسی کیسے وجود میں آیا؟ | اس الجھن میں مبتلا ہیں کہ وہ کیسے وجود میں آیا؟ اس سوال پر بھی وہ ایک نظریے پر متفق نہیں ہو سکے۔ بعض ہیئت دانوں کا خیال ہے کہ یہ نظام بتدریج ارتقائی منازل سے گزرا اور بعض یہ نظریے پیش کرتے ہیں کہ وہ یکایک وجود میں آگیا۔ (حوالہ ایضاً)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ نظام شمسی جو اس قدر مربوط اور منظم ہے، بغیر کسی ناظم اور منظم کے یکایک وجود میں کیسے آگیا۔ کیا دنیا میں کوئی ایسی چیز پائی جاتی ہے جو کمال درجہ کی منظم اور مربوط ہو۔ اور اس کا بنانے والا کوئی بھی نہ ہو۔ اور وہ از خود ہی یکایک وجود میں آجائے؟ اس سے زیادہ بھی کوئی بات غیر سائنٹیفک ہو سکتی ہے۔

پھر جو لوگ ارتقائی نظریے کے قائل ہیں ان کے بھی دو گروہ ہیں۔ انہیں پڑھ کر اور دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی دیوانے کا خواب ہو۔ مزید تفصیلات آپ خود مدکورہ کتاب سے ملاحظہ فرمائیے۔ ہم ان سے اس لئے صرف نظر کر رہے ہیں کہ ان میں جو کچھ توجیہات بیان کی گئی ہیں سب اوہام و ظنون اور قابل اعتراض ہیں۔ مختصر یہ کہ ہمارے نظام شمسی سورج سب سے پہلے یعنی آج سے ساڑھے چار ارب سال پہلے پیدا ہوا۔ پھر اس سے اس کے گرد گھومنے والے ستارے پیدا ہوئے۔ ہماری زمین بھی اسی سورج کا بچہ ہے اور چاند ہماری زمین کا بچہ ہے۔ اسی طرح دوسرے بھی کئی سیاروں کے بچے ہیں جو ان سے کٹ کٹ کر علیحدہ ہوتے رہے اور اب ان کے گرد گھوم رہے ہیں۔ یہ ہے موجودہ نظریہ کا ملخص۔

تخلیق کائنات اور قرآن

اب ہم کائنات کے آغاز تخلیق اور انجام کا شرعی نقطہ نظر سے مطالعہ کرتے ہیں۔ ارشاد باری سے:

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ - (۱۱۱) اور وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں (ادوار) میں بنایا اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔ اور اس کی مزید تفصیل حدیث میں یوں ہے کہ آپؐ نے فرمایا :-

كَانَ اللَّهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْئًا غَيْرُهُ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ وَكُتِبَ فِي الذِّكْرِ كُلِّ شَيْءٍ وَخَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ - (بخاری، کتاب ید الخلق)

(سب سے پہلے) اللہ کی ذات تھی اور اس کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس وقت اللہ کا عرش پانی پر تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو لوح محفوظ میں لکھ لیا اور آسمانوں کو زمین کو پیدا کیا۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا۔ اور اس سے کہا لکھو۔ قلم نے پوچھا۔ کیا لکھوں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قیامت تک پیش آنے والے تمام حوادث کی مقداریں لکھ دے۔“

اور قرآن میں تین مختلف مقامات پر یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کو چھ ایام (ادوار) میں پیدا کیا: (۲۵، ۲۲، ۳۸)

اس کی مزید تفصیل درج ذیل آیات میں ملاحظہ فرمائیے :-

قُلْ اِيَّتَكُمْ لَتَكْفُرُنَّ بِالَّذِي خَلَقَ الْاَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ وَجَعَلَ فِيهَا رِجَالًا مِّنْ فَوْقِهَا وَبُرُكٌ فِيهَا وَوَدَّ فِيهَا اَنْوَابَهَا فِي اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ سَوَاءً لِّلسَّائِلِينَ ۝ ثُمَّ اسْتَوَىٰ اِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ اَنْتِيَا طَوْهًا اَوْ كُرْهًا قَالَتَا اَنْتِنَا طَا بَعَيْنَ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمُوٰتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِي كُلِّ سَمَاءٍ اَمْرَهَا ذٰلِكَ السَّمَاءُ الَّتِي اَبْصَابِنَا وَحِطُّوا ذٰلِكَ تَعْدِيْدُ الْعَزِيْزِ

آپؐ کہہ دیجئے! کیا تم اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں بنایا۔ اور تم اوڑھ لو اس کا بڑے قابل بناتے ہو۔ وہی تو سب جہان والوں کا پروردگار ہے۔ اور زمین کے اوپر پہاڑ پیدا کئے اور اس میں برکت رکھی اور چار دنوں میں اس میں اس کی (روئیدگی وغیرہ کی) قوتیں پیدا فرمائیں۔ اور اس پر رزق کے طالبوں کا حق مساوی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ بلندی (فضائے بسیط) کی طرف متوجہ ہوا اور وہ اس وقت دھواں ہی دھواں تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس سے اور زمین سے فرمایا کہ تم دو دنوں اور خواہ خوشی سے آویسا مجبوراً آؤ۔ ان دنوں نے کہا ہم خوشی سے آتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دو دنوں میں اس دھوئیں کو سات آسمان بنا دیا اور ہر آسمان میں

اس کا حکم نازل فرمایا اور آسمان دنیا کو چراغوں (ستاروں) سے سجایا اور اسے محفوظ کیا۔ یہ ہیں نہایت جاننے والے اور زبردست اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کھشمے۔

الْعَلِيمِ ۵

(۱۲۹/۳۱)

اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا :-

اولم ير الذين كفروا ان السموات والارض كانتا رتقا ففتقناهما وجعلنا من الماء كل شئ حي اذلا يؤمنون ۵ (۲۱/۳۰)

کیا کافروں نے دیکھا نہیں کہ آسمان اور زمین دونوں گڑبڑ تھے تو ہم نے ان دونوں کو الگ کر دیا۔ اور ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے بنایا۔ پھر یہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے؟

ان آیات و احادیث سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں :-

نتائج (۱) کائنات سے پیشتر صرف اللہ کی ذات موجود تھی۔ اور تمام مادی اشیاء میں سب سے پہلے

اللہ نے پانی کو پیدا فرمایا اور اسی پانی پر اس کا عرش تھا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے جب کائنات کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو سب سے پہلے اس کائنات کو بنانے اور

اسے قائم رکھنے کے لئے قواعد مقرر کئے اور اس کا پلان بنایا۔

(۳) وسیع فضا یا خلا میں دھواں ہی دھواں (گیسیں) تھیں۔ سب سے پہلے اللہ ان کی طرف متوجہ ہوا

اور ان گیسوں سے سات آسمانوں اور زمین کو الگ کیا۔

(۴) آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے۔ ان سب اشیاء کو چھادوار میں بنایا۔

(۵) زمین کو آسمانوں سے پہلے بنایا۔ اور زمین کی تخلیق میں دوادوار صرف ہوئے۔ پھر اس زمین پر پہاڑ

بنائے اور اس میں روئیدگی کی قوتیں رکھیں۔ مناسب مقدار میں پانی پیدا کیا تو اس میں مزید دو

ادوار صرف ہوئے اور فضا میں جو گیسوں ابھی موجود تھیں، اللہ تعالیٰ نے ان سے مزید دو ایام میں

سات آسمان بنا دیئے۔

(۶) سورج اور چاند کی پیدائش کے متعلق اگرچہ صراحتہً مذکور نہیں۔ تاہم دلائل یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی

پیدائش سات آسمانوں کی پیدائش کے بعد اس دوران واقع ہوئی تھی جیسا کہ درج ذیل آیات

سے ظاہر ہے :-

الْمَرْدَادُ كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَوَاتٍ

طَبَائِقًا ۵ وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا ۵

وَجَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا ۵

کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے اوپر تلے سات آسمان پیدا کئے اور ان میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو چراغ بنایا۔

اس آیت میں چاند اور سورج کا ذکر سات آسمانوں کی پیدائش کے بعد کیا ہے۔ اور قرآن کا انداز بیان یہ ہے کہ اس میں عموماً الفاظ کی تقدیم و تاخیر ترتیبِ زمانی پر دلالت کرتی ہے۔

ہر دو نظریات کا تقابل

اب اگر ہم مذکورہ بالانتاج کا موجودہ نظریات سے تقابل کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ :-

۱۔ آغازِ کائنات | کائنات از خود وجود میں نہیں آئی۔ نہ اتفاقاً اور نہ ہی ارتقائی مراحل طے کر کے۔ بلکہ اس کو پیدا کرنے والی علیم، حکیم، خیر اور غالبِ سستی کائنات سے پہلے موجود تھی۔ جس نے ایک طے شدہ پلان کے مطابق کائنات کو وجود بخشا۔ کائنات میں موجود تمام اجرام اسی کے حکم اور ارادہ کے تحت چل رہے ہیں اور آئندہ جب تک وہ چاہے گا چلتے رہیں گے۔ نیز کائنات ارتقائی مراحل طے کرتے ہوئے پھر ادوار میں مکمل ہوتی ہے۔ دور کا اندازہ قرآن کی ایک آیت کے مطابق ۵۰ ہزار سال ہے تاہم یہ مدت کم و بیش بھی ہو سکتی ہے۔

۲۔ سماء اور سات آسمان | موجودہ نظریہ کے مطابق آسمان کوئی چیز نہیں بلکہ فقط حدِ نگاہ کا نام جبکہ سات آسمانوں کا ذکر قرآن کریم میں متعدد بار اور اس کے علاوہ احادیث میں بھی آیا ہے۔ لہذا پہلے لفظ ”سما“ کی تحقیق ضروری ہے۔

سما کا لفظ بلندی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ امامِ راغب اس کا معنی لکھتے ہیں ہر وہ چیز جو ہمارے سر پر سایہ نگیں ہو۔ سما کی ضد ارض (یعنی زمین۔ پستی) ہے اور یہ لفظ اسمائے نسبتہ سے ہے۔ یعنی ایک ہی چیز اپنے سے پست چیز کے مقابلہ میں سما ہے اور وہی چیز اپنے سے بلند چیز کے مقابلہ میں ارض ہے۔ پہلا آسمان بذاتِ خود دوسرے آسمان کے مقابلہ میں ارض ہے اور دوسرا تیسرے کے مقابلہ میں۔ پھر یہ بلندی یا راسی سمت میں فاصلہ یا دوری تھوڑی سی ہو تب بھی سما ہے، زیادہ ہو تب بھی سما (آسمان) ہے اور بہت ہی زیادہ ہو تب بھی سما ہی ہے مثلاً یہ ارشاد باری تعالیٰ :

”وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً“ (۱۱۱) اور اس نے آسمان سے مینہ برسایا۔

یہاں سما سے مراد بادل ہیں جو سطحِ زمین سے عموماً ایک ڈیڑھ میل کی بلندی پر اڑتے پھرتے ہیں اور اس معمولی سی بلندی کے لئے بھی سما (آسمان) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

جبکہ اس آیت میں :

”إِنَّا زَيْنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوْكَبِ“ (الصَّفَّت : ۶)

کہ ”بیشک ہم ہی نے آسمانِ دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین کیا“

اتنی زیادہ بلندی مُراد ہے جتنی دُوری پر کہ تارے چمکتے ہیں۔ وہ خواہ لاکھوں میلوں پر مشتمل ہو یا کروڑوں اور ارب ہا میلوں پر۔ درج ذیل آیت میں سماء (آسمان) کا لفظ بہت ہی زیادہ بلندی، اتنی بلندی جو سات آسمانوں کی بلندی سے بھی زیادہ ہو یعنی لامحدود بلندی کے لئے استعمال ہوا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

”ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ“ (البقرة)

”پھر خدا تعالیٰ آسمان کی طرف متوجہ ہوا تو انہیں ٹھیک سات آسمان بنا دیا۔“

لفظ ”سما“ کی طرح عربی لغت میں اور بھی کئی ایسے الفاظ ہیں جو مقدار میں کمی بیشی کے باوجود یکساں طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ انہی میں ایک لفظ یوم ہے جس کا ترجمہ ”دن“ کیا جاتا ہے۔ زمین پر یہ دن ۲۴ گھنٹے کا ہے۔ چاند پر تقریباً ایک ماہ کا دن ہے۔ عطارد (MERCURY) پر یہ دن ہمارے ۸۸ دنوں کے برابر ہے۔ قطب شمالی اور جنوبی پر تقریباً ایک سال کا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس یوم الحساب ۵۰ ہزار برس (ہمارے موجودہ حساب سے) کا ہوگا اور اس کے لئے بھی یوم کا لفظ ہی استعمال ہوا ہے۔ موجودہ ہیئت دان کسی آسمان کے قائل نہیں ہیں۔ ہم ان سے بصد احترام گزارش کریں گے کہ ان کی تمام تر تحقیقات کی رسائی ابھی پہلے آسمان یا آسمانِ دنیا تک بھی نہیں ہو سکی تو پھر وہ اس کی تردید کیونکر کر سکتے ہیں ؟ ان کی تحقیق خواہ کتنی طاقتور اور جدید قسم کی دوربینوں سے ہو خواہ وہ پلوٹو کی دُوری ہو یا الف تنظورس کی یا قلب عقرب کی۔ یہ سب کچھ آسمانِ دنیا کی زینت بنے گا اور جو کچھ ابھی مزید تحقیق کے دائرہ میں آئے گا، وہ بھی آسمانِ دنیا تک ہی محدود ہوگا۔ مندرجہ ذیل دونوں آیات اسی دعویٰ کی تائید کر رہی ہیں:-

۱- وَ لَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَ زَيْنًا لِّلنَّظِيرِينَ“ (الحجر: ۱۶)

”اور ہم ہی نے آسمان میں بُرج بنائے اور دیکھنے والوں کے لئے اسے سجایا۔“

۲- إِنَّا زَيْنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوْكَبِ“ (الصَّفَّت : ۶)

”بیشک ہم ہی نے آسمانِ دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین کیا“

باقی چھ آسمان اس آسمانِ دنیا سے ماوراء ہیں۔ اور ان تک دسترس انسان کی طاقت سے باہر ہے۔

ان تک رسائی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کی قدرتِ کاملہ کی وجہ سے ہوئی اور وحی کے ذریعہ ہمیں راست آسمانوں کا علم حاصل ہوا ہے۔ آج کا ہیئت دان بھی جب کائنات کی وسعت کا خیال کر کے درط حیرت میں پھنس جاتا ہے تو دینی زبان سے اسکے مُنہ سے ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں جن سے اس علم وحی کی تائید ہوتی ہے۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ ہماری زبان میں فلک اور سماء دونوں کا ترجمہ آسمان کر دیا جاتا ہے۔ حالانکہ دونوں الفاظ کا مفہوم جدا جدا ہے۔

۳۔ فلک اور سماء

سماء کا مفہوم تو اوپر بیان ہو چکا۔ فلک سے مراد کسی بھی سیارہ کا وہ مدار (ORBIT) ہے جس پر وہ گردش کر رہا ہے۔ بوجہ قول باری تعالیٰ:

”لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ
وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ“ (یس: ۴۰)

”یہ ناممکن ہے کہ سورج چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات سے پہلے دن آسکتا ہے۔“

تمام سیارے اپنے اپنے مدار پر (خلا میں) تیر رہے ہیں:

اور نظریہ بطلیموس کے مویدین نے ہر جگہ فلک کا لفظ استعمال کیا ہے نہ کہ سماء کا:

۴۔ آسمان کے بروج | آسمان کے بروج کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

اور سیارے | ”وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاطِقِينَ“ (الحج: ۱۷)

”اور ہم نے آسمان میں بُرج بنائے اور اس آسمان کو دیکھنے والوں کیلئے سجایا۔“

اب اگر ایک عام قاری اس آیت میں بروج کے لفظ سے وہی بارہ بُرج مراد لیتا ہے جو قیم اہل ہیئت نے فلکِ شتم پر بنا رکھے ہیں، تو اس کی مرضی ہے۔ ورنہ آیت کا سیاق اس کی تائید نہیں کرتا کیونکہ ان بروجوں میں سے اکثر بروجوں کی اشکال کا زینت سے دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ بھلا سرطان، بچھو، ترازو اور ڈول وغیرہ کیا خوبصورتی پیدا کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر علماء نے یہاں بروج سے ستارے اور سیارے مراد لئے ہیں جو رات کے وقت آسمان کو زینت بخشتے ہیں۔ لغوی لحاظ سے ہم ہر نمایاں طور پر ظاہر ہونے والی چیز کو بُرج کہہ سکتے ہیں۔

۱۔ سورج کی حرکت کے متعلق ارشاد فرمایا:

۵۔ سورج اور اسکی حرکت | ”وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذَلِكَ تَقْدِيرُ

الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ“ (۳۸)

” اور سورج اپنے مقرر راستے پر چل رہا ہے۔ یہی غالب اور خوب جاننے والے کی قدرت کا کرشمہ ہے۔“

یہ آیت سورج کے متحرک ہونے پر صراحتاً دلالت کر رہی ہے۔ فیثا غورث نے جو نظریہ پیش کیا۔ (یعنی دو سرادور) اس میں سورج ساکن اور زمین کو متحرک قرار دیا تھا۔ تیسرے نظریہ (بطلموس) نے اس کے برعکس زمین کو ساکن اور سورج کو متحرک قرار دیا اور موجودہ چوتھے نظریہ کے مطابق سورج ساکن اور زمین کو متحرک قرار دیا گیا۔ اور یہ احتمال ظاہر کیا گیا کہ ممکن ہے کہ ہمارا سورج اپنے پورے خاندان سمیت اپنے سے کسی بڑے سورج کے گرد گھوم رہا ہو۔ موجودہ بیسویں صدی کے آغاز میں آئن سٹائن نے یہ نظریہ پیش کیا۔ کہ کائنات میں کوئی جرم ایسا نہیں جو محو گردش نہ ہو اور وہ ساکن ہو۔ اس طرح یہ نظریہ قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت کے مطابق ہو گیا۔ یاد رہے کہ تجزیہ یا جریان کے لفظ کا اطلاق صرف محوری گردش پر نہیں ہوتا۔ بلکہ ایسی حرکت پر ہوتا ہے جس میں کوئی جسم ایک جگہ سے حرکت کر کے دوسری جگہ پہنچ جائے۔

۴۔ اشکالِ قمر اور منازلِ قمر | اشکالِ قمر سے متعلق لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سوال کے جواب کا رُخ دوسری طرف موڑ دیا اور

اس کی وجہ دو تھیں۔ ایک یہ کہ قرآن کا اصل موضوع انسان اور اس کی ہدایت ہے اور یہ سوال اس موضوع سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ اور دوسرے یہ کہ اس سوال کا جواب کچھ ایسا پیچیدہ سا ہے کہ عام انسانوں کے ذہن میں آنا مشکل تھا جبکہ ساوگی اور آسانی قرآن کی نمایاں خصوصیت ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے اس سوال کا جواب اس طرف موڑ دیا جس کا تعلق عمل سے تھا۔ یعنی لوگوں کے معادلات اور حج کے اذقات کی تعیین۔

البتہ ایک دوسری آیت میں دلالت اشکالِ قمر کا ذکر آ گیا ہے۔ اور وہ آیت یہ ہے:-
” وَالْقَمَرَ قَدَرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْوَةِ الْقَدِيمَةِ“ (یس: ۳۹)

” اور چاند کے لئے ہم نے منزلیں تجویز کر دی ہیں تا آنکہ وہ کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح (خمیدہ اور پتلا) ہو جاتا ہے۔“

آیت بالا کے الفاظ ”منازل“ سے چاند کے لئے ۲۸ منزلیں مقرر کرنے والے تو بہر حال مطمئن ہو ہی گئے ہونگے۔ لیکن بہت سے علماء کے نزدیک یہاں منازل سے مراد ۲۸ متعینہ منزلیں نہیں بلکہ اشکالِ قمر ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آخر میں بلال (نئے یا پہلی رات کے چاند) کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ ایسی توجیہ ہے جس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔

رہا چاند کی حرکت کا سوال تو اس میں کبھی کسی بھی دور میں اختلاف نہیں ہوا۔

۷۔ دوسرے اجرام کے مقابلہ میں زمین کی خصوصیات
زمین سے متعلق ہمیں کتاب و سنت سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں :-

(۱) موجودہ نظریہ کے مطابق زمین سورج ہی سے علیحدہ شدہ حصہ ہے۔ جبکہ قرآنی آیات کے مطابق کائنات کا آغاز ہی زمین کی تخلیق سے ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے دو ادوار میں زمین کو پیدا فرمایا پھر دو دنوں میں سات آسمان پیدا فرمائے۔ پھر مزید دو ادوار میں زمین کو درست اور ہموار کر کے اس میں روئیدگی کی قوتیں پیدا کیں۔ یہ کل چھ ادوار ہوئے۔ انہیں چھ ادوار میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کے درمیان تمام موجود اجرام کو پیدا فرمایا۔ البتہ ان اجرام اور ان کے مداروں میں ہر آن مزید وسعت پیدا ہوتی چلی جا رہی ہے۔

(۲) پانی کی کل مقدار کا کثیر حصہ صرف اسی زمین پر موجود ہے جو زندگی کی روح رواں ہے۔ حتیٰ کہ زمین کے تقریباً تین چوتھائی حصہ کو پانی ہی گھیرے ہوئے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اجرام فلکی میں سے زمین پر ہی پانی کی موجودگی کا ذکر فرمایا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ زندگی صرف زمین پر پائی جاتی ہے۔ اور دوسرے سیاروں پر زندگی کا پایا جانا مشکل ہے۔ اگرچہ کسی شے کے عدم ذکر سے اس چیز کی نفی نہیں ہو جاتی، تاہم سنی سیارہ کے باوجود آج تک کے سائنس دان اور ماہرین فلکیات اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ زمین کے علاوہ اور کسی سیارہ میں انسانی زندگی کے آثار نہیں پائے گئے۔

(۳) یہ شرف زمین ہی کو حاصل ہے کہ وہ اشرف المخلوقات کا سکن اور مستقر ہے۔ انسان کی رشد و ہدایت کے لئے انبیاء کرام اور بالخصوص سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اسی سیارہ پر تشریف لائے۔ اور بیشتر فرشتوں کا نزول، جو کہ تدبیرات امر میں اسی سیارہ پر ہوا ہے اور ہوتا رہے گا۔

۸۔ زمین ساکن ہے یا متحرک؟
قرآن میں کوئی ایسی آیت وارد نہیں ہوئی جس میں صراحتاً یہ مذکور ہو کہ زمین ساکن ہے یا متحرک۔ اور جو آیات دلالتاً مذکور ہیں۔

وہ دونوں طرح کی ہیں۔ مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ
وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ
يَسْبَحُونَ ۝ (۳۶/۴)

یہ سورج کے بس کی بات نہیں کہ وہ چاند کو جا پکڑے
اور نہ ہی رات دن پر سبقت لے جاسکتی ہے سب
ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں۔

اس آیت سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں :-

(۱) سورج خواہ کتنا عظیم الجثہ جرم ہے اور خواہ اس میں کشش ثقل کتنی زیادہ ہے وہ یہ نہیں کر سکتا

کہ اپنے متبادل میں چاند جیسے چھوٹے اور کم کشش ثقل رکھنے والے چاند کو اپنی طرف کھینچ لے اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ وہ چاند کے فلک یا مدار (ORBIT) میں جا داخل ہو جس کا نتیجہ یہ ہو کہ رات کے کسی وقت میں ہی سورج نکل آئے۔

(ii) سورج اور چاند دو چیزوں کا ذکر کرنے کے بعد آیت کے آخر میں تثنیہ کے بجائے جمع کا صیغہ بھی آیا ہے اور کل کا لفظ بھی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام اجرام فلکی اپنے اپنے مدار پر تیزی سے گھوم رہے ہیں اور چونکہ زمین بھی ایک جرم ہے لہذا اس کی بھی حرکت ثابت ہوگئی۔

(iii) آسمان یا فلک یا فلک الافلاک میں سے کوئی بھی چیز گردش نہیں کرتی جیسا کہ بطلمیوسی نظریہ ہے۔ بلکہ گردش صرف اجرام فلکی کرتے ہیں۔

اب اس کے برعکس درج ذیل آیت بھی ملاحظہ فرمائیے:-

وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ دَوَابَّ مِثْلَ هَذِهِ لِيَرَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ
تَمِيزًا بَيْنَهُمْ - (۲۱/۳۱)

اور ہم نے زمین پر پہاڑ جہاڑ دیئے تاکہ وہ لوگوں کے جرم سے بچکولے نہ کھائے۔

اس آیت میں دو الفاظ قابل غور ہیں:- (۱) دسو اور (۲) مید

دسو یعنی کسی چیز کا جما ہوا اور گڑا ہوا ہونا، دسا السفینۃ یعنی جہاز کا لنگر انداز ہونا اور مَرَسِيٌّ یعنی بندر گاہ۔ راسی اس بڑی دیگ کو کہتے ہیں جو بڑی ہونے کی وجہ سے ایک ہی جگہ نصب کر دی گئی ہو۔ قرآن میں ایسی ہی بڑی نصب شدہ دیگوں کے لیے قَدْوِ مَرَسِيَّتٍ کے الفاظ آئے ہیں (۲۲/۳۱) اور راسیۃ کے معنی مضبوط اور مستحکم پہاڑ (منہی الادب - منجد) اور دواسی، راسیہ کی جمع ہے یعنی سلسلہ ہائے کوہ اور یہ لفظ عموماً جمع ہی استعمال ہوتا ہے یعنی ایسے پہاڑوں کا سلسلہ جو دور تک پھیلا ہوا ہو۔

اور مید یعنی کسی چیز میں حرکت پیدا ہو کر اس حرکت کی وجہ سے جھکنا، بل جل کر کسی بھی طرف جھک پڑنا (مقائیس اللغۃ) اور یعنی حرکت کرنا، ہلنا، کانپنا (منجد)

گویا اللہ تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں کہ ہم نے زمین میں سلسلہ ہائے کوہ اس لئے بنائے ہیں کہ اسکی حرکت، ہلنا، جُلنا، ڈولنا، جھکولے کھانا، لڑنا، کانپنا یا کسی ایک طرف جھک پڑنا ختم ہو جائے۔

اس آیت سے دلائل تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ہر طرح کی حرکت کو بند کر دیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ صراحت کچھ بھی مذکور نہیں۔ لہذا واضح طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ بالخصوص اس صورت میں کہ اہل مغرب ہی کی طرف سے حرکت زمین کے نظریہ کی مخالفت بھی شروع ہو چکی ہے جس کی تفصیل علامہ فرید وجدی

نے اپنے انسائیکلو پیڈیا دائرۃ معارف القرن العشرين (بیسویں صدی کا انسائیکلو پیڈیا) میں ارض (زمین) کے عنوان کے تحت دی ہے۔ یہ کتاب محکمہ اوقاف بادشاہی مسجد لاہور کی لائبریری میں موجود تھی۔ لیکن جب میں اس کتاب سے استفادہ کے لئے گیا تو معلوم ہوا کہ اس کتاب کو دیمک کھا چکی ہے۔ اور ایسی دیمک خوردہ کتابوں کا ڈھیر گودام میں پھینک دیا گیا ہے۔ اور اس سے اب استفادہ کرنا ناممکن ہے لہذا میں اب فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز رئیس العام ادارہ مبعوث الاسلامیہ والافتاء والدعوة والارشاد کی تصنیف ”جریان الشمس والقمر وسکون الارض“ ص ۶۲ کے حوالہ پر ہی اکتفا کرتا ہوں انہوں نے علامہ محمد رفیع وجدی کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ ۱۹۲۶ء میں فرانسیسی زبان میں ایک کتاب شائع ہوئی جس کا نام عربی زبان میں (الارض لاتدوم) ہے۔ اور اس کا مؤلف ب۔ ریالوفیتش ہے۔ اس کتاب میں مؤلف نے علمی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ زمین ساکن ہے اور سورج اور چاند اس کے گرد گھوم رہے ہیں۔

یہ نظریہ عقلی لحاظ سے ناممکن بھی نہیں۔ اگر یکے بعد دیگرے چار نظریے تبدیل ہو کر آسکتے ہیں تو ان کے بعد پانچواں حتیٰ کہ چھٹا اور ساتواں وغیرہ بھی آسکتے ہیں۔ کیونکہ انسانی مشاہدہ، تجربہ اور علم میں برآں تغیر اور وسعت پیدا ہو رہی ہے۔

علاوہ ازیں ان تمام گھومنے والے سیاروں کے لئے کسی مرکز کا ہونا ایک ناگزیر امر ہے۔ یہ مرکز خواہ ہماری زمین ہو یا ہمارا سورج ہو، یا اس سے بھی کوئی بڑا سورج ہو یا اللہ تعالیٰ کا عرش ہو۔ ورنہ ان بجلی کی سی تیزی سے گھومنے والے سیاروں کا آپس میں تصادم ناگزیر ہے۔ اور اس صورت کا ثنات کب کی فنا ہو چکی ہوتی۔ اور دوسرے سیاروں کی نسبت زمین میں چند مزید خاصیتیں موجود ہیں جن کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ لہذا یہ بات بھی کچھ غیر معقول معلوم نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ نے ان اجرام سماویہ کا مرکز زمین ہی کو بنا دیا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۹۔ انجام کا ثنات | انجام کا ثنات کے متعلق بھی سائنس دانوں اور ماہرین فلکیات کی آراء مختلف ہیں۔ ایسے ہی رہے گی۔ دوسرا گروہ اسے حادث اور تغیر پذیر قرار دیتا ہے۔ ان کے خیال کے مطابق کا ثنات ارتقائی منازل طے ہوتی ہوئی اس صورت کو پہنچی ہے جو ہم آج دیکھ رہے ہیں اور اس میں برآں توسیع ہوتی جا رہی ہے۔ جتنی بڑی دُور بینیں ہم تیار کرتے ہیں مزید سارے معلوم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ لہذا یہ تاہنور ارتقائی مراحل میں ہے اور آئندہ بھی اس میں ترقی ہوتی رہے گی اور انجام کا کچھ علم نہیں جیسا کہ پہلے

ہم اس طرح کا اقتباس پیش کر چکے ہیں۔

اس کے برعکس شریعت ہمیں واضح طور پر یہ بتلاتی ہے۔ زمین و آسمان۔ چاند سورج اور دیگر سیارے جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں سب کچھ اُدوار میں مکمل ہو گیا البتہ انکے مداروں اور انکی تعدد میں توسیع کا سلسلہ بدستور جاری ہے۔ اور یہ کائنات فنا ہونے والی ہے۔ حتیٰ کہ اللہ کی ذات کے سوا کوئی چیز بھی باقی نہ رہے گی۔ نیز کائنات کے فنا ہونے کا آغاز سورج سے ہوگا۔ سورج کی گردش میں رجعت قہقری شروع ہو جائے گی۔ چنانچہ بخاری کی صحیح حدیث میں وارد ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت ابو ذرؓ سے پوچھا: ”جانتے ہو سورج غروب ہونے کے بعد کہاں جاتا ہے؟“ حضرت ابو ذرؓ کہنے لگے: ”اللہ اور اس کا رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں!“ تو آپؐ نے فرمایا: سورج غروب ہونے پر اللہ تعالیٰ کے عرش کے نیچے سجدہ ریز ہو جاتا ہے۔ اور دوسرے دن طلوع ہونے کا اذن مانگتا ہے۔ تو اسے اذن دیا جاتا ہے۔ پھر ایک دن ایسا آئے گا کہ اس سے کہا جائے گا کہ جدھر سے آیا ہے، ادھر ہی لوٹ جاؤ پھر وہ مغرب سے طلوع ہوگا پھر آپؐ نے وہی آیت پڑھی جس میں ”مُسْتَقِرًّا لَهَا آيَا هِيَ“ لے

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں:-

(۱) سورج اور اسی طرح دوسرے سیاروں کی گردش محض کشش ثقل اور مرکز گریز قوت کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ اجرام فلکی اور ان کے نظام پر اللہ حکیم و خیر کا زبردست کنٹرول ہے۔ کہ ان میں نہ تو تعادم و تزاہم ہوتا ہے اور نہ ہی ان کی مقررہ گردش میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ اور یہ سب اجرام اللہ کے حکم کے تحت حرکت کر رہے ہیں۔

(۲) قیامت سے پہلے ایک ایسا وقت آنے والا ہے جبکہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ اس کے بعد یہ نظام بگڑ جائے گا۔

اس حدیث میں بھی سورج کے متحرک ہونے کا صراحتاً ذکر ہے۔ جبکہ آج کا مغرب زدہ طالب علم سورج کے طلوع و غروب ہونے اور عرش کے نیچے جا کر دوبارہ طلوع ہونے کی اجازت مانگنے کا مذاق اڑاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ سورج تو اپنی جگہ پر قائم ہے اور ہمیں جو طلوع و غروب ہونا نظر آتا ہے تو یہ محض زمین کی محوری گردش کی وجہ سے ہے۔ حالانکہ ایک سورج کی کیا بات کائنات کی ایک چیز عرش کے تیلے ہے۔ اور جن و انس کے سوا ہر چیز اس کے مال سجدہ ریز یا اللہ کی طرف سے سپرد کردہ خدمت

لے بخاری۔ کتاب التوحید۔ باب دکان عرشہ علی الماء۔

سراجم دینے پر لگی ہوئی ہے۔

سورج کی اس رجعت قہقہری کے بعد ستاروں کے درمیان باہمی کشش اور گردش کا سارا نظام مختل ہو جائے گا۔ زمین میں شدید زلزلے اور جھٹکے شروع ہو جائیں گے۔ ستارے بے نور ہو کر اکیلے گرنے لگ جائیں گے جیسے جھڑپڑے ہیں۔ سورج کی بساط لپیٹ دی جائے گی۔ پہاڑ دھنکی ہوئی روٹی کی طرح ہو کر بعد میں فضا میں منتشر ہو جائیں گے۔ سمندروں کا پانی شدتِ حرارت سے کھولنے لگے گا۔ تمام مخلوقات مر جائیں گی اور کائنات فنا ہو جائے گی اور یہ سب کچھ کب ہوگا؟ اس کا جاننا انسان کے بس کا روگ نہیں۔ سائنس دان خواہ کتنے ہی اندازے لگائیں وہ سب کچھ ظنون اور ڈھکوسلے ہی ہوں گے۔ اس کا حقیقی علم اسی خالق کائنات کو ہے جس نے اسے پیدا کیا تھا۔

بلکہ وحی ہمیں اس سے بہت مابعد کی بھی خبر دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پھر سے ایک نئی کائنات پیدا فرمائے گا۔ جس کی زمین، جس کے سورج، جس کے چاند ستارے اور جس کے قوانین نظم و ضبط سب کچھ اس دنیا سے الگ ہوں گے۔ اور جس کے متعلق اندازے لگانا بھی کسی انسان کے بس کا روگ نہیں۔ البتہ اس کی بہت سی تفصیلات قرآن اور حدیث میں موجود ہیں۔



باب

شش و قمر اور ارکان اسلام

پہلے باب ”وقت کی قدرتی پیمائش“ میں مجملاً ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ اسلام کے کون سے احکام سورج سے تعلق رکھتے ہیں اور کون سے چاند سے۔ اسی بات کو اس باب میں تفصیل سے پیش کیا جا رہا ہے۔

ارکان اسلام پانچ ہیں۔ پہلا رکن شہادتین کا اقرار ہے۔ اور اس کا تعلق خالصتہً دل سے ہے۔ اور یہ ایک قلبی عمل ہے۔ جس کا سورج یا چاند سے یا کسی خاص وقت سے کوئی تعلق نہیں۔ دوسرا رکن نماز ہے۔ فرض نمازیں پانچ ہیں۔ ان کے علاوہ نفل نمازیں بھی ہیں مثلاً تہجد، اشراق اور عیدین وغیرہ۔ ان سب کے اوقات کا تعلق سورج سے ہے۔ البتہ عیدین میں اتنا تعلق چاند کا بھی ہے کہ عید الفطر یکم شوال کو ہوتی ہے اور عید الاضحی دس ذی الحجہ کو۔ ان اوقات کا لینا چونکہ طویل ہے۔ لہذا انہیں آخر میں ذکر کیا جائے گا۔

تیسرا رکن زکوٰۃ ہے جس کا تعلق چاند سے ہے۔ کیونکہ یہ سال بعد ادا کرنا ہوتی ہے۔ اور جس معاملہ میں ایک ماہ سے زائد مدت درکار ہو تو اس کا شمار قمری حساب سے ہوتا ہے۔

البتہ فصل کی زکوٰۃ کا تعلق موسم سے یا بالفاظ دیگر سورج سے ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں :-

وَأَتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ ﴿۱۴۰﴾ اور جس دن کھیتی کاٹو تو اس سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرو۔ اور ظاہر ہے کہ فصلوں اور پھلوں کے پکنے کا تعلق موسم سے ہوتا ہے اور موسم چاند سے نہیں بلکہ سورج سے تعلق رکھتے ہیں۔

چوتھا رکن روزہ ہے۔ اس کا بھی تمام تر تعلق سورج سے ہے۔ خواہ یہ سحری کا وقت ہو

یا افطاری کا۔ اس کی تفصیل بھی نماز کے ضمن میں آ رہی ہے۔

پانچواں رکن حج ہے۔ حج کے ایام اگرچہ چار پانچ ہیں (یعنی ایک ماہ سے کم ہیں) تاہم ان کا تعلق بالخصوص چاند سے ہے۔ اور اسی وجہ سے حج والے مہینہ کا نام ہی ذی الحجہ ہے۔ یہ دن ۸ ذی الحجہ سے لے کر ۱۱ یا ۱۲ ذی الحجہ تک ہیں۔ اور ایک دن کی کمی بیشی کے متعلق حاجی کو اختیار دیا گیا ہے۔ البتہ حج کے دوران نقل و حرکت مثلاً ۸ ذی الحجہ کو کس وقت منیٰ جانا چاہیئے اور کب اور کس وقت عرفات کو روانہ ہونا چاہیئے۔ کب واپس مزدلفہ آنا چاہیئے اور کس وقت منیٰ آنا چاہیئے رمی الجمار قربانی وغیرہ وغیرہ ان سب افعال کا اور حج کے دوران سب نمازوں کا تعلق سورج سے ہے۔

علاوہ ازیں ایسے معاملات جن میں مدت ایک ماہ یا ایک ماہ سے زائد ہو تو اس کا شمار قمر سے متعلق ہوگا مثلاً آپ نے ایک ماہ کے لئے اپنی بیویوں سے علیحدگی (ایلاء) اختیار کی تو آپ ۲۹ دن بعد واپس آگئے کیونکہ یہ مہینہ ۲۹ دن کا تھا۔ اسی طرح ایامِ عدت، مدتِ رضاء اور دیگر لین دین کے معاملات کا تعلق بھی چاند سے ہوگا۔ جس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:-

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاَهْلِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ
لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ - (۲/۱۸۹)

لوگ (اے محمد!) آپ سے نئے چاندوں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ وہ لوگوں کے کاموں کی میعادیں اور حج کے اوقات معلوم ہونے کا ذریعہ ہے۔

اس آیت میں درج ذیل امور قابلِ غور ہیں۔

۱- اہلہ بلال (یعنی نیا چاند) کی جمع ہے۔ حالانکہ چاند تو ایک ہی ہے نیا ہوا یا پرانا، بڑا ہوا یا چھوٹا۔ لہذا یہاں اہلہ سے مراد یقیناً اشکالِ قمر ہیں۔

۲- پوچھنے والے نے دراصل سوال یہ کیا تھا کہ چاند کیسے گھٹتا بڑھتا ہے؟ (یا اشکالِ قمر کیسے بنتی ہیں؟) اللہ تعالیٰ نے اس سوال کے جواب کا رخ ایسی بات کی طرف موڑ دیا جس کا تعلق عمل سے تھا۔ کیونکہ اصل سوال کا جواب عمل سے کوئی تعلق نہ رکھتا تھا۔ نیز ایسا جواب چونکہ کچھ پیچیدہ سا تھا

جو چاند، سورج کی حرکات اور چاند کے سورج سے روشنی حاصل کرنے سے تعلق رکھتا ہے۔ لہذا ایک عام انسان شاید یہ باتیں سمجھ بھی نہیں سکتا۔ ان دو وجوہ کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے جواب وہ دیا جس کا

تعلق عمل سے تھا۔ یعنی لوگوں کے باہمی معاملات کی مدت اور حج کے اوقات معلوم کرنا۔

۳- اور تیسری بات یہ کہ مدت معلوم کرنے کا اصل ذریعہ چاند ہے۔ فرض کیجئے آپ کسی

ایسے علاقہ میں چلے جاتے ہیں جہاں نہ شمسی تعویم راجح ہو اور نہ قمری۔ ایسے علاقہ میں سوائے سورج کا ایک ایک دن شمار کرتے رہنے کے محض سورج سے مدت کی تعیین ناممکن ہو جاتی ہے۔ البتہ چاند سے آسانی سے مدت کی تعیین کی جاسکتی ہے چاند سے مدت معلوم کرنے کا طریق ہی سادہ، فطری اور قدیمی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے چاند ہی کو مدت معلوم کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

مندرجہ بالا آیت کے علاوہ درج ذیل آیت سے یہی نتیجہ نکلتا ہے۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَ
الْقَمَرَ نُورًا وَقَدَرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا
عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ - (۱۷/۵)

دہی تو ہے جس نے سورج کو چمکنے والا اور چاند کو منور بنایا۔ اور چاند کی منزلیں مقرر کر دیں تاکہ تم برسوں کا شمار اور معاملات کا حساب رکھ سکو۔

نمازوں کے اوقات

نمازوں کو ان کے اوقات پر ادا کرنا نہایت ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ
رِكْتًا بَأْمَوْ قَوْمًا (۴/۳۳)

نماز اس کے وقت کی پابندی کے ساتھ مومنوں پر فرض کی گئی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ فرض نمازوں کے اوقات ہیں کون کون سے؟ اس سلسلہ میں ایک نہایت جامع حدیث درج ذیل ہے جسے احمد نسائی، ترمذی اور بخاری نے روایت کیا ہے اور بخاری نے کہا کہ اوقات کے بارے میں صحیح ترین چیز یہی ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ ”حضرت جبرائیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا، اٹھیے اور نماز ادا کیجئے۔ اور جبرائیل نے ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب سورج ڈھلنے لگا۔ پھر جبرائیل عصر کے وقت آئے اور کہا، اٹھیے اور نماز ادا کیجئے تو جبرائیل نے عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ ایک شل تک ہو چکا تھا۔ پھر جبرائیل مغرب کے وقت آئے اور کہا، اٹھیے اور نماز ادا کیجئے۔ پھر جبرائیل نے مغرب کی نماز اس وقت پڑھائی جبکہ سورج غروب ہو چکا تھا۔ پھر جبرائیل عشاء کے وقت آئے اور کہا، اٹھیے اور نماز ادا کیجئے۔ پھر جبرائیل نے عشاء کی نماز اس وقت پڑھائی جبکہ شفق غائب ہو چکا تھا۔ پھر جبرائیل فجر کے وقت آئے اور اس وقت نماز پڑھائی جب فجر طلوع ہوئی۔ پھر اس سے اگلے دن جبرائیل ظہر کے لئے آئے اور کہا، اٹھیے

اور نماز ادا کیجئے۔ پھر ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو چکا تھا۔ پھر عصر کے وقت آئے اور کہا: اٹھئے اور نماز ادا کیجئے۔ پھر عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کے دُگنے کے برابر ہو چکا تھا۔ پھر مغرب کے لئے سورج غروب ہونے کے وقت ہی آئے۔ پھر عشاء کے لئے آپ کے پاس اس وقت آئے جب نصف رات گزر چکی تھی (یا حضرت جابر نے کہا: تہائی رات گزر چکی تھی) اس وقت جبریل نے عشاء کی نماز پڑھائی۔ پھر جبریل اس وقت آئے جب فجر خوب روشن ہو چکی تھی اور سفیدی پھیل چکی تھی۔ اس وقت جبریل نے نماز پڑھائی پھر کہا: ما بین ہذین الوقتین وقت۔ (ان دونوں اوقات کے درمیان سب نماز کا وقت ہے) (فقہ السنۃ ج ۱ ص ۸۴ - ۸۵)

اس حدیث سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں:-

- ۱- تمام نمازوں کے اوقات کا تعلق سورج سے ہے۔
- ۲- ظہر کا وقت سورج کے ڈھلنے سے لے کر کسی چیز کا سایہ اس کے برابر ہوتے تک ہے۔
- ۳- عصر کا وقت سایہ ایک مثل ہونے سے لے کر دو مثل یا دُگنا ہونے تک ہے۔
- ۴- مغرب کا وقت صرف سورج غروب ہونے پر ہے۔ گویا مغرب کا وقت تنگ اور محدود ہے اور یہ وقت زیادہ سے زیادہ شفق کی سرخی غائب ہونے تک ہے۔
- ۵- عشاء کا وقت شفق غائب ہونے سے لے کر آدھی رات تک یا تہائی رات تک ہے۔
- ۶- نماز فجر کا وقت طلوع فجر سے لے کر سورج نکلنے سے پیشتر سفیدی پوری طرح پھیل جانے تک ہے۔

اوقات نماز کے سلسلہ میں چند اور امور کا ذکر بھی ضروری ہے مثلاً:-

- ۱- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھا کرو۔ اب اس ٹھنڈا کرنے کی حد کیا ہے؟ اس بات میں اختلاف ہے۔ تاہم اس بات پر اتفاق ہے کہ اتنا بھی ٹھنڈا نہ کیا جائے کہ عصر کا وقت آجائے۔ یعنی کسی چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے۔
- ۲- عشاء کی نماز آپ شفق ہو جانے کے بعد پڑھاتے۔ اگر لوگ جلد جمع ہو جاتے تو جلد پڑھا دیتے اور دیر سے جمع ہوتے تو دیر سے پڑھاتے۔ مگر آپ عشاء کی نماز دیر سے ادا کرنا

۱۰ بخاری۔ کتاب الصلوٰۃ۔ باب المواقیث۔

پسند فرماتے تھے لے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ آپ نے عشاء کی نماز اس وقت پڑھائی جب رات کا کافی حصہ گزر چکا تھا۔ پھر فرمایا: اگر میری اُمت پر یہ بات شاق نہ ہوتی تو عشاء کی نماز کا اصل وقت یہی وقت ہے لے

۳- صبح کی نماز آپ اس وقت پڑھاتے جبکہ نماز کے بعد بھی ابھی اندھیرا ہوتا تھا۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ ہم عورتیں چادروں میں لپیٹی ہوئی جب نماز صبح سے فارغ ہو کر نکلتیں تو اندھیرے کی وجہ سے ایک دوسری کو پہچان نہ سکتی تھیں لے

۴- اَدَل وقت نماز ادا کرنا افضل اور موجبِ رضائے الہی ہے۔

۵- امام نووی شارحِ مسلم کہتے ہیں کہ علماء نے نمازِ عصر کے اوقات کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے جو یہ ہیں :-

۱- وقتِ فضیلت یہ اول وقت ہے یعنی جب سایہ ایک مثل کے برابر ہو جائے تو اس کے فوراً بعد۔

ب- اختیاری وقت۔ یہ اول وقت سے لے کر دو مثل سایہ ہونے تک ہے۔

ج- جواز کا وقت۔ یہ دو مثل سایہ ہونے سے لے کر سورج زرد ہونے تک ہے۔

د- مکروہ وقت۔ یہ سورج زرد ہونے سے لے کر غروبِ آفتاب شروع ہو جانے تک ہے۔

هـ- جواز مع الکرہت۔ اگر کوئی شرعی عذر موجود ہو تو پھر کرہت کا وقت بھی کرہت کا وقت شمار نہ ہوگا بلکہ جواز کا شمار ہوگا لے

نتیجہ | آج کے دور میں گھڑیاں ایجاد اور اس قدر عام ہو چکی ہیں کہ تقریباً ہر شخص کے پاس گھڑی موجود ہوتی ہے۔ لہذا ہم مندرجہ بالا احادیث کی روشنی میں نمازوں کے اوقات کی تعیین گھنٹوں اور منٹوں کے حساب سے پیش کرتے ہیں۔

(۱) صبح کی نماز کا آغاز طلوعِ فجر سے تقریباً بیس منٹ بعد کرنا افضل وقت ہے۔ یہ یاد

رہے کہ طلوعِ فجر سے لے کر طلوعِ آفتاب تک تقریباً ۶۰ گھنٹہ کا وقفہ ہوتا ہے۔

(۲) ظہر کی نماز سورج ڈھلنے سے تقریباً بیس منٹ بعد ادا کرنا افضل ہے۔ لیکن شدید

۱۴ بخاری۔ کتاب الصلوٰۃ۔ باب المواقیب۔

۱۵ فقہ السنۃ ج ۱ ص ۸۶۔

گرمیوں میں ایک گھنٹہ سے لے کر ڈیڑھ گھنٹہ تک مزید تاخیر کرنا افضل ہے۔

(۳) عصر کی نماز سردیوں میں سورج غروب ہونے سے ۲ گھنٹے اور گرمیوں میں اڑھائی گھنٹے پہلے ادا کرنا افضل ہے۔

(۴) مغرب کی نماز میں بہت کم گنجائش ہے۔ اس کا آخری وقت سورج غروب ہونے کے بعد سے صرف نصف گھنٹہ تک ہے۔

(۵) عشاء کا وقت شفق غروب ہونے کے بعد شروع ہو جاتا ہے اور غروب شفق کا وقت غروب آفتاب سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ بعد تک ہوتا ہے۔ لہذا مغرب اور عشاء کی نمازیں کم از کم دو گھنٹہ کا وقفہ ہونا چاہیے۔ اگر مزید تاخیر کی جاسکے تو بہتر ہے۔

علاوہ ازیں دوسری نمازوں کے مسنون اوقات درج ذیل ہیں :-

(۱) جمعہ کا خطبہ زوال سے پہلے بھی شروع کیا جاسکتا ہے تاہم نماز زوال کے بعد ہی ہونا چاہیے۔

(۲) نماز عیدین کا مسنون وقت سورج کے نیزہ بھر بلند ہونے پر یعنی طلوع آفتاب سے تقریباً نصف گھنٹہ بعد ہو جاتا ہے۔ ضرورت کے مطابق اس میں تاخیر کی جاسکتی ہے۔

(۳) نماز اشراق چاشت کا وقت دھوپ پوری طرح چمک جانے پر یعنی سورج نکلنے کے تقریباً ایک گھنٹہ بعد ہوتا ہے۔

روزے | سحری کھانے کا وقت طلوع فجر تک ہے اور روزہ افطار کرنے کا وقت غروب شمس کے فوراً بعد ہے۔

دائمی نقشہ اوقات | نماز اور روزہ دو اہم ارکان کے اوقات کا تعلق ہے۔ اس لئے ہم یہاں پورے سال (یعنی ۳۶۵ دنوں) کے طلوع فجر، طلوع آفتاب، زوال اور غروب آفتاب کا نقشہ پیش کر رہے ہیں۔ گویا یہ نقشہ دائمی ہے اور اس کی مدد سے ہر شخص ہر وقت نمازوں کے اوقات اور سحری اور افطاری کے اوقات معلوم کر سکتا ہے۔

روزہ جلد افطار کرنا اور سحری میں دیر کرنا | ماہ رمضان میں مختلف اداروں کی طرف سے سحری اور افطاری کے جو نقشے طبع ہوتے ہیں۔ ان میں سے اکثر ایسے ہوتے ہیں جن میں تین یا چار منٹ احتیاطاً مزید شامل کر لئے جاتے ہیں مثلاً اگر طلوع

۱۰ بخاری کتاب الجمعۃ۔ باب وقت الجمعة اذا زالت الشمس۔

بجر کا وقت ۵ بجکر بیس منٹ ہے تو اسے احتیاطاً ۵ بجکر ۱۴ یا ۱۷ منٹ کھ دیتے ہیں۔ اسی طرح اگر غروب آفتاب کا وقت ۶ بج کر ۵ منٹ ہو تو احتیاطاً ۶ بجکر آٹھ منٹ کھ دیتے ہیں۔ یہ بات مناسب نہیں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے :-

لا يزال الناس بخير ما عجلوا لوگ اس وقت تک اچھے رہیں گے جب تک روزہ الفطر لے جلد افطار کرتے رہیں گے۔

پھر جس طرح روزہ جلد افطار کرنا افضل ہے اسی طرح سحری کھانے میں دیر کرنا افضل ہے۔ صبح کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عند العزورت اذان کے دوران بھی کھانے پینے کی اجازت دی ہے۔

اس نقشہ میں جو اوقات درج کئے گئے ہیں وہ لاہور (پاکستان) کے لئے ہیں۔ پاکستان کے دوسرے شہروں میں ان اوقات میں چند منٹوں کی کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ جب میں نے اس کمی بیشی سے متعلق مطبوعہ نقشہ دیکھے تو ان میں کافی اختلاف تھا۔ لہذا میں نے اس کمی بیشی سے متعلق علم ہیئت کے اصول کی طرف رجوع کیا۔ وہ اصول یہ ہے کہ ایک درجہ طول بلد کے بعد ۴ منٹ کا فرق پڑ جاتا ہے۔ لاہور کا درجہ طول بلد ۲۷° مشرق ہے۔ اب جو مقامات لاہور سے مغرب کی طرف ہوں گے وہاں سورج کا طلوع وغروب وغیرہ فی درجہ ۴ منٹ بعد ہوگا اور جو مقامات لاہور سے مشرق کی طرف ہوں گے وہاں ۴ منٹ فی درجہ پہلے ہوگا۔ اب اس اصول کے مطابق ہم پاکستان کے چند مشہور شہروں کا تقریباً حروف تہجی نقشہ پیش کر رہے ہیں۔ بعد والے یا زیادہ وقت کے لئے ہم + کی علامت استعمال کریں گے اور پہلے والے یا کم وقت کے لئے - کی۔ یہ خیال رہے کہ لاہور پاکستان کی مشرقی سرحد کے بالکل قریب واقع ہے۔ لہذا بیشتر شہروں میں وقت جمع ہی ہوگا۔

نمبر شمار	نام شہر	طول بلد شرقی	وقت	نمبر شمار	نام شہر	طول بلد شرقی	وقت
۱	اسلام آباد	۷۳° ۲۰'	+ ۶ منٹ	۴	بہاول پور	۷۱° ۲۰'	+ ۱۱ منٹ
۲	ایبٹ آباد	۷۳° ۲۰'	+ ۳	۵	پسپنی (بند گاہ)	۶۳° ۱۰'	+ ۲۲
۳	بالاکوٹ	۷۳° ۲۰'	+ ۵	۶	پشاور	۷۱° ۲۰'	+ ۱۲

۱۷ بخاری۔ کتاب الصوم۔ باب تعجيل الافطار۔

۱۸ بخاری۔ کتاب الصوم۔ باب تاخير السحور۔

نمبر شمار	نام شہر	طول بلد شرقی	وقت	نمبر شمار	نام شہر	طول بلد شرقی	وقت
۷	جہلم	۷۳ ¼	+ ۴ منٹ	۲۱	فیصل آباد	۷۳	+ ۴ منٹ
۸	حیدرآباد	۷۸ ¼	+ ۲۴	۲۲	قلات	۷۶ ¼	+ ۳۲
۹	خانپور	۷۱	+ ۱۴	۲۳	کراچی	۷۷	+ ۳۰
۱۰	خانیوال	۷۲	+ ۱۰	۲۴	کوئٹہ	۷۷	+ ۳۰
۱۱	ڈیرہ اسماعیل خان	۷۱	+ ۱۴	۲۵	کوہاٹ	۷۱ ¼	+ ۱۲
۱۲	ڈیرہ غازیخان	۷۱	+ ۱۴	۲۶	گجرات	۷۴	+ ۲
۱۳	روہڑی	۷۹	+ ۲۲	۲۷	گلگت	۷۴ ¼	مطابق
۱۴	ساہیوال	۷۳	+ ۶	۲۸	گواہر اینڈ گاما	۷۲ ¼	+ ۵۰
۱۵	سبٹی	۷۸	+ ۲۶	۲۹	گوہر انوالہ	۷۴ ¼	+ ۱
۱۶	سرگودھا	۷۳	+ ۶	۳۰	لاڑکانہ	۷۸	+ ۲۶
۱۷	سکھر	۷۹	+ ۲۲	۳۱	لورالائی	۷۹	+ ۲۲
۱۸	سیالکوٹ	۷۴ ¾	- ۱	۳۲	منظف گرٹھ	۷۱ ¼	+ ۱۲
۱۹	شکارپور	۷۸ ¼	+ ۲۶	۳۳	منظف آباد کشمیر	۷۳ ¼	+ ۴
۲۰	شکر گرٹھ	۷۵	- ۱	۳۴	ملتان	۷۱ ¼	+ ۱۲

دائمی نقشہ اوقات نماز و سحری و افطاری

ہجری	جنوری			فروری			مارچ		
	طلوع فجر	زوال	غروب آفتاب	طلوع فجر	زوال	غروب آفتاب	طلوع فجر	زوال	غروب آفتاب
	ساعت	دقیقہ	دقیقہ	ساعت	دقیقہ	دقیقہ	ساعت	دقیقہ	دقیقہ
۱	۵	۳۶	۲	۵	۳۲	۱۲	۵	۳۰	۱۲
۲	۵	۳۶	۳	۵	۳۸	۱۲	۵	۲۹	۱۵
۳	۵	۳۶	۴	۵	۳۹	۱۲	۵	۲۸	۱۵
۴	۵	۳۶	۵	۵	۳۹	۱۲	۵	۲۷	۱۵
۵	۵	۳۶	۶	۵	۴۰	۱۲	۵	۲۶	۱۵
۶	۵	۳۶	۷	۵	۴۱	۱۲	۵	۲۵	۱۳
۷	۵	۳۶	۸	۵	۴۲	۱۲	۵	۲۴	۱۳
۸	۵	۳۶	۹	۵	۴۳	۱۲	۵	۲۳	۱۳
۹	۵	۳۶	۱۰	۵	۴۳	۱۲	۵	۲۲	۱۳
۱۰	۵	۳۶	۱۱	۵	۴۴	۱۲	۵	۲۱	۱۳
۱۱	۵	۳۶	۱۲	۵	۴۵	۱۲	۵	۱۹	۱۳
۱۲	۵	۳۶	۱۳	۵	۴۶	۱۲	۵	۱۸	۱۳
۱۳	۵	۳۶	۱۴	۵	۴۷	۱۲	۵	۱۷	۱۳
۱۴	۵	۳۶	۱۵	۵	۴۸	۱۲	۵	۱۶	۱۳
۱۵	۵	۳۶	۱۶	۵	۴۹	۱۲	۵	۱۵	۱۳
۱۶	۵	۳۶	۱۷	۵	۵۰	۱۲	۵	۱۴	۱۳
۱۷	۵	۳۶	۱۸	۵	۵۱	۱۲	۵	۱۳	۱۲
۱۸	۵	۳۶	۱۹	۵	۵۲	۱۲	۵	۱۲	۱۱
۱۹	۵	۳۶	۲۰	۵	۵۳	۱۲	۵	۱۱	۱۱
۲۰	۵	۳۶	۲۱	۵	۵۴	۱۲	۵	۱۰	۱۰
۲۱	۵	۳۶	۲۲	۵	۵۵	۱۲	۵	۹	۱۰
۲۲	۵	۳۶	۲۳	۵	۵۶	۱۲	۵	۸	۱۰
۲۳	۵	۳۶	۲۴	۵	۵۷	۱۲	۵	۷	۹
۲۴	۵	۳۶	۲۵	۵	۵۸	۱۲	۵	۶	۹
۲۵	۵	۳۵	۲۶	۵	۵۸	۱۲	۵	۵	۸
۲۶	۵	۳۵	۲۷	۵	۵۹	۱۲	۵	۴	۸
۲۷	۵	۳۵	۲۸	۵	۵۹	۱۲	۵	۳	۸
۲۸	۵	۳۵	۲۹	۵	۵۹	۱۲	۵	۲	۸
۲۹	۵	۳۵	۳۰	۵	۵۹	۱۲	۵	۱	۸
۳۰	۵	۳۵	۳۱	۵	۵۹	۱۲	۵	۰	۸
۳۱	۵	۳۵	۳۲	۵	۵۹	۱۲	۵	۰	۸

نقشہ اوقات دائمی مسلسل

روز	اپریل			مئی			جون		
	کلومیٹر			کلومیٹر			کلومیٹر		
	زوال	ظہر	عشاء	زوال	ظہر	عشاء	زوال	ظہر	عشاء
۱	۲۲	۲	۵۲	۲۱	۲	۵۹	۲۱	۲	۵۹
۲	۲۰	۲	۵۱	۲۱	۲	۵۹	۲۱	۲	۵۹
۳	۲۹	۲	۵۹	۲۰	۲	۵۸	۲۰	۲	۵۸
۴	۲۷	۲	۵۸	۲۰	۲	۵۸	۲۰	۲	۵۸
۵	۲۶	۲	۵۷	۲۰	۲	۵۸	۲۰	۲	۵۸
۶	۲۴	۲	۵۶	۲۰	۲	۵۷	۲۰	۲	۵۷
۷	۲۳	۲	۵۵	۲۰	۲	۵۷	۲۰	۲	۵۷
۸	۲۱	۲	۵۴	۲۰	۲	۵۷	۲۰	۲	۵۷
۹	۱۹	۲	۵۳	۱۹	۲	۵۶	۱۹	۲	۵۶
۱۰	۱۸	۲	۵۲	۱۹	۲	۵۶	۱۹	۲	۵۶
۱۱	۱۶	۲	۵۱	۱۹	۲	۵۶	۱۹	۲	۵۶
۱۲	۱۵	۲	۵۰	۱۹	۲	۵۶	۱۹	۲	۵۶
۱۳	۱۳	۲	۴۹	۱۹	۲	۵۵	۱۹	۲	۵۵
۱۴	۱۲	۲	۴۸	۱۹	۲	۵۵	۱۹	۲	۵۵
۱۵	۱۰	۲	۴۷	۱۹	۲	۵۵	۱۹	۲	۵۵
۱۶	۹	۲	۴۶	۱۹	۲	۵۵	۱۹	۲	۵۵
۱۷	۸	۲	۴۵	۱۹	۲	۵۵	۱۹	۲	۵۵
۱۸	۷	۲	۴۴	۱۹	۲	۵۵	۱۹	۲	۵۵
۱۹	۵	۲	۴۳	۱۹	۲	۵۵	۱۹	۲	۵۵
۲۰	۴	۲	۴۲	۱۹	۲	۵۵	۱۹	۲	۵۵
۲۱	۳	۲	۴۱	۱۹	۲	۵۵	۱۹	۲	۵۵
۲۲	۲	۲	۴۰	۱۹	۲	۵۵	۱۹	۲	۵۵
۲۳	۱	۲	۳۹	۱۹	۲	۵۵	۱۹	۲	۵۵
۲۴	۰	۲	۳۸	۱۹	۲	۵۵	۱۹	۲	۵۵
۲۵	۰	۲	۳۷	۱۹	۲	۵۵	۱۹	۲	۵۵
۲۶	۰	۲	۳۶	۱۹	۲	۵۵	۱۹	۲	۵۵
۲۷	۰	۲	۳۵	۱۹	۲	۵۵	۱۹	۲	۵۵
۲۸	۰	۲	۳۴	۱۹	۲	۵۵	۱۹	۲	۵۵
۲۹	۰	۲	۳۳	۱۹	۲	۵۵	۱۹	۲	۵۵
۳۰	۰	۲	۳۲	۱۹	۲	۵۵	۱۹	۲	۵۵

نقشہ اوقات ذمی سلسل

سپتمبر		اگست						جولائی					
روز	نمبر	روز	نمبر	روز	نمبر	روز	نمبر	روز	نمبر	روز	نمبر	روز	نمبر
۱	۲۲	۳	۱	۵	۱۲	۴	۱۱	۶	۱۲	۷	۱۱	۸	۱۰
۲	۲۳	۴	۲	۵	۱۳	۵	۱۱	۷	۱۳	۶	۱۲	۹	۱۱
۳	۲۴	۵	۳	۵	۱۴	۶	۱۲	۸	۱۴	۷	۱۳	۱۰	۱۲
۴	۲۵	۶	۴	۵	۱۵	۷	۱۳	۹	۱۵	۸	۱۴	۱۱	۱۳
۵	۲۶	۷	۵	۵	۱۶	۸	۱۴	۱۰	۱۶	۹	۱۵	۱۲	۱۴
۶	۲۷	۸	۶	۵	۱۷	۹	۱۵	۱۱	۱۷	۱۰	۱۶	۱۳	۱۵
۷	۲۸	۹	۷	۵	۱۸	۱۰	۱۶	۱۲	۱۸	۱۱	۱۷	۱۴	۱۶
۸	۲۹	۱۰	۸	۵	۱۹	۱۱	۱۷	۱۳	۱۹	۱۲	۱۸	۱۵	۱۷
۹	۳۰	۱۱	۹	۵	۲۰	۱۲	۱۸	۱۴	۲۰	۱۳	۱۹	۱۶	۱۸
۱۰	۳۱	۱۲	۱۰	۵	۲۱	۱۳	۱۹	۱۵	۲۱	۱۴	۲۰	۱۷	۱۹
۱۱	۱	۱۳	۱۱	۵	۲۲	۱۴	۲۰	۱۶	۲۲	۱۵	۲۱	۱۸	۲۰
۱۲	۲	۱۴	۱۲	۵	۲۳	۱۵	۲۱	۱۷	۲۳	۱۶	۲۲	۱۹	۲۱
۱۳	۳	۱۵	۱۳	۵	۲۴	۱۶	۲۲	۱۸	۲۴	۱۷	۲۳	۲۰	۲۲
۱۴	۴	۱۶	۱۴	۵	۲۵	۱۷	۲۳	۱۹	۲۵	۱۸	۲۴	۲۱	۲۳
۱۵	۵	۱۷	۱۵	۵	۲۶	۱۸	۲۴	۲۰	۲۶	۱۹	۲۵	۲۲	۲۴
۱۶	۶	۱۸	۱۶	۵	۲۷	۱۹	۲۵	۲۱	۲۷	۲۰	۲۶	۲۳	۲۵
۱۷	۷	۱۹	۱۷	۵	۲۸	۲۰	۲۶	۲۲	۲۸	۲۱	۲۷	۲۴	۲۶
۱۸	۸	۲۰	۱۸	۵	۲۹	۲۱	۲۷	۲۳	۲۹	۲۲	۲۸	۲۵	۲۷
۱۹	۹	۲۱	۱۹	۵	۳۰	۲۲	۲۸	۲۴	۳۰	۲۳	۲۹	۲۶	۲۸
۲۰	۱۰	۲۲	۲۰	۵	۳۱	۲۳	۲۹	۲۵	۳۱	۲۴	۳۰	۲۷	۲۹
۲۱	۱۱	۲۳	۲۱	۵	۱	۲۴	۳۰	۲۶	۱	۲۵	۳۱	۲۸	۳۰
۲۲	۱۲	۲۴	۲۲	۵	۲	۲۵	۳۱	۲۷	۲	۲۶	۱	۲۹	۳۱
۲۳	۱۳	۲۵	۲۳	۵	۳	۲۶	۱	۲۸	۳	۲۷	۲	۳۰	
۲۴	۱۴	۲۶	۲۴	۵	۴	۲۷	۲	۲۹	۴	۲۸	۳	۳۱	
۲۵	۱۵	۲۷	۲۵	۵	۵	۲۸	۳	۳۰	۵	۲۹	۴		
۲۶	۱۶	۲۸	۲۶	۵	۶	۲۹	۴	۳۱	۶	۳۰	۵		
۲۷	۱۷	۲۹	۲۷	۵	۷	۳۰	۵	۱	۷	۳۱	۶		
۲۸	۱۸	۳۰	۲۸	۵	۸	۳۱	۶	۲	۸	۱	۷		
۲۹	۱۹	۳۱	۲۹	۵	۹	۱	۷	۳	۹	۲	۸		
۳۰	۲۰		۳۰	۵	۱۰	۲	۸	۴	۱۰	۳	۹		
۳۱	۲۱		۳۱	۵	۱۱	۳	۹	۵	۱۱	۴	۱۰		
۳۲	۲۲			۵	۱۲	۴	۱۰	۶	۱۲	۵	۱۱		
۳۳	۲۳			۵	۱۳	۵	۱۱	۷	۱۳	۶	۱۲		
۳۴	۲۴			۵	۱۴	۶	۱۲	۸	۱۴	۷	۱۳		
۳۵	۲۵			۵	۱۵	۷	۱۳	۹	۱۵	۸	۱۴		
۳۶	۲۶			۵	۱۶	۸	۱۴	۱۰	۱۶	۹	۱۵		
۳۷	۲۷			۵	۱۷	۹	۱۵	۱۱	۱۷	۱۰	۱۶		
۳۸	۲۸			۵	۱۸	۱۰	۱۶	۱۲	۱۸	۱۱	۱۷		
۳۹	۲۹			۵	۱۹	۱۱	۱۷	۱۳	۱۹	۱۲	۱۸		
۴۰	۳۰			۵	۲۰	۱۲	۱۸	۱۴	۲۰	۱۳	۱۹		
۴۱	۳۱			۵	۲۱	۱۳	۱۹	۱۵	۲۱	۱۴	۲۰		

نقشہ اوقات دائمی مسلسل

اکتوبر				نومبر				دسمبر											
صبح فجر		طلوع آفتاب		زوال		عروبہ آفتاب		صبح فجر		طلوع آفتاب		زوال		عروبہ آفتاب					
ساعت	دقیقہ	ساعت	دقیقہ	ساعت	دقیقہ	ساعت	دقیقہ	ساعت	دقیقہ	ساعت	دقیقہ	ساعت	دقیقہ	ساعت	دقیقہ				
۱	۲۵	۳	۵۷	۵	۱۲	۱۱	۲۷	۶	۱۹	۲	۵۶	۵	۳۹	۱۱	۵۲	۵	۵۷	۳	۲۵
۲	۲۶	۳	۵۷	۵	۱۳	۱۱	۲۷	۶	۱۹	۲	۵۷	۵	۳۸	۱۱	۵۲	۵	۵۷	۳	۲۶
۳	۲۶	۳	۵۸	۵	۱۳	۱۱	۲۷	۶	۲۰	۲	۵۷	۵	۳۷	۱۱	۵۲	۵	۵۸	۳	۲۶
۴	۲۷	۳	۵۸	۵	۱۴	۱۱	۲۷	۶	۲۱	۲	۵۸	۵	۳۵	۱۱	۵۲	۵	۵۸	۳	۲۷
۵	۲۸	۳	۵۹	۵	۱۱	۱۱	۲۷	۶	۲۲	۲	۵۸	۵	۳۳	۱۱	۵۲	۵	۵۹	۳	۲۸
۶	۲۸	۳	۵۹	۵	۱۰	۱۱	۲۷	۶	۲۳	۲	۵۹	۵	۳۲	۱۱	۵۱	۶	۰	۳	۲۸
۷	۲۹	۳	۵۹	۵	۱۰	۱۱	۲۷	۶	۲۳	۵	۰	۵	۳۱	۱۱	۵۱	۶	۰	۳	۲۹
۸	۳۰	۳	۵۹	۵	۹	۱۱	۲۷	۶	۲۳	۵	۰	۵	۳۰	۱۱	۵۱	۶	۱	۳	۳۰
۹	۳۰	۳	۵۹	۵	۹	۱۱	۲۷	۶	۲۵	۵	۱	۵	۲۹	۱۱	۵۰	۶	۲	۳	۳۰
۱۰	۳۱	۳	۵۹	۵	۸	۱۱	۲۷	۶	۲۶	۵	۱	۵	۲۷	۱۱	۵۰	۶	۲	۳	۳۱
۱۱	۳۲	۳	۵۹	۵	۷	۱۱	۲۷	۶	۲۷	۵	۲	۵	۲۶	۱۱	۵۰	۶	۲	۳	۳۲
۱۲	۳۲	۳	۵۹	۵	۶	۱۱	۲۷	۶	۲۸	۵	۳	۵	۲۵	۱۱	۴۹	۶	۳	۳	۳۲
۱۳	۳۳	۳	۵۹	۵	۵	۱۱	۲۷	۶	۲۹	۵	۳	۵	۲۳	۱۱	۴۹	۶	۳	۳	۳۳
۱۴	۳۳	۳	۵۹	۵	۵	۱۱	۲۷	۶	۳۰	۵	۳	۵	۲۲	۱۱	۴۹	۶	۳	۳	۳۳
۱۵	۳۳	۳	۵۹	۵	۳	۱۱	۲۸	۶	۳۱	۵	۶	۵	۲۱	۱۱	۴۹	۶	۳	۳	۳۳
۱۶	۳۵	۳	۵۹	۵	۲	۱۱	۲۸	۶	۳۲	۵	۷	۵	۲۱	۱۱	۴۹	۶	۳	۳	۳۵
۱۷	۳۵	۳	۵۹	۵	۲	۱۱	۲۸	۶	۳۲	۵	۸	۵	۲۰	۱۱	۴۸	۶	۳	۳	۳۵
۱۸	۳۶	۳	۵۹	۵	۲	۱۱	۲۸	۶	۳۳	۵	۹	۵	۲۰	۱۱	۴۸	۶	۳	۳	۳۶
۱۹	۳۶	۳	۵۹	۵	۲	۱۱	۲۸	۶	۳۳	۵	۹	۵	۲۰	۱۱	۴۸	۶	۳	۳	۳۶
۲۰	۳۷	۳	۵۹	۵	۲	۱۱	۲۹	۶	۳۵	۵	۱۰	۵	۲۰	۱۱	۴۸	۶	۳	۳	۳۷
۲۱	۳۸	۳	۵۹	۵	۲	۱۱	۲۹	۶	۳۶	۵	۱۱	۵	۲۰	۱۱	۴۸	۶	۳	۳	۳۸
۲۲	۳۸	۳	۵۹	۵	۱	۱۱	۲۹	۶	۳۷	۵	۱۲	۵	۲۰	۱۱	۴۸	۶	۳	۳	۳۸
۲۳	۳۹	۳	۵۹	۵	۱	۱۱	۲۹	۶	۳۷	۵	۱۲	۵	۲۰	۱۱	۴۸	۶	۳	۳	۳۹
۲۴	۳۹	۳	۵۹	۵	۰	۱۱	۳۰	۶	۳۸	۵	۱۳	۵	۲۰	۱۱	۴۸	۶	۳	۳	۳۹
۲۵	۴۰	۳	۵۹	۵	۰	۱۱	۳۰	۶	۳۹	۵	۱۳	۵	۲۰	۱۱	۴۸	۶	۳	۳	۴۰
۲۶	۴۰	۳	۵۹	۵	۰	۱۱	۳۰	۶	۴۰	۵	۱۴	۵	۲۰	۱۱	۴۸	۶	۳	۳	۴۰
۲۷	۴۱	۳	۵۹	۵	۰	۱۱	۳۰	۶	۴۰	۵	۱۴	۵	۲۰	۱۱	۴۸	۶	۳	۳	۴۱
۲۸	۴۲	۳	۵۹	۵	۰	۱۱	۳۰	۶	۴۱	۵	۱۴	۵	۲۰	۱۱	۴۸	۶	۳	۳	۴۲
۲۹	۴۲	۳	۵۹	۵	۰	۱۱	۳۰	۶	۴۲	۵	۱۴	۵	۲۰	۱۱	۴۸	۶	۳	۳	۴۲
۳۰	۴۳	۳	۵۹	۵	۰	۱۱	۳۰	۶	۴۳	۵	۱۴	۵	۲۰	۱۱	۴۸	۶	۳	۳	۴۳

حصہ دوم

ہجری اور عیسوی سنین میں دن معلوم کرنے اور ان کے درمیان مطابقت کے طریقے

فہرست ابواب

- ۱۔ قری تقویم اور ہجری تقویم
- ۲۔ ہجری تقویم میں دن معلوم کرنے کے مختلف طریقے
- ۳۔ کثیر المقاصد ہجری تقویم دائمی
- ۴۔ شمسی تقویم اور عیسوی تقویم
- ۵۔ ہجری اور عیسوی سنین میں مطابقت کے طریقے

قری تقویم اور، بھری تقویم

قری تقویم کی خصوصیات

بھری تقویم کی بنیاد حقیقی قری تقویم پر ہے۔ لہذا ہم پہلے قری تقویم کی خصوصیات بیان کریں گے پھر اس کے بعد صرف ایسی خصوصیات کا ذکر ہوگا جو صرف بھری تقویم سے ہی وابستہ ہیں۔

۱۔ سادہ اور فطری طریق | قری تقویم کا سارا دارومدار رویت ہلال پر ہے۔ لہذا یہ حساب ایک دیہاتی اور ان پڑھ بھی ایسے ہی کر سکتا ہے۔ جیسے ایک پڑھا لکھا مہذب شہری۔ اس طریق حساب میں نہ کسی دوسرے سے کچھ پوچھنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اور نہ ہی رصدگاہوں میں تحقیقات کی۔ یہی وہ خوبی ہے جس کی بنا پر تمام مذاہب الہیہ میں اسی تقویم پر انحصار کیا گیا ہے۔

(۲) سال کے مہینوں کی تعداد | قری سال کے مہینوں کی تعداد مقرر ہے جس میں کمی بیشی نہیں کی جاسکتی اس کے برعکس شمسی تقویم میں یہ کمی بیشی جاری رہی ہے۔ عیسوی تقویم پر، جو کہ شمسی تقویم پر مبنی ہے۔ ایسے دور بھی گزرے ہیں۔ جبکہ سال چودہ ماہ کا شمار کیا جاتا تھا۔ اور ایسے بھی جب سال ۱۰ ماہ کا تھا۔ اسی طرح بھری سمت میں کئی سال تیرہ ماہ کے ہوتے ہیں۔ لیکن قری تقویم میں ایسی گنجائش نہیں ہے۔ اگر کسی وقت یہ کمی بیشی کی بھی گئی تو اسے قبول عام حاصل نہ ہو سکا۔

(۳) مہینے کے دنوں کی تعداد | قری سال کے مہینے کے دن انسان کی دستبرد سے پاک ہیں۔ اگر ساری دنیا کے انسان انیس دن کے مہینے کو اٹھائیں

۱۔ عبدالقدوس ہاشمی، مقدمہ ”تقویم تاریخی“

دن کا بنانا چاہیں تو نہیں بنا سکتے۔ اسی طرح تیس دن کے مہینے کو اکتیس یا انتیس کا بھی بنایا جا سکتا۔ جب کہ شمسی سنین میں مہینے کے دنوں کی تعداد انسان کی اپنی مرضی پر منحصر ہوتی ہے۔ اور اس میں حسبِ خاطر یا ضرورت کمی بیشی کر لی جاتی ہے اور آئندہ بھی یہ امکان ہے، جیسا کہ نئے عالمی کیلنڈر کی تدوین میں ایسی تجویزیں پیش کی جا رہی ہیں۔

(۴) مہینے کے دنوں میں کم سے کم تفاوت | قمری مہینوں کے دنوں میں صرف ایک دن کا تفاوت ہے جو مردِ شمسِ سنین کی نسبت

سب سے کم ہے۔ عیسوی تقویم کے مہینوں میں، جو کہ شمسی تقویم پر مبنی ہے، چار دن تک تفاوت موجود ہے۔ فروری کا مہینہ اٹھائیس دن کا ہوتا ہے اور کبھی انتیس دن کا۔ کچھ مہینے تیس دن اور دوسرے اکتیس دن کے ہوتے ہیں۔ یہی حال بکرِی سمت کا ہے کہ اس میں کچھ ماہ انتیس دن کے، کچھ تیس دن کے، کچھ اکتیس دن کے اور کچھ بتیس دن کے بھی آتے ہیں۔ گرمیوں کے موسم میں جب دن بڑے ہوتے ہیں تو بکرِی مہینوں کے ایام بڑھ کر بتیس تک پہنچ جاتے ہیں اور موسم سرما میں جب دن چھوٹے ہوتے ہیں مہینوں کے ایام سکڑ کر انتیس تک آجاتے ہیں۔ تقریباً یہی حال دوسرے مردِ شمسِ سنین کا ہے۔

ہجری تقویم اور سن ہجری کی ابتداء | ہجری تقویم قمری ماہ و سال پر مبنی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کے سال سے شمار ہونے

کی وجہ سے مسلمانوں سے خاص نسبت رکھتی ہے۔ اس سن کی ابتدا کیونکر ہوئی؟ اس کے متعلق علامہ شبلی نعمانیؒ الفاروقؒ میں یوں رقم طراز ہیں۔

”۲۱ھ میں حضرت عمرؓ کے سامنے ایک تحریر پیش ہوئی جس پر صرف شعبان کا لفظ

تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا: یہ کیونکر معلوم ہو کہ گذشتہ شعبان کا مہینہ مراد ہے یا موجودہ؟

اسی وقت مجلس شوریٰ طلب کی گئی اور ہجری تقویم کے مختلف پہلو زیر بحث آئے جن میں سے ایک بنیادی پہلو یہ بھی تھا کہ کون سے واقعہ سے سنہ کا آغاز ہو۔ حضرت علیؓ نے ہجرت نبویؐ کی راتے دی اور اس پر سب کا اتفاق ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۸ ربیع الاول کو ہجرت فرمائی تھی چونکہ عرب میں سال محرم سے شروع ہوتا ہے، لہذا دو مہینے آٹھ دن پیچھے ہٹ کر شروع سال سے سنہ قائم کیا گیا۔“

سن ہجری کی ابتداء کے متعلق قاضی سلیمان منصور پوری صاحبؒ ”رحمۃ العالمین“ علامہ

شبلی نعمانی سے کچھ اختلاف رکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں :

اسلام میں سن، ہجری حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت میں جاری ہوا۔ ہجرات ۲۰، ہجادی
الثانی ۱۷ مطابق ۹/۱۲ جولائی ۶۳۸ء کو حضرت علیؓ کے مشورہ سے سن، ہجری کا شمار واقعہ
ہجرت سے کیا گیا اور حضرت عثمانؓ کے مشورہ سے محرم کو حسب دستور پہلا مہینہ قرار
دیا گیا۔

مزید تحقیق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ ہجرت سے سنین کے شمار کی ابتداء اس سے
بھی بہت پہلے ہو چکی تھی۔ اور یہی بات قرین قیاس معلوم ہوئی ہے، کیونکہ عرب میں قمری تقویم
کا رواج تو پہلے سے ہی موجود تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہجرت کا واقعہ
سب سے اہم واقعہ تھا۔ لہذا اس واقعہ سے سنین کے شمار کا دستور چل نکلا تھا، البتہ عہد
فاروقی تک سرکاری مراسلات میں صحیح اور مکمل تاریخ کا اندراج لازمی نہ سمجھا جاتا تھا، جسے
ایک طرح کی دفتری خامی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے اور اس خامی کا علاج حضرت عمر فاروقؓ نے
مجلس شوریٰ بلا کر کر دیا تھا۔

سن، ہجری کی خصوصیات

اگر ہم سن، ہجری کا دوسرے مردج سنین سے تقابل کر کے دیکھیں تو یہ سن بہت سی
باتوں میں ممتاز نظر آتا ہے، مثلاً :

(۱) ترمیمات سے مبرا | سن، ہجری کی بنیاد قمری تقویم پر ہے اور قمری تقویم انسانی اختراعات
سے بے نیاز اور بلند ہے۔ قمری تقویم میں اگر کبھی بیوند کاری کی
بھی گئی۔ تو اسے عام مقبولیت حاصل نہ ہو سکی اور سن، ہجری کے آغاز سے آج تک اس میں کوئی
ترمیم نہیں ہوئی اور نہ آئندہ ہونے کا امکان ہے، کیونکہ اسلام نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ لہذا
اس سن کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ شروع سے آج تک اپنی مجوزہ صورت پر چلا آتا
ہے۔ دنیا کے مردج سنین میں سے غالباً کسی میں بھی یہ خصوصیت نہیں پائی جاتی۔

لے ابن عساکر "تاریخ" جلد ۱: "رسالة التاريخ" للسيدوطي بواله "تقويم تاريخي"

(۲) **قدامت بلحاظ صحت واستدلال** | اگرچہ بعض دوسرے سنین سنِ بجمری سے پہلے کے معلوم ہوتے ہیں، لیکن ان سب کی باقاعدہ تدوین سنِ بجمری کی تدوین سے بہت بعد ہوئی ہے، مثلاً :

(الف) یکم محرم ۱۰ھ کو جولین کیلنڈر ۵۳۳۴ تھا، مگر حقیقت میں یہ سن اپنے موجودہ طریق پر سن۔ ہجری سے ۹۸۹ سال بعد وضع ہوا ہے۔ یہی سن آخر میں سنِ عیسوی میں تبدیل ہوا ہے۔ جس میں ۱۵۸۲ء تک متعدد بار ترامیم ہوتی رہی ہیں۔ جن کی تفصیل ”ہجری اور عیسوی سنین میں مطابقت“ کے باب میں دی گئی ہے۔

(ب) بکرمی سمت یکم محرم الحرام ۱۰ھ کو ۲۶ سادون ۶۷۹ بکرمی تھا جو بظاہر ۷۷۸ سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے۔ مگر ہندو اور یورپین مورخین کی تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ سب سے پہلے ۸۹۸ بکرمی میں یہ سن بکرمی سمت کے نام سے مشہور ہوا۔ اس طرح بلحاظ تدوین یہ سن سنِ بجمری سے ۲۲۰ سال بعد مدون ہوا۔

(ج) سنِ سکندری سنِ بجمری سے ۹۳۲ سال پہلے کا ہے۔ مگر اپنی موجودہ ہیئت میں نوزائیدہ ہے، کیونکہ یہ شروع میں کئی صدیوں تک قمری مہینوں کے حساب سے جاری رہا ہے۔ اور اب اسے شمسی مہینوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

تقریباً یہی صورتِ حال دوسرے سنین کی ہے۔ جنہیں طوالت کے پیشِ نظر نظر انداز کیا جاتا ہے۔

۳ مساوات اور ہمہ گیری | اسلام دینِ فطرت ہے، لہذا مصالح عامہ پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہی پسند فرمایا کہ اسلامی مہینے ادا لہتے بدلتے

موسم میں آیا کریں۔ لہذا قمری تقویم کو بنیاد قرار دیا۔ اگر اسلام کبیسہ کے طریقے کو گوارا کر لیتا۔ (یعنی شمسی تقویم کو قبول کر لیتا، تو رمضان کا مہینہ (ماہِ صیام) کسی ایک مقام پر ہمیشہ ایک ہی موسم میں آیا کرتا، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ نصف دنیا کے مسلمان، جہاں موسم گرما اور دن بڑے ہوتے ہیں، ہمیشہ تنگی اور سختی میں پڑ جاتے۔ اور باقی نصف دنیا کے مسلمان، جہاں موسم سرد اور دن چھوٹے ہوتے ہیں، ہمیشہ کے لئے آسانی میں بہتے۔ روزے کے علاوہ سفر جرح کا بھی یہی حال ہے، لہذا مساوات اور جہاگیری کا تقاضا یہی تھا کہ ماہِ دسال کا حساب قمری تقویم پر مبنی ہوتا اور اسے کبیسہ جیسی انسانی اختراعات سے پاک رکھا جائے۔

(۴) دنیوی اغراض کے بجائے روحانی بنیادیں | دنیا بھر کے مروجہ سنین کی ابتداء پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ ان میں سے

کئی سن کسی بڑے آدمی یا بادشاہ کی پیدائش، وفات یا تاج پوشی سے شروع ہوئے۔ یا پھر کسی ارضی یا سماوی حادثہ، مثلاً زلزلہ، سیلاب یا طوفان کی تاریخ سے۔ صرف سن جبری کو ہی یہ شرف حاصل ہے کہ اس کا آغاز دین اسلام کی سر بلندی کی خاطر مسلمانوں کے اپنے وطن عزیز کو چھوڑ کر چلے جانے کے دلدوز واقعہ سے ہوا ہے۔ اپنے وطن کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہنا ایک بہت بڑی قربانی ہے اور ایسے اوقات میں ہر شخص کا دل بھرتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہجرت کے وقت مکہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ ”اے مکہ! تو کتنا پاکیزہ اور مجھے پیارا لگتا ہے! اگر میری قوم مجھے یہاں سے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کہیں نہ رہتا۔“ (ترمذی)

ظاہر ہے کہ ترک وطن پر انسان صرف اسی صورت میں آمادہ ہو سکتا ہے جب وہ انتہائی مجبور ہو یا کوئی عظیم مقصد اس کے پیش نظر مسلمانوں کے لئے یہ عظیم مقصد دین اسلام کی سر بلندی تھا۔ ہجرت کے واقعہ کو سنہ ہجری کی بنیاد قرار دینے کا مقصد ہی یہ تھا۔ کہ مسلمانوں کو ہر نئے سال کے آغاز پر یہ پیغام یاد رہے کہ انہیں اسلام کی سر بلندی کے لئے بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہ کرنا چاہیے۔ سن کے اجراء میں مقصد کا یہ تقدس اور پاکیزگی ہجری سن کو دوسرے تمام سنین سے ممتاز کر دیتی ہے۔

(۵) رسم و رواج کی حوصلہ شکنی | کسی ملک یا علاقے کے رسم و رواج موسم سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ میلے پھیلے، تفریحی سفر، گرمیوں کی چھٹیاں، موسم

بہار کی تقریبات، مختلف قسم کے محاصل اور نذرانوں کی وصولیوں کے اوقات وغیرہ سب امور موسم سے وابستہ ہوتے ہیں۔ موسموں کا تعلق شمسی سال سے ہے۔ لہذا جوں جوں مذہب سے لگاؤ کم ہوتا جاتا ہے اور بیگانگت بڑھتی جاتی ہے۔ شمسی سال کے ساتھ لگاؤ بڑھتا جاتا ہے۔ اسی بنا پر بہت سے لوگوں نے شمسی سال کو اپنایا یا قری سال میں پیوند کاری کر کے اسے شمسی سال کے مطابق ڈھال لیا۔

انتہا یہ ہے کہ آج کل مزاروں کے مجاور اور منتظمین نے بھی زمانہ جاہلیت کے پردہ ہتوں کی طرح عرسوں کی تاریخیں بھی شمسی سال، خواہ بکرمی ہو یا عیسوی۔ کے مطابق کر رکھی ہیں۔ عرسوں کا جواز یا عدم جواز بجائے خود ایک الگ مسئلہ ہے۔ سر دست ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ایسی

تقریبات میں سے بھی جو خالص دینی یا مذہبی سمجھی جاتی ہیں۔ ہجری تقویم کو خارج کر دیا گیا ہے۔ علامہ کو یہ بات اسلامی اقدار کے منافی ہے۔ اسلام رسم و رواج کو، اگر وہ جائز بھی ہوں تو ثانوی حیثیت دیتا ہے۔ اس کا اولین مقصد احکامات و عبادات الہی اور شعائر اللہ کی صحیح طور پر اور معینہ دقت پر تعمیل ہے۔ اسی بنا پر اسلام نے قمری تقویم کو اختیار کیا جو اس کی روح کے عین مطابق ہے۔

(۶) ہفتے کا آغاز جمعہ کے مبارک دن سے | اسلامی تقویم میں ہفتہ کا پہلا دن جمعہ قرار دیا گیا ہے۔ یکم محرم سہ کو بھی جمعہ تھا۔ جمعہ

کو اجتماعی طور پر اللہ کی عبادت کرنے اور ذکر کرنے کا دن قرار دیا گیا ہے۔ گویا اس دن باقاعدہ تعطیل منانے پر پابندی نہیں۔ تاہم جمعہ کے دن نہانے دھونے، کپڑے بدلنے اور جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے لئے تیاری کے خاص اہتمام پر زور دیا گیا ہے۔ نماز جمعہ کے بعد کاروبار کرنے یا کوئی دوسرا کسب کرنے کی اجازت ہے۔ بالفاظ دیگر اس تقویم میں ہفتے کی ابتداء، اللہ کی یاد سے ہوتی ہے جب کہ عیسوی تقویم میں اتوار کا دن، جو عیسائیوں کی طہارت اور عبادت کا دن ہے ہفتے کا آخری دن ہے۔ یعنی چھ دن کام کرنے کے بعد جب انسان تھکا ماندہ ہو تو اللہ کی عبادت کی طرف بھی دھیان کر لے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ مجوزہ عالمی کیلنڈر میں برسال اور اس کی ہر سہ ماہی اتوار سے شروع کرنے کی تجویز پیش کی گئی ہے۔

(۷) نجوم پرستی سے احتراز | ہجری تقویم میں ہفتے کے ایام کے ناموں میں شرک، نجوم پرستی یا بت پرستی کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ ان ناموں کو نہ تو

کسی مخصوص سیارے سے منسوب کیا گیا ہے اور نہ کسی دیوی، دیوتا سے۔ عیسوی اور کبریٰ تقویم میں ہفتے کے دنوں کے نام دیوتاؤں کی دیوتاؤں اور سیاروں کی فرمانروائی کی یاد تازہ کرتے رہتے ہیں۔ جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

ہجری تقویم میں ہفتے کے دنوں کے نام یہ ہیں :-

یوم الجمعہ	یوم السبت	یوم الاحد	یوم الاثنين
جمعہ	ہفتہ	پہلا دن (اتوار)	دوسرا دن (سوار)
یوم الثلاثاء	یوم الأربعاء	یوم الخميس	
تیسرا دن (منگل)	چوتھا دن (بدھ)	پانچواں دن (جمعرات)	

اسی طرح ہجری تقویم میں مہینوں کے ناموں سے دیوتا پرستی یا شخصیت پرستی کا شائبہ تک نہیں

پایا جاتا۔ جب کہ انگریزی مہینوں کے پہلے چھ نام تو دیوی دیوتاؤں سے منسوب ہیں۔ اور کچھ مشہور اشخاص سے۔ جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

قری تقویم سے متعلق چند اہم معلومات

قری ماہ و سال کی مدت | چاند ایک ثانوی سیارچہ ہے جو ہماری زمین ۰ جو اس کا مرکزی سیارہ ہے کے گرد گھومتا ہے۔ موجودہ نظریہ بیست کے مطابق چاند کی گردشیں تین قسم کی ہیں۔ (۱) اپنے محور کے گرد، (۲) زمین کے گرد اور (۳) زمین کی معیت میں سورج کے گرد۔

چاند اگر صرف زمین کے گرد گھومتا تو اپنی رفتار کی نسبت سے یہ گردش ہر ۲۷ دن میں طے کر لیتا، مگر زمین بھی چونکہ سورج کے گرد گھوم رہی ہے۔ لہذا اس کا یہ چکر تقریباً ہر ۲۹ دن میں پورا ہوتا ہے اور یہی مدت قری مہینہ کہلاتی ہے اور ان دونوں گردشوں کے نتیجے میں اشکال قمر بنتی ہیں۔ چونکہ اس کی محوری گردش بھی اتنے ہی عرصے میں ختم ہوتی ہے۔ لہذا اس گردش کا ہماری زمین پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ الا یہ کہ چاند کا صرف ایک ہی رخ ہمیشہ ہمارے سامنے رہتا ہے۔

سیاروں کے مدار پورے گول نہیں ہوتے۔ بلکہ بعض قوانین حرکت کے ماتحت بیضوی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔ جب کوئی سیارہ گردش کرتے کرتے اپنے مرکزی سیارے یا ستارے کے قریب ہوتا ہے تو اس کی رفتار نسبتاً تیز ہو جاتی ہے اور جب دور ہوتا ہے تو یہ رفتار قدرے سست ہو جاتی ہے۔ چاند چونکہ زمین سے اور زمین سورج سے وابستہ ہے لہذا اس دوہری گردش اور رفتار کی کمی بیشی کا ہی یہ اثر ہوتا ہے۔ کہ قری مہینہ کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے اور کبھی تیس دن کا۔

قری ماہ کی اوسط مدت ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے ۴۴ منٹ اور ۳۳ سیکنڈ قرار دی گئی ہے۔ یہ اوسط مدت ہے، ورنہ فی الواقع یہ مدت کسی ماہ پانچ گھنٹے تک بڑھ جاتی ہے۔ اور کسی ماہ اتنی ہی کم بھی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح قری سال کی مدت ۳۵۴ دن ۸ گھنٹے ۴۸ منٹ اور ۳۴ سیکنڈ قرار دی گئی ہے۔ یہ بھی حقیقتاً اوسط مدت ہے۔ قری سال بھی کبھی چند گھنٹے بڑھ

جاتا ہے اور کبھی چند گھنٹے کم ہو جاتا ہے۔ تاہم اس کمی بیشی کے باوجود بھی یہ حساب قائم رہتا ہے کہ کوئی قمری ہیبت نہ تو انتیس دن سے کم ہو سکتا ہے اور نہ ہی تیس دن سے بڑھ سکتا ہے۔ اسی طرح قمری سال نہ کبھی ۳۵۴ دن سے کم ہو سکتا ہے اور نہ ہی ۳۵۵ دن سے زیادہ۔ قمری سال کی مدت تو ۳۵۴ دن ۸ گھنٹے ۴۸ منٹ اور ۳۴ سیکنڈ قرار دی گئی ہے لیکن حساب کرتے وقت ۳۴ سیکنڈ کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ۲۵۴ سال میں قمری تقویم میں ایک دن کا اضافہ ہو جائے گا۔ یہ اضافہ کس سال اور کس ماہ میں ہوگا۔ اور کون کرے گا؟ اس کے لئے ہمیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ چاند خود بخود اپنے حساب سے یہ اضافہ کئے گا۔

دورِ صغیر اور دورِ کبیر

اگر قمری سال کی مقررہ اوسط مدت سے ۳۴ سیکنڈ کو حذف کر دیا جائے تو یہ مدت ۳۵۴ دن ۸ گھنٹے ۴۸ منٹ رہتی ہے۔ اس مدت کو اگر کسور میں تبدیل کیا جائے تو سال کے $\frac{11}{30}$ ۳۵۴ دن بنتے ہیں۔ اور اگر اس کسر کو ۳۰ سے ضرب دی جائے تو کسر ختم ہو جاتی ہے اور جواب $(\frac{11}{30} \times 354) = 10631$ مکمل دن آتا ہے۔ لہذا اس ۳۰ سال کی مدت کو دورِ صغیر قرار دیا گیا ہے۔ بالفاظِ دیگر قمری تقویم میں تیس سالوں کے ۱۰۶۳۱ دن ہوتے ہیں جن میں سے گیارہ سال ۳۵۵ دن کے ہیں۔ ۳۵۵ دن والے سالوں کو ہم اپنی سہولت تحریر کی خاطر لیپ کے سال کہیں گے۔ ورنہ یہ کوئی اختراعی اضافہ نہیں ہے۔ ان تیس سالوں میں مندرجہ ذیل سال ۳۵۵ دن کے یا لیپ والے ہوتے ہیں: ۲-۵-۷-۱۰-۱۳-۱۶-۱۸-۲۱-۲۴-۲۶۔ یہ سال ۳۵۵ دن کے کیوں ہوتے ہیں اور باقی انیس سال ۳۵۴ دن کے کیوں؟ اس سوال کا مفصل جواب تو آپ کو ”بحری تقویم دائمی“ کے باب میں ملے گا۔ مختصر جواب یہ ہے کہ یہ سب کچھ چاند کی چال کے حساب سے ہوتا ہے۔

لہ قاضی سلیمان منصور پوری نے ”رحمۃ اللعالمین“ جلد دوم میں لیپ کے سال مندرجہ ذیل قرار دیئے ہیں: ۲-۵-۷-۱۱-۱۳-۱۶-۱۹-۲۱-۲۴-۲۶-۳۰۔ لیکن نہ تو ہمارے حساب نے اس کی تائید کی اور نہ ہی ”تقویم تاریخی“ از عبدالقدوس ہاشمی اس کی تائید کرتی ہے۔

قری مہینوں کے دنوں کا عام قاعدہ | ہمارے ہاں جو تقاویم تقابلی متداول ہیں ان میں قری مہینوں کے دنوں کے حساب کے لئے یہ طریق اختیار کیا جاتا ہے کہ اگر سال ۳۵۴ دن کا ہے تو پہلا مہینہ محرم کا تیس دن کا شمار کر لیا جاتا ہے اور اکتیس دن کا، تیسرا پھر تیس دن کا، چوتھا پھر اکتیس دن کا علیٰ ہذا القیاس آخر ذوالحجہ تک یہ سلسلہ چلتا ہے اور ۳۵۴ دن پورے کر لئے جاتے ہیں اور اگر سال ۳۵۵ دن کا ہو تو آخری ماہ ذی الحجہ کے بھی اکتیس کی بجائے تیس دن شمار کر لئے جاتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ طریق مشاہدہ اور حقیقت دونوں کے خلاف ہے، کیونکہ اس طریق حساب میں کوئی خاص مہینہ ہمیشہ کے لئے مخصوص دنوں کا شمار کر لیا جاتا ہے۔ مثلاً رمضان کا مہینہ ہمیشہ تیس دن کا ہوگا۔ حالانکہ واقعہ ایسا نہیں ہوتا۔ رمضان کا مہینہ کبھی اکتیس دن کا ہوتا ہے کبھی تیس دن کا۔ اسی طرح دوسرے تمام مہینوں کی بھی یہی صورت ہے۔ یہ طریق کار کسی متعین تاریخ کا دن معلوم کرنے یا کسی متعین ہجری تاریخ کو عیسوی تاریخ میں تبدیل کرنے یا اس کے برعکس عیسوی تاریخ سے ہجری تاریخ معلوم کرنے میں کام تو دیتا ہے۔ حالانکہ ایسے موقع پر بھی بعض اوقات اسی وجہ سے ایک دن کا فرق پڑ جاتا ہے جو آگے چل کر درست ہو جاتا ہے۔

دورِ صغیر کا فائدہ | تیس سالہ دور یا دورِ صغیر کو متعین کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس کے کسی مخصوص سال میں مہینوں کے دن اسی ترتیب اور اسی تعداد میں آتے ہیں۔ جتنے اور جیسے تیس سال پیشتر آئے تھے یا تیس سال بعد میں آئیں گے۔ گویا قری تقویم میں تیس سال بعد تاریخ اپنے آپ کو دوہرانا شروع کر دیتی ہے۔ مثلاً ۴۹۴ھ میں مہینوں کے ایام یوں تھے۔

۳۰	صفر	۳۰	محرم
۳۰	ربیع الثانی	۲۹	ربیع الاول
۳۰	جمادی الثانی	۲۹	جمادی الاول
۳۰	شعبان	۲۹	رجب
۳۰	شوال	۲۹	رمضان
۳۰	ذی الحجہ	۲۹	ذی القعدہ

یا دہرے کہ یہ سال ۳۵۵ دن کا یعنی لیپ کا سال ہے۔

تو ۴۹۴ھ سے پہلے ہر تیسواں سال مثلاً ۴۶۶ھ، ۴۳۶ھ، ۴۰۶ھ، ۳۷۶ھ، ۳۴۶ھ، ۳۱۶ھ، ۲۸۶ھ، ۲۵۶ھ، ۲۲۶ھ

۱۶۶ھ وغیرہ سب ۳۵۵ دن کے ہوں گے۔ اور ان کے مہینوں کی تعداد اتنی اور اسی ترتیب سے آئے گی۔ اسی طرح ۴۹۶ھ کے بعد ہر تیسویں سال مثلاً ۵۲۶ھ، ۵۵۶ھ، ۶۰۶ھ وغیرہ سب کا یہی حساب ہوگا۔ یعنی کسی بھی دورِ صغیر کے سو لہویں سال کی یہی کیفیت ہوگی۔ (۳۰ ÷ ۴۹۶) = ۱۶ اور باقی ۱۶۔

دورِ کفایتہ | اسات دورِ صغیر یا ۲۱۰ سالوں کا ایک دورِ کبیر ہوتا ہے۔ دورِ کبیر کی تعیین کا فائدہ یہ ہے کہ اس میں مہینوں کی تاریخوں کے علاوہ ہفتے کے ایام بھی پہلے ہی جیسے آتے ہیں۔ مثلاً ۸ محرم الحرام ۶۳۱ھ کو اگر جمعہ تھا اور یہ مہینہ تیس یوم کا تھا۔ تو اس سے پیشتر ۲۱۰ سال یعنی ۸ محرم الحرام ۸۴۱ھ یا ۲۱۱ھ یا ۲۱۲ھ کو جمعہ ہی ہوگا۔ اور یہ ماہ تیس دنوں کا ہوگا۔ اسی طرح ۸۴۱ھ اور ۱۲۶۱ھ وغیرہ کو بھی جمعہ ہی ہوگا۔ اور یہ ماہ تیس دن کا ہوگا۔ اور ان تمام سنین کے مہینوں کے دن، ترتیب، ہفتے کے ایام کے نام سب آپس میں مطابق ہو جائیں گے۔

۱۲ دورِ کبیر یعنی $۲۱۰ \times ۱۲ = ۲۵۲۰$ سال گزرنے پر اس حساب میں ایک دن کا اضافہ کرنا پڑے گا۔ یہ وہ مدت ہے جو حساب کرتے وقت سیکنڈوں کی صورت میں چھوڑ دی گئی تھی۔ یہ مدت ایک دورِ کبیر کے بعد ۲ گھنٹے اور ۱۲ دورِ کبیر کے بعد ایک دن بن جائے گی۔

×

ہجری تقویم میں دن معلوم کرنے کے مختلف طریقے

۱۔ اصولی طریق

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ قمری تقویم میں ہفتے کا پہلا دن جمعہ ہوتا ہے اور آخری دن جمعرات۔ اگر مجموعہ ایام کو ۷ پر تقسیم کرنے سے ایک باقی بچے تو جمعہ ہوگا۔ دو بچیں تو ہفتہ ہوگا۔ ادرتین بچیں تو اتوار۔ علیٰ ہذا القیاس اگر صفر بچے تو جمعرات کا دن ہوگا۔ مندرجہ بالا تصریح کے بعد اب ہم کسی معینہ ہجری تاریخ کا دن معلوم کرنے کے نکات پیش کرتے ہیں :-

- (۱) ہر دورِ کبیرہ دورِ صغیرہ یا ۴۳۱-۴۳۰ دن کا ہوتا ہے اور سات پر تقسیم کرنے سے ۱۰۴۳۱ ہفتے بن جاتے ہیں اور باقی صفر بچتا ہے، لہذا ہر دورِ کبیرہ کے لئے صفر کا ہندسہ لیا جائے گا۔
- (۲) دورِ صغیرہ ۱۰۴۳۱ دن کا ہوتا ہے۔ ۷ پر تقسیم کرنے سے ۱۵۱۸ ہفتے بنتے ہیں۔ اور پانچ باقی بچتے ہیں، لہذا ہر دورِ صغیرہ کے لئے پانچ کا ہندسہ لیا جائے گا۔
- (۳) ہر عام سال کے ۳۵۴ دن ہوتے ہیں۔ ۷ پر تقسیم کرنے سے ۵۰ ہفتے بنتے ہیں۔ اور چار باقی بچتے ہیں۔ لہذا ہر پورے اور عام سال کے لئے ۴ کا ہندسہ لیا جائے گا اور لیپ کے سالوں کے لئے جو ۳۵۵ دن کے ہوتے ہیں ایک کا ہندسہ مزید جمع کرنا ہوگا۔ یاد رہے کہ لیپ کے سال یہ ہیں۔

۲- ۵- ۷- ۱۰- ۱۳- ۱۴- ۱۸- ۲۱- ۲۳- ۲۴- ۲۹

(۴) رواں سال کے مہینوں کی گنتی معینہ تاریخ تک اس ترتیب سے کیجئے، محرم کے لئے ۳۰ کے بجائے ۲ (کیونکہ ۳۰ کو ۷ پر تقسیم کرنے سے ۲ باقی بچتا ہے)، صفر کے لئے ۲۹

ہر ۱۲۰ سال کے لئے ایک دن کم کیا جائیگا۔ باغلاؤ دیگر ۶ کا ہندسہ لیا جائیگا۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ پہلا دور کبیر ۶۴ سال کا تھا۔ شاید ہجری کے آغاز سے پہلے کے ۵۶ قمری سال بھی اس میں شمار ہو جاتے ہیں۔

سالِ رواں کے باقی دنوں کی گنتی بحساب سابق طریق ہیئت ہی شمار کی جائے گی۔

گو مشاہداتی طریق میں درج ذیل امور کا لحاظ رکھا جائے گا۔

- ۱- پہلا دور کبیر ۶۴ سال کے لئے = منفی ایک دن = ۱ -
- ۲- آئندہ ہر دور کبیر کے لئے (۱۲۰ سال کے لئے) = " " " = ۱ -
- ۳- بعد میں ہر دورِ صغیر (۸ سال) کے لئے = ۰ = صفر دن
- ۴- عام سالوں کے دن بحساب ۴ دن فی سال + لیپ کے سال کا ۱ دن فی لیپ سال
- ۵- سالِ رواں کے مہینوں اور دنوں کا حساب بحساب سابق

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

تا آخر اس کی تفصیل یہ ہے :-

۱۸۵ھ کو بدھ ہوگا	یکم محرم الحرام	۱۸۴ھ تک ۱۲۰ سال	۴۵ھ سے ۱۸۴ھ تک
۳۰۵ھ " منگل "	" "	" "	۱۸۵ھ سے ۳۰۴ھ تک ۱۲۰ سال
۲۲۵ھ " سوموار "	" "	" "	۳۰۵ھ سے ۲۲۲ھ تک
۵۳۵ھ " اتوار "	" "	" "	۲۲۵ھ سے ۵۳۲ھ تک
۶۶۵ھ " ہفتہ "	" "	" "	۵۳۵ھ سے ۶۶۲ھ تک
۷۸۵ھ " جمعہ "	" "	" "	۶۶۵ھ سے ۷۸۲ھ تک
۹۰۵ھ " جمعرات "	" "	" "	۷۸۵ھ سے ۹۰۲ھ تک
۱۰۲۵ھ " بدھ "	" "	" "	۹۰۵ھ سے ۱۰۲۲ھ تک
۱۱۴۵ھ " منگل "	" "	" "	۱۰۲۵ھ سے ۱۱۴۲ھ تک
۱۲۶۵ھ " سوموار "	" "	" "	۱۱۴۵ھ سے ۱۲۶۲ھ تک
۱۳۸۵ھ " اتوار "	" "	" "	۱۲۶۵ھ سے ۱۳۸۲ھ تک
۱۴۰۵ھ " ہفتہ "	" "	" "	۱۳۸۵ھ سے ۱۴۰۲ھ تک
۱۵۳۵ھ " جمعہ "	" "	" "	۱۴۰۵ھ سے ۱۵۳۲ھ تک
۱۶۵۵ھ " جمعرات "	" "	" "	۱۵۳۵ھ سے ۱۶۵۲ھ تک

اب ہم پہلے دی ہوئی تینوں مثالوں کی مشابہتی طریق سے جانچ پڑتال کرتے ہیں۔
 مثال ۱ :- یکم جمادی الاولیٰ ۱۰۸۰ کو کون سا دن تھا؟

حل :- (i) پہلا دورِ کبیر ۴۴ سال = ۱ - دن
 (ii) اگلے ۵ دورِ کبیر (۱۲۰ × ۵) = ۴۰۰ سال = ۵ - دن
 (iii) اگلے ۴ دورِ صغیر (۸ × ۴) = ۳۲ = صفر
 (iv) ۴ سال (۴ × ۴) + ایپ لاسال = ۱۷ یا ۳ دن
 (v) محرم، صفر، ربیع الاول، ربیع الثانی، جمادی الاولیٰ = ۱ ۱ ۲ ۱ ۲
 ۷ یا صفر دن

چونکہ پانچواں سال بھی ایپ کا ہے لہذا ایک دن کا مزید اضافہ ہوگا۔

یعنی کل دن = ۳ + ۱ + ۱ = ۵ دن

لہذا جمعہ سے شروع کر کے مطلوبہ دن منگل ہوگا۔

مثال ۲ :- ۱۵ رمضان ۱۲۴۷ کو کون سا دن تھا؟

حل :- (i) پہلے ۴۴ سال = ۱ - دن
 (ii) اگلے ۹ دورِ کبیر (۱۲۰ × ۹) = ۱۰۸۰ سال = ۹ - یا ۲ - دن
 (iii) اگلے ۱۲ دورِ صغیر (۸ × ۱۲) = ۹۶ = صفر دن
 (iv) اگلے ۴ سال = ۲ × ۲ = ۲ + ۲ = ایپ والے دن
 ۱۳ یا ۴ دن

(v) ۱۵ رمضان تک
 محرم، صفر، ربیع الاول، ربیع الآخر، جمادی الاولیٰ
 ۱۳ یا ۴ = ۲ ۱ ۲ ۱ ۲
 جمادی الآخرہ، رجب، شعبان، رمضان
 ۱ یا ۱۵

کل دن = ۵ + ۴ = ۱۱ - ۳ = ۸ یا ۱

لہذا مطلوبہ دن جمعہ ہوگا۔

مشال ۳ :- ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۹۸ھ کو کون سا دن ہوگا ؟

حل :- (i) پہلے ۴۴ سال = ۱۰ دن

(ii) لگے ۱۱ دور کبیر (۱۱ × ۱۲۰) = ۱۳۲۰ سال = ۱۱ = ۴۴ دن

(iii) اگلے ۸ سال = ۸ دن

(iv) " ۵ سال = ۴ × ۵ = ۲۰ + ۲ = ۲۲ = ۱۰ دن

(v) ۲۳ جمادی الآخرہ تک
 محرم، صفر، ربیع الاول، ربیع الآخر
 جمادی الاولیٰ، جمادی الآخرہ
 ۲ یا ۲۳

کل دن = ۱۱ - ۵ = ۶

جمعہ سے شروع کرنے سے مطلوبہ دن بدھ وار ہوگا۔

وجہ مفت

اب ہم یہ دیکھیں گے کہ مشاہداتی طریق اور اصولی طریق آپس میں کیسے مطابق ہو جاتے ہیں۔

اس وضاحت کے لئے درج ذیل اشارات پر غور فرمائیے۔

یکم محرم الحرام ۱۲۸۰ھ کو جمعہ تھا۔ لہذا اصولی طریق کے مطابق یکم محرم ۱۲۸۱ھ کو جمعہ ہوگا۔ اور مشاہداتی طریق سے :-

پہلے ۴۴ سال کے لئے = ۱۰ دن

اگلے ۱۲۰ سال کے لئے = ۱۰ دن

لگے ۲۳ سال (۳ دور صغیر) کے لئے = ۲۳ دن

باقی ۲ سال (۲۱۰ تک) = ۲ × ۲ = ۴ + ۸ = ۱۲ = ۱۰ دن

کل دن = ۹ دن = ۲ دن

یہ منفی اور جمع کے دن برابر ہو گئے۔ لہذا یکم محرم الحرام ۱۲۸۱ھ کو جمعہ ہی ہوگا۔

اسی طرح اصولی طریق کے مطابق یکم محرم ۱۲۸۱ھ کو جمعہ ہے تو مشاہداتی

طریق سے :-

پہلے ۶۴ سال کے لئے = ۱ دن

اگلے ۲۴۰ سال (۲ دورِ کبیر) کے لئے = ۲ =

اگلے ۱۱۲ سال (۱۴ دورِ صغیر) کے لئے = صفر =

باقی ۴ سال (۲۰ تک) = $۴ \times ۴ = ۱۶ + ۱$ دن لیپ

= ۱۷ دن = ۳ دن

گو منفی اور جمع کے دن برابر ہو گئے۔ لہذا یکم محرم الحرام ۱۲۲۱ھ کو جمعہ ہی ہوگا۔ علیٰ ہذا العیاس بطریق اصولی یکم محرم الحرام ۱۲۳۱ھ کو جمعہ ہے تو مشابہاتی طریق سے :-

پہلے ۶۴ سال کے لئے = ۱ دن

اگلے ۴۸۰ سال (۴ دورِ کبیر) = ۴ =

اگلے ۸۰ سال (۱۰ دورِ صغیر) = صفر دن

باقی ۶ سال (۳۰ تک) = $۴ \times ۶ = ۲۴ + ۲$ لیپ کے دن

= ۲۶ = ۵ دن

یہاں بھی منفی اور جمع کے دن برابر ہو گئے۔ لہذا یکم محرم ۱۲۳۱ھ کو جمعہ ہوگا۔ اب یکم محرم ۱۲۶۱ھ کو بھی اصولی طریق سے جمعہ ہے۔ اُس کا حساب یوں ہوگا۔

پہلے ۶۴ سال کے لئے = ۱ دن

اگلے ۱۰۸۰ سال (۹ دورِ کبیر) = ۹ - یا ۲ =

اگلے ۱۱۲ سال (۱۴ دورِ صغیر) = صفر دن

باقی چار سال (۲۰ تک) = $۴ \times ۴ = ۱۶ + ۱$ لیپ کا دن

= ۱۷ یا ۳ دن

یہاں بھی منفی اور جمع کے دن برابر ہو گئے۔ لہذا یکم محرم ۱۲۶۱ھ کو جمعہ ہی ہوگا۔

۳۔ بذریعہ یک صفحہ ہجری کیلنڈر

مندرجہ ذیل نقشہ سے کسی بھی ہجری تاریخ کا دن بطریق ذیل معلوم کیا جاسکتا ہے :-
(۱) مطلوبہ سال کو ۲۱۰ پر تقسیم کریں۔ حاصل قسمت کو چھوڑیں اس سے کچھ غرض نہیں۔ باقی کو

- پھر ۳۰ یعنی دو مرتبہ پر تقسیم کریں۔ حاصل قسمت بھی یاد رکھیں اور باقی بھی۔
 (۲) حاصل قسمت کو ۵ سے ضرب دیں۔ پھر اس میں ماہ رواں کی معینہ تاریخ کو چھوڑ کر باقی دن جمع کریں۔ پھر حاصل جمع کو ۷ پر تقسیم کر کے باقی لے لیں۔
 (۳) اب جتنے سال باقی بچے تھے، اس عدد کے سامنے اور ماہ مطلوبہ کے نیچے کا دن نقشہ دیکھ کر معلوم کریں۔

(۴) ۷ سے حاصل شدہ باقی اس معلوم دن سے آگے شمار کر لیں۔ تو یہی مطلوبہ دن ہوگا۔

سال	محرم	صفر	ربیع الاول	ربیع الثانی	جمادی الاول	جمادی الآخر	رجب	شعبان	رمضان	شوال	ذیقعدہ	ذی الحجہ
۱	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر
(۲)	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر	منگل	جمعرات	جمعہ
۳	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ
۴	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار
(۵)	پیر	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات
۶	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر	بدھ	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل
(۷)	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ	جمعہ	ہفتہ
۸	پیر	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ
۹	جمعہ	ہفتہ	اتوار	بدھ	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر
(۱۰)	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات	ہفتہ	پیر	منگل	جمعرات	جمعہ
۱۱	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر	بدھ
۱۲	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار
(۱۳)	پیر	بدھ	جمعرات	ہفتہ	پیر	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات
۱۴	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر	منگل	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل
۱۵	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات	جمعہ
(۱۶)	اتوار	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ
۱۷	جمعہ	ہفتہ	پیر	منگل	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر
(۱۸)	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ
۱۹	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر	بدھ
۲۰	جمعرات	جمعہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار
(۲۱)	پیر	بدھ	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات
۲۲	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر	منگل	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل
۲۳	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات	جمعہ
(۲۴)	اتوار	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ
۲۵	جمعہ	ہفتہ	پیر	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر
(۲۶)	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ
۲۷	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر	منگل
۲۸	جمعرات	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار
(۲۹)	پیر	بدھ	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات
۳۰	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار	پیر

اب ہم اس نقشہ کی مدد سے وہی پہلی تین مثالوں کو حل کریں گے۔ تاکہ ساتھ کے ساتھ پڑتال بھی ہو سکے۔

مثال ۷ :- یکم جمادی الاولیٰ ۱۲۳۶ھ کو کون سا دن تھا؟

حل :- (i) ۱۷ کو ۲۱۰ پر تقسیم کیا تو $(۳ \times ۲۱۰) = ۶۳۰$ اور باقی رہے ۱۷ یا ۲۱۰ سے اب ہمیں کوئی غرض نہیں۔ اب ۱۷ کو ۳۰ پر تقسیم کیا تو ۲ حاصل قسمت اور باقی ۱۱ ہے۔ ان دونوں سے غرض ہے۔

(ii) حاصل قسمت ۲ کو ۵ سے ضرب دی تو ۱۰ ہوئے معینہ ماہ کی معینہ تاریخ یکم ہے۔ یہ یکم بھی چھوڑ دی تو ۱۰ ہی رہے۔ اس کو ۷ پر تقسیم کیا تو باقی بچے = ۳

(iii) اب ۷ والی باقی ۱۱ کے سامنے اور جمادی الاولیٰ کے نیچے اس نقشہ میں ہفتہ کا دن لکھا ہوا ہے۔

(iv) اب اس ہفتہ کے آگے ۱۱ والی باقی یعنی ۳ دن شمار کریجئے تو جواب آئے گا منگل بس یہی مطلوبہ دن ہے اور درست ہے۔

مثال ۸ :- ۱۵ رمضان ۱۲۴۷ھ کو کون سا دن تھا؟

اب ہم عمل کو مختصر کر کے محض اشارات سے کام لیں گے :-

$$(i) \frac{۱۲۴۷}{۲۱۰} = ۵۹ + (۵ \times ۲۱۰) = ۱۹۷ + \frac{۱۹۷}{۳۰} = ۶۶ + (۴ \times ۳۰) = ۱۷۶ + \frac{۱۷۶}{۳۰}$$

$$(ii) ۵ \times ۴ = ۲۰ + ۳۰ = ۵۰ + ۱۳ دن = \frac{۲۳}{۲} = ۱۱ + \frac{۱}{۲}$$

(iii) نقشہ میں ۱۷ کے آگے اور رمضان کے نیچے بدھ ہے۔

(iv) اب بدھ سے آگے ۲ مزید دن شمار کیجئے۔ مطلوبہ دن = جمعہ جواب

مثال ۹ :- ۲۳ جمادی الثانی ۱۳۹۸ھ کو کون سا دن تھا؟

$$(i) \frac{۱۳۹۸}{۲۱۰} = ۶۶ + (۴ \times ۲۱۰) = ۱۳۸ + (۴ \times ۳۰) = ۱۳۸ + ۱۲۰ = ۲۵۸ + \frac{۲۵۸}{۳۰}$$

$$(ii) ۵ \times ۴ = ۲۰ + ۲۲ جمادی الثانی کے دن = \frac{۴۲}{۲} = ۲۱$$

(iii) نقشہ میں ۱۸ کے سامنے اور جمادی الثانی نیچے بدھ ہے۔

$$(iv) ۲۱ + ۰ = ۲۱ بدھ جواب$$

۴ - بذریعہ اعداد جمل

یہ طریقہ کوئی حسابی طریقہ معلوم نہیں ہوتا یا کم از کم ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ یہ طریقہ سعودی عرب کے ایک رسالہ تقویم الاوقات میں طبع ہوا تھا جس کو جعفر شاہ صاحب پھلواروی نے اپنی کتاب

اجتہادی مسائل کے ساتھ ۱۹ پر درج کیا ہے۔ یہ طریقہ ہر عربی ہیئینے کی پہلی تاریخ کو دن معلوم کرنے کے لئے ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر پہلی تاریخ کا دن معلوم ہو جائے تو آگے بھی معلوم کرنا کچھ مشکل نہیں ہوتا۔ حضرت شاہ صاحب کو خود بھی اعتراف ہے کہ اس طریقہ میں سقم ہیں۔ اور ہم نے بھی اس طریقہ کو کوئی منتر طریقہ نہیں پایا۔ ہم نے سابقہ مثالوں سے بھی اور اس کے علاوہ بھی اس کا تجربہ کیا۔ بسا اوقات ایک دن کی تقسیم و تاخیر ہو جاتی ہے۔ تاہم کسی وقت جواب درست بھی آجاتا ہے۔ جیسا کہ اجتہادی مسائل میں دی ہوئی مثال درست ہے۔ بہر حال وہ طریقہ یہ ہے :-

(i) ہجری سال کو ۸ پر تقسیم کر کے باقی نکالئے۔

(ii) اس باقی کو ۱ ۵ ج ۳ د ب و د میں دیکھے کہ اس عدد کا حرف بحساب حمل کیا جائے

۲ ۴ ۲ ۲ ۷ ۳ ۵ ۱

(iii) مطلوبہ ہیئینے کا عدد نما ب ج ۵ ۵ ل ب د ۵ ۵ سما ل ج میں سے معلوم کیجئے

۳ ۱ ۷ ۵ ۴ ۲ ۱ ۴ ۵ ۳ ۲ ۷

(iv) ii اور (iii) کے معلومہ اعداد کو جمع کر کے اس میں ماہ رواں کی تاریخ جمع کر کے ۷ پر تقسیم کیجئے۔

(v) جو باقی بچے اس کا شمار یکشنبہ (اتوار یا یوم الاحد) سے کیجئے۔ یہی مطلوبہ دن ہوگا۔

اب ہم سابقہ تین مثالوں کے ذریعہ ہی اس طریقہ کی پڑتال کریں گے :-

مثال ۷ :- یکم جمادی الاول ۱۲۷۷ھ کو کون سا دن تھا ؟

حل :- (i) $\frac{۱۷۷۷}{۸} = ۲۲۲ - ۵$ باقی ۷ حاصل قسمت یا باقی = ۵

(ii) پانچواں حرف (ii) میں د ہے۔ د کے عدد = ۴

(iii) جمادی الاول پانچواں ہیئینے ہے (iii) میں پانچواں حرف بھی د ہی ہے۔ د کے عدد = ۴

(iv) $۱ + ۴ + ۴ = ۹ = \frac{۹}{۲} = ۴$ باقی ۱

(v) یکشنبہ سے شروع کرنے سے جواب دو شنبہ یا سوموار آتا ہے جبکہ اصل جواب منگل ہے۔

مثال ۸ :- ۱۵ رمضان ۱۲۷۷ھ کو کون سا دن تھا ؟

حل :- (i) $\frac{۱۲۷۷}{۷} = ۱۸۲ - ۷$ باقی ۷

(ii) ساتواں حرف (ii) میں واو ، و = ۶

(iii) رمضان نواں ماہ (iii) میں نواں حرف ۷ ، ۷ = ۵

(iv) $۱۵ + ۵ + ۶ = ۲۶ = \frac{۲۶}{۵} = ۵$

(۷) یکشنبہ سے شروع کر کے پینچشنبہ یا جمعرات حالانکہ اصل دن جمعہ ہے۔

مثال ۳ :- ۲۳ جمادی الثانی ۱۳۹۸ھ کو کون سا دن تھا؟

$$\text{حل :- (i) } \frac{1398}{8} = 174 - 4$$

(ii) پھٹا حرف (ii) میں ب ، ب = ۲

(iii) پھٹا ہینہ (iii) میں پھٹا حرف و ، و = ۱

$$(iv) 5 = \frac{24}{2} = 23 + 1 + 2$$

(۷) یوم الاحد سے شروع کر کے یہ جمعرات بنتا ہے حالانکہ اصل جواب بدھ ہے۔

TRUEMASLAK @ INBOX.COM

باب ۳

کثیر المقاصد ہجری تقویم دائمی

اس سے پیشتر ایک یک صغی ہجری کیلنڈر پیش کیا جا چکا ہے۔ اگرچہ اس سے کسی بھی عربی مہینے کا دن معلوم کیا جا سکتا ہے مگر اس میں کچھ ضرب تقسیم کا عمل آجاتا ہے لہذا اس کے بعد اب ایک تفصیلی، سہل تر اور مفید تر کیلنڈر پیش کیا جا رہا ہے جس سے کسی عربی مہینے کی پہلی تاریخ کا دن معلوم کرنا نسبتاً زیادہ آسان ہے۔ علاوہ ازیں چونکہ اس کے اور بھی چند فوائد ہیں لہذا اس کیلنڈر کا اندراج ضروری معلوم ہوا۔

یہ تو پہلے بتلایا جا چکا ہے کہ قمری سال کی اوسط مدت $365 - 364 - 353$ دن ہے۔ اس مدت کو اگر ۱۲ پر تقسیم کریں تو ایک قمری مہینے کی اوسط مدت $30 - 29 - 28$ دن بنتی ہے حساب کرتے وقت سیکنڈوں کا حساب چھوڑ دیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ اڑھائی ہزار سال کے بعد ایک دن کا فرق ظاہر کرے گا۔

اب دیکھئے کہ مثلاً محرم سالہ کی مدت ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے اور ۴۴ منٹ ہے۔ اس کا تیسواں دن چونکہ نصف دن یا ۱۲ گھنٹے سے ۴۴ منٹ بڑا ہے۔ لہذا ہم اسے پورا دن شمار کر کے محرم کو ۳۰ دن کا شمار کریں گے اور دو ماہ کی مجموعی مدت $(30 - 29 - 28) \times 2 = 59$ دن بنے گی۔ یہاں ساتھواں دن صرف ایک گھنٹہ اور ۲۸ منٹ گزرا ہے۔ لہذا ہم صفر کو $(30 - 29) = 31$ دن کا شمار کریں گے۔ اب اگر اوسط مدت کو یعنی $30 - 29 - 28$ منٹ گھنٹے دن کو ۳۰ سے ضرب دیں تو محرم، صفر اور ربیع الاول کی مجموعی مدت $(30 - 29 - 28) \times 3 = 87$ دن بنتی ہے یہاں ۸۹ واں دن چونکہ نصف دن یا ۱۲ گھنٹے سے بڑا ہے تو اسے ہم پورا دن شمار کریں گے۔ اس طرح محرم کے ۳۰ دن، صفر کے ۲۹ اور ربیع الاول کے ۳۰ دن ہمارے علم میں آگئے۔ اس تقویم میں اسی طریق سے ایک دو ر صغیر کے پورے مہینوں یعنی $30 \times 12 = 360$ مہینوں کے دنوں کی تعداد نکالی گئی ہے۔

کیونکہ قمری تقویم کا خاصہ یہ ہے کہ جس ترتیب سے پہلے دور کے مہینوں کے دن آئیں گے۔ مابعد میں جتنے بھی دور صغیر آئیں گے ان کے مہینوں کے ایام کی تعداد یہی رہے گی۔

ضروری نوٹ ۱۔ یہ مغالطہ نہ رہے کہ بعض مقامات مثلاً ۱۷ ویں مہینے میں صرف ۲۸ منٹ زائد کو پورا دن شمار کیا گیا ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے ۱۶ ویں ماہ میں ۴۴ منٹ گنے کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور یہ ۲۸ منٹ اصل میں ۲۴ گنے ۲۸ منٹ ہیں۔ اس لئے اس کو پورا دن شمار کیا گیا ہے۔

قمری تقویم کا مروجہ اور سہل طریق کا یہ اختیار کیا جاتا ہے کہ محرم کے ۳۰ دن شمار کر لئے، صفر کے ۲۹ پھر ربیع الاول کے ۳۰ اور ربیع الآخر کے ۲۹ اسی طرح آخر میں ذی الحجہ ۲۹ دن کا آجاتا ہے۔ اور قمری سال کے ۳۵۴ دن پورے ہو جاتے ہیں۔ اور اگر سال لیپ کا یعنی ۳۵۵ دن کا ہو تو آخری ماہ ذی الحجہ کو بھی ۳۰ دن کا ہی شمار کر کے ۳۵۵ دن پورے کر لئے جاتے ہیں۔ چنانچہ تقویم تاریخی کے مؤلف عبدالقدوس ہاشمی صاحب نے بھی اپنی تقویم میں یہی طریق اختیار کیا ہے۔ اس طرح اگرچہ بعض مقامات پر ایک دن کی کمی بیشی ہو جاتی ہے تاہم وہ آگے چل کر دور ہو جاتی ہے اور حساب پھر منطبق ہو جاتا ہے کیونکہ فرق تو صرف مہینہ کے ایام میں واقع ہوتا ہے۔ سال کے دن تو برابر ہی ہوتے ہیں۔

البتہ اس طریق کار میں ایک دو خامیاں ایسی ہیں جن کا کوئی حل نہیں۔ پہلی یہ ہے کہ اس میں کسی بھی مہینہ مثلاً رمضان کے دن ہر سال ۲۹ ہی آتے ہیں۔ کیونکہ یہ نواں اور طاق مہینہ ہے۔ اور یہ بات حقیقت اور شاہدہ کے خلاف ہے۔

اور دوسری خامی اس طریق کار میں یہ ہے کہ اس میں اکثر مقامات پر ۳۰، ۳۰، ۳۰ دن کے تین ماہ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ مثلاً دور صغیر کا دوسرا سال لیپ کا سال ہے جس میں گیارہواں اور بارہواں دونوں مہینے ۳۰، ۳۰ دن کے شمار کئے جاتے ہیں پھر تیسرے سال کا پہلا مہینہ محرم بھی ۳۰ دن کا آجاتا ہے۔ اگرچہ جبری تقویم میں اکٹھے تین ماہ کا ۳۰، ۳۰، ۳۰ دن کا ہونا ناممکنات سے نہیں تاہم اپنی تین ماہ کا ۳۰، ۳۰، ۳۰ دن کا ہونا حقیقت اور شاہدہ دونوں کے خلاف ہے جبکہ اس طریق کار میں ہر لیپ کے سال کے آخر میں بھی صورت پیش آتی ہے۔

کثیر المقاصد تقویم تیار کرنے کی وجوہ

ایک دور صغیر کے ۳۶۰ ماہ کو اوسط مدت سے ضرب دینے کے لیے چوڑے عمل کو اختیار کرنے کی ایک وجہ تو یہی تھی جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ میں یہ چاہتا تھا کہ ایک دور صغیر کے پورے مہینوں کے ایام کی صحیح صحیح تعداد کا علم ہو جائے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اس بات میں تو کوئی اختلاف نہیں کہ ایک دور صغیر کے ۳۰ سالوں میں سے ۱۹ سال عام یعنی ۳۵۴ دن کے اور ۱۱ سال لیپ کے یعنی ۳۵۵

دن کے ہوتے ہیں۔ اختلاف اس بات میں ہے کہ وہ لیپ کے سال ہیں کون کون سے؟ قاضی سلمان صاحب منصور پوری نے یہ سال بتلائے ہیں :- ۲، ۵، ۸، ۱۱، ۱۳، ۱۴، ۱۹، ۲۱، ۲۳، ۲۷ اور ۳۰۔ جبکہ عبدالقدوس ہاشمی مؤلف تقویم تاریخی کے نزدیک وہ سال یہ ہیں :- ۲، ۵، ۷، ۱۰، ۱۳، ۱۴، ۱۸، ۲۱، ۲۳، ۲۷ اور ۲۹۔

گویا ان گیارہ سالوں میں سے ۲، ۵، ۱۳، ۱۴، ۲۱ اور ۲۳ چھ سالوں کے لیپ ہونے میں تو دونوں کا اتفاق تھا مگر باقی پانچ سالوں میں اختلاف تھا۔ چنانچہ اس ضربی عمل سے لیپ کے سال وہی معلوم ہوئے جو تقویم تاریخی میں درج ہیں۔ سال کے خانہ میں سال کا ہندسہ لکھتے وقت ہم نے لیپ کے سالوں کے گرد قوسین لگا دیئے ہیں مثلاً (۲)، (۵)، (۷) وغیرہ۔

اس تقویم پر سرسری نظر ڈالنے سے مندرجہ ذیل باتیں سامنے آتی ہیں :-

(۱) ہر عام سال میں ۲۹ ماہ ۶ دن کے ہوتے ہیں اور ۶ ماہ تیس دن کے۔
(۲) لیپ کے سال میں ۲۹ دن کے ۵ اور ۳۰ دن کے ۷ ماہ ہوتے ہیں۔ ہر لیپ کے سال کا پہلا اور آخری مہینہ عموماً ۳۰ دنوں کے ہوتے ہیں۔ کسی بھی سال میں ۲۹ دن کے مہینے ۵ سے کم اور ۳۰ کے ۷ سے زیادہ نہیں ہو سکتے۔

(۳) اس تیار کردہ تقویم کی رو سے ۲۹ دن کے دو ماہ اکٹھے نہیں آ سکتے حالانکہ کبھی کبھار ۲۹ دن کے دو ماہ اکٹھے آ بھی جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ تقویم ماہ کی اوسط مدت سے تیار کی گئی ہے جو کہ ۲۹ - ۱۲ - ۱۲ - ۲۹ ہے۔ جبکہ دو قزاقوں (نئے چاندوں) کے درمیان اس اوسط مدت سے پانچ چھ گھنٹے کمی بھی ہو سکتی ہے اور بیشی بھی۔

(۴) اسی طرح اس تقویم کی رو سے ۳۰ دن کے تین ماہ اکٹھے نہیں آ سکتے جبکہ کبھی مذکورہ بالا درجہ کی رو سے آ بھی جاتے ہیں۔ تاہم ۲۹ دن کے اکٹھے ۳ ماہ اور ۳۰ دن کے اکٹھے ۴ ماہ کبھی نہیں آتے۔

اور لیپ کا سال تو اس وقت تک لیپ کا سال بن ہی نہیں سکتا جب تک کہ اس میں ۳۰ دنوں کے دو ماہ اکٹھے نہ آجائیں۔ لیپ کے علاوہ مندرجہ ذیل سالوں میں بھی ۳۰ دن کے دو ماہ اکٹھے آئے ہیں :- ۳، ۴، ۹، ۱۱، ۱۴، ۱۷، ۲۰، ۲۲، ۲۵، ۲۸۔ گویا ۳۰ سالوں میں سے اکیس سال ایسے ہیں جن میں ۳۰ دن کے دو ماہ اکٹھے آئے ہیں۔

(۵) لیپ کے سال میں تین باتیں لازمی ہیں (۱) اس میں ۳۰ دن کے ماہ سات ہو لیں (ii) دن ۳۰ کے دو ماہ اکٹھے آئیں (iii) اور پہلا اور آخری ماہ ۳۰ دن کا ہو۔

مقاصد | اس تقویم سے درج ذیل مقاصد یا فوائد حاصل ہوتے ہیں۔
(۱) کسی بھی قمری ماہ کے ۲۹ دن یا ۳۰ دن ہونے کی وجہ بتلاتی ہے۔

(۲) لیپ کے سالوں کی تعیین کرتی ہے۔

(۳) ہر دورِ صغیر کے کسی بھی قمری مہینہ کی ہمیشہ کے لئے مدت متعین کرتی ہے۔ مثلاً اگر پہلے دورِ صغیر کے اٹھارویں سال رمضان ۳۰ دن کا ہے تو کسی بھی دورِ صغیر کے ۱۸ ویں سال کا رمضان ہمیشہ ۳۰ دن کا ہی آئے گا۔ یعنی (۱۸ + ۳۰) یعنی ۴۸ھ، ۵۷ھ، ۶۶ھ، ۷۵ھ، ۸۴ھ، ۹۳ھ، ۱۰۲ھ، ۱۱۱ھ کے ہی ہوں گے۔ حتیٰ کہ دورِ کبیر گزرنے پر بھی یہی صورت ہوگی مثلاً ۲۱۰ + ۱۸ یا ۴۳۰ + ۷۸ یا ۱۰۵۰ + ۱۹۸ یا ۲۲۸ھ، ۲۹۸ھ یا ۴۲۸ھ کے رمضان المبارک کے دن ہمیشہ ۳۰ ہی ہوں گے۔

(۴) مہینوں کے ایام کے سامنے دنوں کا ایک نقشہ دیا گیا ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ ہر دورِ صغیر اپنے سے پہلے والے دورِ صغیر کے پانچ دن بعد شروع ہوتا ہے۔ مثلاً پہلے دورِ صغیر کے پہلے سال کے پہلے مہینہ یعنی یکم محرم ۱ھ کو جمعہ کا دن تھا تو یکم محرم ۳۱ھ کو پانچ دن بعد یعنی بدھ کا دن ہوگا۔ اسی طرح اگر مثلاً پہلے دورِ صغیر کے ۱۴ ویں سال کے ساتویں مہینہ یعنی یکم رجب ۱۴ھ کو جمعہ تھا تو یکم رجب ۳۰ + ۱۴ھ، ۴۴ھ ہفتہ کے پانچ دن بعد یعنی ہفتہ کا دن ہوگا۔ دنوں کا یہ نقشہ اسی حساب سے ترتیب دیا گیا ہے۔ گویا اس تقویم سے ہمیشہ کے لئے کسی بھی قمری مہینہ کی یکم تاریخ کا دن معلوم کیا جاسکتا ہے۔

دن معلوم کرنے کا طریقہ | اقدامات کیئے۔

(۱) دورِ کبیر، دورِ صغیر اور عام سال معلوم کیجئے مثلاً ۴۷۸ھ میں ۲ تو دورِ کبیر آئے ہیں اور ایک دورِ صغیر اور ۲۸ سال یعنی ۴۷۸ = ۲۷۰ + ۳۰ + ۲۸ ہے اور اس سال کے ماہ شوال کی یکم کا دن ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

(ii) دورِ کبیر جتنے بھی ہوں انہیں چھوڑ دیجئے ان سے کوئی غرض نہیں۔ البتہ دورِ صغیر دوسرا شمار ہوگا کیونکہ یہ دوسرے دورِ صغیر کا اٹھائیسواں سال ہے۔ آپ اس نقشہ میں ۲۸ ویں سال کے ماہ شوال کے سامنے اور دوسرے دورِ صغیر کے نیچے دن معلوم کریجئے جو کہ منگل ہے۔ یعنی یکم شوال ۴۷۸ھ کو منگل تھا۔

مثال ۲ :- یکم جمادی الاول ۱۷۸ھ کو کون سا دن تھا؟

حل :-

- (i) $41 = 430 + (3 \text{ دورِ کبیر}) + 40 + (20 \text{ دورِ صغیر}) + 11$
- (ii) اب گیا رھویں سال کے جمادی الاولیٰ کے سامنے اور تیسرے دورِ صغیر کے نیچے دن دیکھ لیجئے۔
جواب منگل

مثال ۳ :- ۱۵ رمضان ۱۲۴۷ھ کو کون سا دن تھا؟

- حل :- (i) $1247 = 1050 + 180 + 17$ یعنی ۵ دورِ کبیر اور ساتویں دورِ صغیر کا ۱۷واں دن۔
- (ii) ۱۷ویں سال کے رمضان کے سامنے اور ساتویں دورِ صغیر کے سامنے جمعہ کا دن درج ہے اور یہ یکم رمضان کا دن ہے۔
- (iii) اگر یکم کو جمعہ ہو تو ۱۵ کو بھی جمعہ ہی ہوگا۔

+

جس دن سے مہینہ شروع ہوگا۔						مہینہ دورے کے دن	ابتداء کے دن			دور کے دن	مہینہ	سال نمبر
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶		۱۹۰۷	۱۹۰۸	۱۹۰۹			
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۲۰	۱۰۹۲	۱۵	۸	۳۷	۳	۱
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۲۹	۱۱۲۲	۳	۵۲	۳۸	۳	۲
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۲۰	۱۱۵۱	۱۴	۳۶	۳۹	۱۴	۳
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۲۹	۱۱۸۱	۵	۲۰	۴۰	۵	۴
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۲۰	۱۲۱۰	۱۸	۲	۴۱	۱۸	۴
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۲۹	۱۲۴۰	۶	۳۸	۴۲	۶	۵
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۳۰	۱۲۶۹	۱۹	۳۲	۴۳	۱۹	۶
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۲۹	۱۲۹۹	۸	۱۶	۴۴	۸	۷
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۳۰	۱۳۲۸	۲۱	۰	۴۵	۲۱	۸
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۲۹	۱۳۵۸	۹	۳۲	۴۶	۹	۹
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۳۰	۱۳۸۷	۲۲	۲۸	۴۷	۲۲	۱۰
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۲۹	۱۴۱۷	۱۱	۱۲	۴۸	۱۱	۱۱
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۳۰	۱۴۴۶	۲۳	۵۶	۴۹	۲۳	۱۲
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۳۰	۱۴۷۶	۱۲	۳۰	۵۰	۱۲	۱۳
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۲۹	۱۵۰۶	۱	۲۳	۵۱	۱	۱۴
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۲۰	۱۵۳۵	۱۳	۸	۵۲	۱۳	۱۵
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۲۹	۱۵۶۵	۲	۵۲	۵۳	۲	۱۶
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۳۰	۱۵۹۴	۱۵	۳۶	۵۴	۱۵	۱۷
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۲۹	۱۶۲۴	۴	۲۰	۵۵	۴	۱۸
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۳۰	۱۶۵۳	۱۷	۲	۵۶	۱۷	۱۹
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۲۹	۱۶۸۳	۵	۳۸	۵۷	۵	۲۰
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۳۰	۱۷۱۲	۱۸	۳۲	۵۸	۱۸	۲۱
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۲۹	۱۷۴۲	۷	۱۶	۵۹	۷	۲۲
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۳۰	۱۷۷۱	۲۰	۰	۶۰	۲۰	۲۳
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۲۹	۱۸۰۱	۸	۳۳	۶۱	۸	۲۴
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۳۰	۱۸۳۰	۲۱	۲۸	۶۲	۲۱	۲۵
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۲۹	۱۸۶۰	۱۰	۱۲	۶۳	۱۰	۲۶
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۳۰	۱۸۸۹	۲۲	۵۶	۶۴	۲۲	۲۷
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۲۹	۱۹۱۹	۱۱	۳۰	۶۵	۱۱	۲۸
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۳۰	۱۹۴۹	۰	۲۳	۶۶	۰	۲۹
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۲۰	۱۹۷۸	۱۳	۸	۶۷	۱۳	۳۰
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۲۹	۲۰۰۸	۱	۵۲	۶۸	۱	۳۱
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۳۰	۲۰۳۷	۱۳	۳۶	۶۹	۱۳	۳۲
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۲۹	۲۰۶۷	۳	۲۰	۷۰	۳	۳۳
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۳۰	۲۰۹۶	۱۴	۲	۷۱	۱۴	۳۴
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۲۹	۲۱۲۶	۴	۳۸	۷۲	۴	۳۵

جس دن سے مہینہ شروع ہوگا							موجودہ ماہ کے دن	ابتداء کے دن			دوران مہینہ		سال نمبر
۱۸۰۱	۱۸۰۲	۱۸۰۳	۱۸۰۴	۱۸۰۵	۱۸۰۶	۲۹-۱۲-۲۳		کل ماہ	بزرگ	چھٹا	دن	مہینہ	
جمعہ	اتوار	منگل	جمعرات	ہفتہ	سوموار	بدھ	۲۰	۲۱۵۵	۱۷	۲۲	۷۳	محرم	
اتوار	منگل	جمعرات	ہفتہ	سوموار	بدھ	جمعہ	۲۹	۲۱۸۵	۶	۱۶	۷۴	صفر	
سوموار	بدھ	جمعہ	اتوار	منگل	جمعرات	ہفتہ	۲۰	۲۲۱۳	۱۹	۰	۷۵	ربیع الاول	
بدھ	جمعہ	اتوار	منگل	جمعرات	ہفتہ	سوموار	۲۹	۲۲۴۳	۷	۳۳	۷۶	ربیع الثانی	
جمعرات	ہفتہ	سوموار	بدھ	جمعہ	اتوار	منگل	۲۰	۲۲۷۳	۲۰	۲۸	۷۷	جمادی الاول	
ہفتہ	سوموار	بدھ	جمعہ	اتوار	منگل	جمعرات	۲۹	۲۳۰۳	۹	۱۲	۷۸	جمادی الآخر	(۷)
اتوار	منگل	جمعرات	ہفتہ	سوموار	بدھ	جمعہ	۲۰	۲۳۳۲	۲۱	۵۶	۷۹	رجب	
منگل	جمعرات	ہفتہ	سوموار	بدھ	جمعہ	اتوار	۲۹	۲۳۶۲	۱۰	۲۰	۸۰	شعبان	
بدھ	جمعہ	اتوار	منگل	جمعرات	ہفتہ	سوموار	۲۰	۲۳۹۲	۲۳	۲۳	۸۱	رمضان	
جمعہ	اتوار	منگل	جمعرات	ہفتہ	سوموار	بدھ	۲۰	۲۴۲۱	۱۲	۸	۸۲	شوال	
اتوار	منگل	جمعرات	ہفتہ	سوموار	بدھ	جمعہ	۲۹	۲۴۵۱	۰	۵۲	۸۳	ذیقعدہ	
سوموار	بدھ	جمعہ	اتوار	منگل	جمعرات	ہفتہ	۲۰	۲۴۸۰	۱۳	۳۶	۸۴	ذی الحجہ	
بدھ	جمعہ	اتوار	منگل	جمعرات	ہفتہ	سوموار	۲۹	۲۵۱۰	۲	۲۰	۸۵	محرم	
جمعرات	ہفتہ	سوموار	بدھ	جمعہ	اتوار	منگل	۲۰	۲۵۳۹	۱۵	۲	۸۶	صفر	
ہفتہ	سوموار	بدھ	جمعہ	اتوار	منگل	جمعرات	۲۹	۲۵۶۹	۳	۳۸	۸۷	ربیع الاول	
اتوار	منگل	جمعرات	ہفتہ	سوموار	بدھ	جمعہ	۲۰	۲۵۹۸	۱۶	۳۲	۸۸	ربیع الثانی	
منگل	جمعرات	ہفتہ	سوموار	بدھ	جمعہ	اتوار	۲۹	۲۶۲۸	۵	۱۶	۸۹	جمادی الاول	
بدھ	جمعہ	اتوار	منگل	جمعرات	ہفتہ	سوموار	۲۰	۲۶۵۷	۱۸	۰	۹۰	جمادی الآخر	۸
جمعہ	اتوار	منگل	جمعرات	ہفتہ	سوموار	بدھ	۲۹	۲۶۸۷	۶	۳۳	۹۱	رجب	
ہفتہ	سوموار	بدھ	جمعہ	اتوار	منگل	جمعرات	۲۰	۲۷۱۶	۱۹	۲۸	۹۲	شعبان	
سوموار	بدھ	جمعہ	اتوار	منگل	جمعرات	ہفتہ	۲۹	۲۷۴۶	۸	۱۲	۹۳	رمضان	
منگل	جمعرات	ہفتہ	سوموار	بدھ	جمعہ	اتوار	۲۰	۲۷۷۵	۲۰	۵۶	۹۴	شوال	
جمعرات	ہفتہ	سوموار	بدھ	جمعہ	اتوار	منگل	۲۹	۲۸۰۵	۹	۴۰	۹۵	ذیقعدہ	
جمعہ	اتوار	منگل	جمعرات	ہفتہ	سوموار	بدھ	۲۰	۲۸۳۴	۲۲	۲۳	۹۶	ذی الحجہ	
اتوار	منگل	جمعرات	ہفتہ	سوموار	بدھ	جمعہ	۲۹	۲۸۶۳	۱۱	۸	۹۷	محرم	
سوموار	بدھ	جمعہ	اتوار	منگل	جمعرات	ہفتہ	۲۰	۲۸۹۳	۲۲	۵۲	۹۸	صفر	
بدھ	جمعہ	اتوار	منگل	جمعرات	ہفتہ	سوموار	۲۰	۲۹۲۳	۱۲	۳۶	۹۹	ربیع الاول	
جمعہ	اتوار	منگل	جمعرات	ہفتہ	سوموار	بدھ	۲۹	۲۹۵۲	۱	۲۰	۱۰۰	ربیع الثانی	
ہفتہ	سوموار	بدھ	جمعہ	اتوار	منگل	جمعرات	۲۰	۲۹۸۲	۱۳	۳	۱۰۱	جمادی الاول	
سوموار	بدھ	جمعہ	اتوار	منگل	جمعرات	ہفتہ	۲۹	۳۰۱۲	۲	۳۸	۱۰۲	جمادی الآخر	۹
منگل	جمعرات	ہفتہ	سوموار	بدھ	جمعہ	اتوار	۲۰	۳۰۴۱	۱۵	۳۲	۱۰۳	رجب	
جمعرات	ہفتہ	سوموار	بدھ	جمعہ	اتوار	منگل	۲۹	۳۰۷۱	۳	۱۶	۱۰۴	شعبان	
جمعہ	اتوار	منگل	جمعرات	ہفتہ	سوموار	بدھ	۲۰	۳۱۰۰	۱۷	۰	۱۰۵	رمضان	
اتوار	منگل	جمعرات	ہفتہ	سوموار	بدھ	جمعہ	۲۹	۳۱۳۰	۵	۳۳	۱۰۶	شوال	
سوموار	بدھ	جمعہ	اتوار	منگل	جمعرات	ہفتہ	۲۰	۳۱۵۹	۱۸	۲۸	۱۰۷	ذیقعدہ	
بدھ	جمعہ	اتوار	منگل	جمعرات	ہفتہ	سوموار	۲۹	۳۱۸۹	۷	۱۲	۱۰۸	ذی الحجہ	

جس دن سے مہینہ شروع ہوگا۔					مہینہ	روز	کل دن	کل ماہ	ابتداء	دور	صغیر
۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴							
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۲۰	۵۳۳۵	۰	۲۳	۱۸۱	حرم
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۲۰	۵۳۳۴	۱۳	۲۸	۱۸۲	صفر
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۲۹	۵۳۰۳	۲	۱۶	۱۸۳	ربیع الاول
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۳۰	۵۳۳۳	۱۳	۵۶	۱۸۳	ربیع الثانی
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۲۹	۵۳۴۲	۳	۳۰	۱۸۵	جمادی الاول
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۳۰	۵۳۹۲	۱۴	۲۳	۱۸۶	جمادی الآخر
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۲۹	۵۵۲۲	۵	۸	۱۸۷	رجب
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۳۰	۵۵۵۱	۱۷	۵۲	۱۸۸	شعبان
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۲۹	۵۵۸۱	۶	۳۶	۱۸۹	رمضان
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۳۰	۵۶۱۰	۱۹	۲۰	۱۹۰	شوال
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۲۹	۵۶۲۰	۸	۳	۱۹۱	ذیقعدہ
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۳۰	۵۶۶۹	۲۰	۲۸	۱۹۲	ذی الحجہ
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۲۹	۵۶۹۹	۹	۳۲	۱۹۳	محرم
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۳۰	۵۷۲۸	۲۲	۱۶	۱۹۴	صفر
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۲۹	۵۷۵۸	۱۱	-	۱۹۵	ربیع الاول
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۳۰	۵۷۸۷	۲۳	۳۳	۱۹۶	ربیع الثانی
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۳۰	۵۸۱۷	۱۲	۲۸	۱۹۷	جمادی الاول
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۲۹	۵۸۴۷	۱	۱۲	۱۹۸	جمادی الآخر
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۳۰	۵۸۷۶	۱۳	۵۶	۱۹۹	رجب
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۲۹	۵۹۰۶	۲	۳۰	۲۰۰	شعبان
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۳۰	۵۹۳۵	۱۵	۲۲	۲۰۱	رمضان
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۲۹	۵۹۶۵	۳	۸	۲۰۲	شوال
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۳۰	۵۹۹۴	۱۶	۵۲	۲۰۳	ذیقعدہ
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۲۹	۶۰۲۳	۵	۳۶	۲۰۴	ذی الحجہ
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۳۰	۶۰۵۲	۱۸	۲۰	۲۰۵	حرم
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۲۹	۶۰۸۲	۷	۳	۲۰۶	صفر
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۳۰	۶۱۱۲	۱۹	۴۸	۲۰۷	ربیع الاول
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۲۹	۶۱۴۲	۸	۳۲	۲۰۸	ربیع الثانی
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۳۰	۶۱۷۱	۲۱	۶۶	۲۰۹	جمادی الاول
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۲۹	۶۲۰۱	۱۰	-	۲۱۰	جمادی الآخر
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۳۰	۶۲۳۰	۲۲	۳۳	۲۱۱	رجب
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۲۹	۶۲۶۰	۱۱	۲۸	۲۱۲	شعبان
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۳۰	۶۲۹۰	۰	۱۲	۲۱۳	رمضان
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۲۹	۶۳۱۹	۱۱	۵۶	۲۱۴	شوال
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۳۰	۶۳۴۹	۱	۳۰	۲۱۵	ذیقعدہ
منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	منگل	۳۰	۶۳۷۸	۱۳	۲۳	۲۱۶	ذی الحجہ

سال	مہینہ	ابتداء	منزل			روز	جس دن سے مہینہ شروع ہوا۔						
			کل	۱۲	۲۹		۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	
۱۹	محرم	۲۱۷	۸	۲	۲۹	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار	ہفتہ	جمرات	منگل	
	صفر	۲۱۸	۵۲	۱۵	۲۰	سوار	ہفتہ	جمرات	منگل	اتوار	جمعہ	بدھ	
	ربیع الاول	۲۱۹	۳۶	۳	۲۹	بدھ	سوار	ہفتہ	جمرات	منگل	اتوار	جمعہ	
	ربیع الثانی	۲۲۰	۲۰	۱۷	۲۰	جمرات	منگل	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار	ہفتہ	
	جمادی الاول	۲۲۱	۲	۶	۲۹	ہفتہ	جمرات	منگل	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار	
	جمادی الآخر	۲۲۲	۴۸	۱۸	۲۰	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار	ہفتہ	جمرات	منگل	
	رجب	۲۲۳	۳۲	۷	۲۹	منگل	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار	ہفتہ	جمرات	
	شعبان	۲۲۴	۱۶	۲۰	۳۰	بدھ	سوار	ہفتہ	جمرات	منگل	اتوار	جمعہ	
	رمضان	۲۲۵	۰	۹	۲۹	جمعہ	بدھ	سوار	ہفتہ	جمرات	منگل	اتوار	
	شوال	۲۲۶	۴۴	۲۱	۲۰	ہفتہ	جمرات	منگل	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار	
	ذیقعدہ	۲۲۷	۲۸	۱۰	۲۰	سوار	ہفتہ	جمرات	منگل	اتوار	جمعہ	بدھ	
	ذی الحجہ	۲۲۸	۱۳	۲۳	۲۹	منگل	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار	ہفتہ	جمرات	
	۲۰	محرم	۲۲۹	۵۶	۱۱	۲۹	جمرات	منگل	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار	ہفتہ
		صفر	۲۳۰	۴۰	۰	۲۰	جمعہ	بدھ	سوار	ہفتہ	جمرات	منگل	اتوار
		ربیع الاول	۲۳۱	۲۳	۱۳	۳۰	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار	ہفتہ	جمرات	منگل
		ربیع الثانی	۲۳۲	۸	۲	۲۹	منگل	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار	ہفتہ	جمرات
		جمادی الاول	۲۳۳	۵۲	۱۳	۲۰	بدھ	سوار	ہفتہ	جمرات	منگل	اتوار	جمعہ
		جمادی الآخر	۲۳۴	۳۶	۳	۲۹	جمعہ	بدھ	سوار	ہفتہ	جمرات	منگل	اتوار
		رجب	۲۳۵	۲۰	۱۶	۲۰	ہفتہ	جمرات	منگل	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار
شعبان		۲۳۶	۴	۵	۲۹	سوار	ہفتہ	جمرات	منگل	اتوار	جمعہ	بدھ	
رمضان		۲۳۷	۴۸	۱۷	۲۰	منگل	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار	ہفتہ	جمرات	
شوال		۲۳۸	۳۲	۶	۲۹	جمرات	منگل	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار	ہفتہ	
۲۱	ذیقعدہ	۲۳۹	۱۶	۱۹	۲۰	جمعہ	بدھ	سوار	ہفتہ	جمرات	منگل	اتوار	
	ذی الحجہ	۲۴۰	۰	۸	۲۹	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار	ہفتہ	جمرات	منگل	
	محرم	۲۴۱	۴۴	۲۰	۳۰	سوار	ہفتہ	جمرات	منگل	اتوار	جمعہ	بدھ	
	صفر	۲۴۲	۲۸	۹	۲۹	بدھ	سوار	ہفتہ	جمرات	منگل	اتوار	جمعہ	
	ربیع الاول	۲۴۳	۱۲	۲۲	۲۰	جمرات	منگل	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار	ہفتہ	
	ربیع الثانی	۲۴۴	۵۶	۱۰	۲۹	ہفتہ	جمرات	منگل	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار	
	جمادی الاول	۲۴۵	۴۰	۲۳	۲۰	سوار	ہفتہ	جمرات	منگل	اتوار	جمعہ	بدھ	
	جمادی الآخر	۲۴۶	۲۴	۱۲	۲۹	منگل	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار	ہفتہ	جمرات	
	رجب	۲۴۷	۸	۱	۲۹	جمرات	منگل	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار	ہفتہ	
	شعبان	۲۴۸	۵۲	۱۳	۲۰	جمعہ	بدھ	سوار	ہفتہ	جمرات	منگل	اتوار	
رمضان	۲۴۹	۳۶	۲	۲۹	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار	ہفتہ	جمرات	منگل		
شوال	۲۵۰	۲۰	۱۵	۲۰	سوار	ہفتہ	جمرات	منگل	اتوار	جمعہ	بدھ		
ذیقعدہ	۲۵۱	۴	۳	۲۹	بدھ	سوار	ہفتہ	جمرات	منگل	اتوار	جمعہ		
ذی الحجہ	۲۵۲	۴۸	۱۶	۲۰	جمرات	منگل	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار	ہفتہ		

صغیر دور		ابتداء دور		منہ گھنٹے دن		مردود		جس دن سے مہینہ شروع ہوگا	
سال	مہینہ	کل ماہ	دورے	کل ماہ	دورے	کل ماہ	دورے	۱	۲
۲۲	محرم	۲۵۳	۲۲	۲۲	۲۹	۲۹	۲۹	ہفتہ	بھرات
	صفر	۲۵۴	۱۶	۱۸	۳۰	۳۰	۳۰	اتوار	جمہ
	ربیع الاول	۲۵۵	-	۷	۲۹	۲۹	۲۹	منگل	اتوار
	ربیع الثانی	۲۵۶	۲۳	۱۹	۳۰	۳۰	۳۰	بھرات	جمہ
	جمادی الاول	۲۵۷	۲۸	۸	۲۹	۲۹	۲۹	منگل	بھرات
	جمادی الآخر	۲۵۸	۱۲	۲۱	۳۰	۳۰	۳۰	منگل	بھرات
	رجب	۲۵۹	۵	۹	۲۹	۲۹	۲۹	منگل	بھرات
	شعبان	۲۶۰	۲۰	۲۰	۳۰	۳۰	۳۰	منگل	بھرات
	رمضان	۲۶۱	۲۳	۱۱	۲۹	۲۹	۲۹	منگل	بھرات
	شوال	۲۶۲	۸	-	۳۰	۳۰	۳۰	منگل	بھرات
	ذیقعدہ	۲۶۳	۵۲	۱۲	۳۰	۳۰	۳۰	منگل	بھرات
	ذی الحجہ	۲۶۴	۳۶	۱	۲۹	۲۹	۲۹	منگل	بھرات
۲۳	محرم	۲۶۵	۲۰	۱۳	۳۰	۳۰	۳۰	منگل	بھرات
	صفر	۲۶۶	۱۳	۲	۲۹	۲۹	۲۹	منگل	بھرات
	ربیع الاول	۲۶۷	۲۸	۱۵	۳۰	۳۰	۳۰	منگل	بھرات
	ربیع الثانی	۲۶۸	۳۲	۲	۲۹	۲۹	۲۹	منگل	بھرات
	جمادی الاول	۲۶۹	۱۶	۱۶	۳۰	۳۰	۳۰	منگل	بھرات
	جمادی الآخر	۲۷۰	-	۶	۲۹	۲۹	۲۹	منگل	بھرات
	رجب	۲۷۱	۴۳	۱۸	۳۰	۳۰	۳۰	منگل	بھرات
	شعبان	۲۷۲	۲۸	۷	۲۹	۲۹	۲۹	منگل	بھرات
	رمضان	۲۷۳	۱۲	۲۰	۳۰	۳۰	۳۰	منگل	بھرات
	شوال	۲۷۴	۵۶	۸	۲۹	۲۹	۲۹	منگل	بھرات
	ذیقعدہ	۲۷۵	۲۰	۲۱	۳۰	۳۰	۳۰	منگل	بھرات
	ذی الحجہ	۲۷۶	۲۳	۱۰	۲۹	۲۹	۲۹	منگل	بھرات
۲۴	محرم	۲۷۷	۸	۲۳	۳۰	۳۰	۳۰	منگل	بھرات
	صفر	۲۷۸	۵۲	۱۱	۲۹	۲۹	۲۹	منگل	بھرات
	ربیع الاول	۲۷۹	۲۶	۰	۳۰	۳۰	۳۰	منگل	بھرات
	ربیع الثانی	۲۸۰	۲۰	۱۳	۳۰	۳۰	۳۰	منگل	بھرات
	جمادی الاول	۲۸۱	۳	۲	۲۹	۲۹	۲۹	منگل	بھرات
	جمادی الآخر	۲۸۲	۲۸	۱۳	۳۰	۳۰	۳۰	منگل	بھرات
	رجب	۲۸۳	۳۲	۲	۲۹	۲۹	۲۹	منگل	بھرات
	شعبان	۲۸۴	۱۶	۱۶	۳۰	۳۰	۳۰	منگل	بھرات
	رمضان	۲۸۵	-	۵	۲۹	۲۹	۲۹	منگل	بھرات
	شوال	۲۸۶	۲۳	۱۷	۳۰	۳۰	۳۰	منگل	بھرات
	ذیقعدہ	۲۸۷	۲۸	۶	۲۹	۲۹	۲۹	منگل	بھرات
	ذی الحجہ	۲۸۸	۱۲	۱۹	۳۰	۳۰	۳۰	منگل	بھرات

جس دن سے مہینہ شروع ہوگا۔										روز و وقت	ابتداء سے دورے کل ماہ	مہینہ	سال			
۱۸۰۱	۱۸۰۲	۱۸۰۳	۱۸۰۴	۱۸۰۵	۱۸۰۶	۱۸۰۷	۱۸۰۸	۱۸۰۹	۱۸۱۰							
۲۰۱۱	۱۸۰۱	۱۸۰۲	۱۸۰۳	۱۸۰۴	۱۸۰۵	۱۸۰۶	۱۸۰۷	۱۸۰۸	۱۸۰۹	۱۸۱۰	۲۹	۸۵۳۳	۷	۲۶	۲۸۹	محرم
۲۰۱۲	۱۸۰۲	۱۸۰۳	۱۸۰۴	۱۸۰۵	۱۸۰۶	۱۸۰۷	۱۸۰۸	۱۸۰۹	۱۸۱۰	۲۰	۸۵۶۳	۲۰	۳۰	۲۹۰	صفر	
۲۰۱۳	۱۸۰۳	۱۸۰۴	۱۸۰۵	۱۸۰۶	۱۸۰۷	۱۸۰۸	۱۸۰۹	۱۸۱۰	۲۱	۸۵۹۳	۹	۲۳	۲۹۱	ربیع الاول		
۲۰۱۴	۱۸۰۴	۱۸۰۵	۱۸۰۶	۱۸۰۷	۱۸۰۸	۱۸۰۹	۱۸۱۰	۲۲	۸۶۲۲	۲۲	۸	۲۹۲	ربیع الثانی			
۲۰۱۵	۱۸۰۵	۱۸۰۶	۱۸۰۷	۱۸۰۸	۱۸۰۹	۱۸۱۰	۲۳	۸۶۵۲	۱۰	۵۲	۲۹۳	جمادی الاول				
۲۰۱۶	۱۸۰۶	۱۸۰۷	۱۸۰۸	۱۸۰۹	۱۸۱۰	۲۴	۸۶۸۱	۲۳	۳۶	۲۹۴	جمادی الآخر	۲۵				
۲۰۱۷	۱۸۰۷	۱۸۰۸	۱۸۰۹	۱۸۱۰	۲۵	۸۷۱۱	۱۲	۲۰	۲۹۵	رجب						
۲۰۱۸	۱۸۰۸	۱۸۰۹	۱۸۱۰	۲۶	۸۷۴۱	۱	۳	۲۹۶	شعبان							
۲۰۱۹	۱۸۰۹	۱۸۱۰	۲۷	۸۷۷۰	۱۹	۲۸	۲۹۷	رمضان								
۲۰۲۰	۱۸۱۰	۲۸	۸۸۰۰	۲	۲۲	۲۹۸	شوال									
۲۰۲۱	۱۸۱۱	۲۹	۸۸۲۹	۱۵	۱۶	۲۹۹	ذیقعدہ									
۲۰۲۲	۱۸۱۲	۳۰	۸۸۵۹	۲	۰	۳۰۰	ذی الحجہ									
۲۰۲۳	۱۸۱۳	۳۱	۸۸۸۸	۱۶	۳۰	۳۰۱	محرم									
۲۰۲۴	۱۸۱۴	۱	۸۹۱۸	۵	۲۸	۳۰۲	صفر									
۲۰۲۵	۱۸۱۵	۲	۸۹۴۷	۱۸	۱۲	۳۰۳	ربیع الاول									
۲۰۲۶	۱۸۱۶	۳	۸۹۷۷	۶	۵۶	۳۰۴	ربیع الثانی									
۲۰۲۷	۱۸۱۷	۴	۹۰۰۶	۱۹	۳۰	۳۰۵	جمادی الاول									
۲۰۲۸	۱۸۱۸	۵	۹۰۳۶	۸	۲۳	۳۰۶	جمادی الآخر	۳۶								
۲۰۲۹	۱۸۱۹	۶	۹۰۶۵	۲۱	۸	۳۰۷	رجب									
۲۰۳۰	۱۸۲۰	۷	۹۰۹۵	۹	۵۲	۳۰۸	شعبان									
۲۰۳۱	۱۸۲۱	۸	۹۱۲۴	۲۲	۳۶	۳۰۹	رمضان									
۲۰۳۲	۱۸۲۲	۹	۹۱۵۳	۱۱	۲۰	۳۱۰	شوال									
۲۰۳۳	۱۸۲۳	۱۰	۹۱۸۳	۰	۲	۳۱۱	ذیقعدہ									
۲۰۳۴	۱۸۲۴	۱۱	۹۲۱۲	۱۲	۲۸	۳۱۲	ذی الحجہ									
۲۰۳۵	۱۸۲۵	۱۲	۹۲۴۲	۱	۳۲	۳۱۳	محرم									
۲۰۳۶	۱۸۲۶	۱۳	۹۲۷۲	۱۴	۱۶	۳۱۴	صفر									
۲۰۳۷	۱۸۲۷	۱۴	۹۳۰۲	۳	۰	۳۱۵	ربیع الاول									
۲۰۳۸	۱۸۲۸	۱۵	۹۳۳۱	۱۵	۳۳	۳۱۶	ربیع الثانی									
۲۰۳۹	۱۸۲۹	۱۶	۹۳۶۱	۳	۲۸	۳۱۷	جمادی الاول									
۲۰۴۰	۱۸۳۰	۱۷	۹۳۹۰	۱۴	۱۲	۳۱۸	جمادی الآخر	۳۷								
۲۰۴۱	۱۸۳۱	۱۸	۹۴۲۰	۵	۵۶	۳۱۹	رجب									
۲۰۴۲	۱۸۳۲	۱۹	۹۴۴۹	۱۸	۳۰	۳۲۰	شعبان									
۲۰۴۳	۱۸۳۳	۲۰	۹۴۷۹	۷	۲۳	۳۲۱	رمضان									
۲۰۴۴	۱۸۳۴	۲۱	۹۵۰۸	۲۰	۸	۳۲۲	شوال									
۲۰۴۵	۱۸۳۵	۲۲	۹۵۳۸	۳۸	۵۲	۳۲۳	ذیقعدہ									
۲۰۴۶	۱۸۳۶	۲۳	۹۵۶۷	۲۱	۳۶	۳۲۴	ذی الحجہ									

شمسی تقویم اور عیسوی تقویم

موجودہ دور میں دنیا کے اکثر ممالک میں عیسوی تقویم رائج ہے۔ ہوشی تقویم ہدیمنی ہے جب سے یورپین اقوام برسر اقتدار آئی ہیں اس وقت سے عیسوی تقویم ہی بین الاقوامی تقویم کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ جبکہ اکثر ممالک میں اپنی اپنی شمسی تقاویم بھی ساتھ ساتھ چلتی ہیں مثلاً ہندوستان میں بکری سمت اس وقت خالص شمسی تقویم ہے۔ افغانستان میں شمسی ہجری تقویم بھی چل رہی ہے اور قری ہجری بھی۔ علیٰ ہذا القیاس ایسی تقریباً ایک درجن تقاویم شمسی مختلف ممالک میں ساتھ ساتھ چل رہی ہیں۔ موجودہ نظریہ ہیئت کے مطابق سورج ایک جگہ پر قائم ہے۔ البتہ اپنے محور کے گرد مزور گردش کرتا ہے اور اس کی یہ محوری گردش ۷ منٹ - ۹ گھنٹے - ۲۵ دن میں پوری ہوتی ہے۔ اور ہماری زمین سورج کے گرد گھومتی ہے۔ زمین کی گردش بھی دو قسم کی ہے۔ ایک اپنے محور کے گرد دوسری سورج کے گرد۔ محوری گردش میں ۲۴ گھنٹے صرف ہوتے ہیں اور اس گردش سے ہمارے دن رات پیدا ہوتے ہیں بالفاظ دیگر ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ زمین کو اپنے محور کے گرد گھومنے میں تینا عرصہ درکار ہے اس عرصہ کو ہم نے ۲۴ گھنٹوں میں، پھر ہر گھنٹہ کو ۶۰ منٹوں میں، پھر ہر منٹ کو ۶۰ سیکنڈ میں تقسیم کر رکھا ہے۔ خط استوار پر زمین کا محیط تقریباً پچیس ہزار میل ہے۔ اگر زمین ۲۴ گھنٹوں اپنی محوری گردش پوری کرتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ زمین اپنے محور کے گرد تقریباً ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے مشرق سے مغرب کی طرف گھوم رہی ہے۔ اس سے ایک نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ اگر کوئی ہوائی جہاز کسی ایک مقام سے ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے طلوع آفتاب کے وقت

لے تفصیل کے لئے رحمتہ العالمین ص ۲ کا آٹھواں باب از قاضی سلمان منصور پوری اور عالمی معلومات از ناہدا انجم مطبوعہ فیروز سنز لاہور۔

مشرق سے مغرب کی طرف پرواز کرتا ہے۔ توجہ تک جہاز اس رفتار سے اڑتا رہے گا طلوع آفتاب کا وقت ہی رہے گا۔ خواہ کتنے ہی گھنٹے گزر جائیں۔

زمین کی دوسری گردش سورج کے گرد ہے۔ سورج سے زمین کا فاصلہ ۹ کروڑ ۳ لاکھ میل ہے۔ لہذا زمین اپنے مدار پر ۱۸ میل فی سیکنڈ یا ۰۰۰۰۰۰۰۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چکر لگا رہی ہے۔ یہ مدار بھی دوسرے سیاروں کے مدارات کی طرح بالکل گول نہیں بلکہ بیضوی ہے۔ اسی گردش سے زمین پر موسم پیدا ہوتے ہیں۔ اور ہر موسم کی فصل کے پکنے کے وقت کا انسان کو صحیح علم ہوتا ہے۔ موسم گرما میں دنوں کا بڑا اور راتوں کا چھوٹا ہونا اور موسم سرما میں اس سے برعکس نتائج سب اسی گردش کی وجہ سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ اس دوری گردش کی صحیح مدت، جو آج کے سائنسی دور کی دقیق تحقیق کے مطابق معلوم کی گئی ہے وہ ۳۶۵ دن ۶ گھنٹے ۴۸ منٹ اور ۴۶ سیکنڈ ہے۔ اور یہی مدت شمسی سال کہلاتی ہے۔

شمسی تقویم کی تاریخ | شمسی تقویم میں ماسوائے دن کی مدت کے کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو انسانی دست برد سے آزاد رہی ہو۔ اور دن کا تعلق تو شمسی اور قمری تقویم میں مشترک ہے لہذا یہ بھی کوئی قابل ذکر خوبی نہیں رہتی۔ انسان زمانہ قدیم سے جو کچھ شمسی سال کے متعلق زیادہ سے زیادہ سمجھ سکا وہ یہ تھا کہ شمسی سال ۳۶۵ دن کا ہوتا ہے۔ اور زمانہ قبل مسیح کے شمسی کیلنڈر اسی حساب سے چلتے رہے ہیں۔ شمسی سال میں نہ تو مہینوں کے دنوں کی تعداد معین ہے اور نہ سال کے مہینوں کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان دونوں چیزوں میں بارہا تغیر و تبدل ہوتا رہا ہے اور آئندہ بھی ہونے کا امکان ہے۔ شمسی تقویم میں مہینوں کے دنوں میں چار دن تک کا تفاوت تو آج بھی موجود ہے۔ خواہ یہ تقویم عیسوی ہو یا بکرمی یا کوئی اور۔ البتہ یہ اتفاق کی بات ہے کہ آج کے دور میں اکثر شمسی تقویم ۱۲ مہینوں پر اتفاق رکھتی ہیں۔ اگرچہ آئندہ دور میں یہ بات بھی پوری ہوتی نظر نہیں آرہی۔

شمسی تقویم میں مہینہ کے دنوں کی تعداد اور سال کے مہینوں کی تعداد انسان کی خود ساختہ ہوتی ہے۔ اس لئے اس میں ہر صورت ممکن ہے۔ مثلاً آپ چاہتے ہیں کہ سال ۱۰ ماہ کا ہونا چاہیئے تو اس کی آسان صورت یہ بھی ہے کہ آپ ۵ ماہ ۳۶ دن کے شمار کر لیجئے باقی ۵ ماہ ۳۷ دنوں کے۔ اس طرح سال کے ۳۶۵ دن پورے ہو جائیں گے۔ اسی طرح اگر آپ اپنے سال کو ۱۳ ماہ کا بنانا چاہیں تو ۱۳ ماہ ۲۶ دنوں کے اور چودہواں ماہ ۲۷ دن کا بنا لیجئے تو ۳۶۵ دن

پورے ہو جائیں گے اسی طرح اگر ۴ ماہ ۲۵ دن کے ساتواں دن کا اور باقی ۷ ماہ ستائیس دن کے مقرر کر لیجئے تو بھی ۳۶۵ دن پورے ہو جائیں گے۔ اس طرح ہم کسی وقت بھی حسب ضرورت یا خواہش مہینوں اور دنوں کی تعداد میں کمی بیشی کر سکتے ہیں۔ قمری تقویم میں ایسی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ شمسی تقویم پر ایسے کئی دور گزرے ہیں جب کہ سال ۱۰ ماہ ۱۰ ۱/۲ ماہ ۱۲ اور ۱۳ ماہ کا رہا ہے اور دنوں کی تعداد بھی مہینوں کی تعداد کی نسبت سے کم و بیش کر لی جاتی تھی۔

عیسوی تقویم کی داستان موجودہ عیسوی سنہ ابتداء رومن کیلنڈر کہلایا۔ ۷۵۳ ق م میں جب رومیوں نے اپنے مشہور شہر ”روم“ کی بنیاد رکھی تو اسی روز سے اپنے کیلنڈر کا آغاز کیا ان کا سال ۳۰۴ دن کا ہوتا تھا اور سال دس مہینوں پر مشتمل تھا اور مارچ ان کا پہلا مہینہ تھا۔ عیسوی تقویم میں یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ رہا ہے کہ عیسوی سال کو کس ماہ سے شروع کیا جائے۔ کہیں یہ سال مارچ سے شروع ہوا تو کہیں ستمبر سے، کہیں ایپر سے شروع ہوا تو کہیں کرسمس سے۔ آخر ۱۷۵۲ء میں انگلستان نے اس سال کا آغاز جنوری سے کیا تو اب یورپ و امریکہ میں اس سال کا آغاز اس مہینے سے ہی تسلیم کر لیا گیا ہے۔

رومنوں کے سال کے دس ماہ کا ہونے کی اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ آخری چار مہینوں ستمبر، اکتوبر، نومبر اور دسمبر کے معنی ہی ساتواں، آٹھواں، نوواں اور دسواں ماہ ہے جیسا کہ ہم پہلے تفصیل سے بکھر چکے ہیں۔ بعد ازاں رومنوں نے جنوری اور فروری کے دو ماہ کا اضافہ کر کے سال کے بارہ ماہ بنائے لیکن اس وقت بھی ان کا سال ۳۵۵ دن کا تھا۔ یعنی قمری سال کے تقریباً برابر تھا۔ مہینے بھی قمری سال جتنے ہی بنا لئے گئے۔ سات سو سال بعد شہنشاہ جولیس سیزر (م۔ ۴۴ ق م۔ جس کے نام سے جولائی کے مہینہ کی نسبت قائم کی گئی ہے) نے محسوس کیا کہ اس کیلنڈر میں کافی گڑبڑ پیدا ہو چکی ہے۔ چنانچہ اس نے ایک مصری ماہر فلکیات کی مدد سے اس کیلنڈر میں اصلاح کر دی۔ سال کے ۳۶۵ دن مقرر کئے گئے اور ہر چوتھے سال فروری کے مہینہ میں ایک دن کا اضافہ کر دیا گیا جسے لیپ کا سال کہا گیا۔ اب یہی کیلنڈر جولیس کی نسبت کی بنا پر رومن کے بجائے جولین کیلنڈر کہلانے لگا۔ جولیس سیزر کی پیدائش کا مہینہ بھی یہی ہے اور اسی کے حکم سے سال کا آغاز جنوری سے کیا گیا تھا اور یہ اصلاحات ۴۵ ق م میں کی گئیں۔

جولیس سیزر کے بعد اس کے متبئی اور ولیعہد آگسٹس (۴۳ ق م تا ۱۴ء) نے اپنے عہد میں عیسوی کیلنڈر میں ترمیم کی۔ عیسوی سال کا آٹھواں مہینہ اگست اسی کے نام سے منسوب ہے۔

یہ ترمیم سترہ میں ہوئی تھی۔ پھر ۷۹۹ء میں اور اس کے بعد ۱۴۷۷ عیسوی میں اور بالآخر ۱۵۸۲ء میں پوپ گریگوری کے حکم سے اس کیلنڈر میں ترمیم کر کے دس دن کا اضافہ کیا گیا۔ اس کے تحت ۴ اکتوبر ۱۵۸۲ء کو جمعرات کا دن تھا تو اس سے دوسرے دن یعنی جمعہ کو ۵ کے بجائے ۱۵ اکتوبر شمار کی گئی۔ گریگوری کی یہ ترمیم تمام ممالک نے یک لخت قبول نہیں کی۔ بلکہ بتدریج یہ ترمیم مقبول ہو سکی۔ سب سے آخر میں انگلستان نے ۱۷۵۲ء میں اسے قبول کیا۔ تو اب اسے دس دن کے بجائے گیارہ دن کا اضافہ کرنا پڑا۔ ۲ ستمبر ۱۷۵۲ء بروز بدھ مطابق ۳ ذیقعد ۱۱۶۵ھ کے بعد اگلے دن یعنی ۴ ذی قعدہ ۱۱۶۵ھ بروز جمعرات کو ۳ ستمبر کے بجائے ۱۴ ستمبر قرار دیا گیا۔ اب یہی کیلنڈر گریگوری کی نسبت سے گریگورین یا جارجین کیلنڈر کہلاتا ہے۔

اس کیلنڈر میں جن ترمیم کا اوپر ذکر کیا گیا وہ ایسی ہیں جو صفات تاریخ میں مثبت ہو چکی ہیں۔ ورنہ حقیقتاً کتنی بار ترمیم ہوئیں یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ اس تقویم میں سے کبھی ۸ دن کم کئے گئے کبھی دس دن اور کبھی بیس دن نکالے گئے کبھی چودہ مہینوں کا سال شمار ہوا اور کبھی ساڑھے دس ماہ کا۔ مزید حیرت کی بات یہ ہے کہ سترہ عیسوی حضرت مسیح کی پیدائش سے شروع کیا گیا تھا۔ مگر زمانہ حال کے محققین نے تسلیم کیا ہے کہ حضرت مسیح کی ولادت اس سے چار سال پہلے کی ہے۔ دنوں کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ قدیم حساب کے مطابق یکم جنوری سترہ کو ہفتہ کا دن قرار دیا گیا تھا۔ یعنی سوموار کا دن ۳ جنوری سترہ کو تھا۔ مگر جدید حساب کی رو سے یکم جنوری سترہ کو سوموار قرار دیا گیا ہے۔

ان سب باتوں کا حل یہ نکالا گیا کہ ۱۵۸۲ء کی ترمیم کے بعد جو صورت سال کی بنی اس کو حقیقی مان کر ماقبل کی تاریخوں کو اسی حساب سے مرتب کر لیا گیا۔ مثلاً جس سال نومبر پر سال ختم کیا گیا تھا یا جس سال جولائی پر سال ختم ہوا تھا ان سب کو جنوری سے دسمبر تک بارہ مہینوں کا سال شمار کر لیا گیا۔

عیسوی تقویم میں پونہ کاری
پایلیپ کا سلسلہ
ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ شمسی سال کی مدت ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے ۴۸ منٹ اور ۴۶ سیکنڈ ہے۔ اب ان کسور کو کامل دنوں میں تبدیل کرنے کے لئے لیب کا لاقناہی سلسلہ چل نکلا ہے جو ۴۰ سال تک بھی صحیح طور پر پورا

۱۔ تقویم تاریخی از عبدالقدوس ہاشمی۔ مقدمہ ۱۸

۲۔ اس سے بھی زیادہ صحیح ترین حساب کے مطابق ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے ۴۸ منٹ اور ۴۶ سیکنڈ۔

نہیں ہوتا۔ عام سال تو ۳۶۵ دن کا ہی شمار کیا جاتا ہے۔ لیکن چوتھا سال لیپ کا ۳۶۶ دن کا ہوتا ہے۔ ۴ گھنٹے کم کر کے ۳۶۱ گھنٹے بن جائے تو چار سالوں میں ۴۸ گھنٹے یا $\frac{1}{2}$ دن گھٹنے کا اضافہ ہو گیا۔ اس اضافہ کو ختم کرنے کے لئے یہ تجویز ہوا کہ ہر عام صدی جس کا اصل ہندسہ ۴ پر تقسیم نہ ہوتا ہو اسے عام سال ہی قرار دے کر ۳۶۵ دن کا سمجھا جائے اس طرح $\frac{1}{4} \times 24 = 6$ گھنٹے کے بجائے ۲۴ گھنٹے کم ہو گئے $\frac{1}{4}$ گھنٹے خواہ مخواہ ہی مزید کم ہو گئے۔ اس کی کوپورا کرنے کے لئے یہ طے ہوا کہ جس صدی کا اصل ہندسہ ۴ پر تقسیم ہو جاتا ہے وہ لیپ کا سال سمجھا جائے۔ اس طرح کسی حد تک یہ حساب پورا ہو جاتا ہے مگر مکمل پھر بھی نہیں ہوتا۔ اب اندازہ کیا جا رہا ہے کہ ہر ۳۰۰۰ سال بعد ایک دن مزید کم کرنا پڑے گا۔

نیا عالمی کیلنڈر اتنی ترمیمات اور محنتوں اور اصلاحات کے بعد بھی گریگورین کیلنڈر پر جو کہ آج کل تقریباً تمام دنیا میں رائج ہو چکا ہے۔ عدم اطمینان کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ اس کیلنڈر پر ایک اعتراض تو یہ ہے کہ اس کے مہینوں کے آیام میں بہت زیادہ یعنی چار دن تک کا تفاوت موجود ہے۔ جس سے ملازمین کی تنخواہوں اور دوسرے حسابات میں کئی طرح کی الجھنیں پیش آتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس کیلنڈر میں کوئی بھی ماہ دو سال کسی خاص دن سے شروع نہیں ہوتا۔ لہذا ایک نیا عالمی کیلنڈر (WORLD CALENDER) زیر تجویز ہے جس کے اہم نکات یہ ہیں :-

- (۱) یہ سال ۱۲ ماہ کا ہوگا اور اسے ۴ سہ ماہیوں میں تقسیم کیا جائے گا۔
- (۲) ہر سہ ماہی کا پہلا دن اتوار اور پہلا مہینہ ۳۱ دن کا ہوگا۔ باقی دو مہینے ۳۰، ۳۰، ۳۰ دن کے ہوں گے۔ گویا ایک سہ ماہی کے دن $31 + 30 + 30 = 91$ ہوں گے۔ یہ ہندسہ ۷ پر پورا تقسیم ہو جاتا ہے۔ لہذا اگلی سہ ماہی کا پہلا دن لازماً اتوار ہی ہوگا۔
- (۳) چار سہ ماہیوں کی مدت $91 \times 4 = 364$ دن بنتی ہے۔ لہذا ۳۰ دسمبر بروز ہفتہ اور اگلے سال کی یکم جنوری بروز اتوار کے درمیان ایک دن (۳۶۵ یا ۱ دن) ایوم تعطیل قرار دیا جائے گا۔ اس دن کا نہ کوئی نام ہوگا اور نہ ہی کوئی تاریخ ہوگی۔ گویا یہ بالکل فالتو دن ہوگا۔

۱۰ انسائیکلو پیڈیا فیروز سنز زیر عنوان کیلنڈر۔

(۴) ہر لیپ کا سال خواہ عام سال ہو یا لیپ والی صدی ہو ۳۶۴ دن کا ہوگا اور اس کی صورت یہ ہوگی کہ اس سال ۳۰ جون بروز ہفتہ اور یکم جولائی بروز اتوار کے درمیان حسب طریق بالا بلا نام اور تاریخ ایک دن کا اضافہ کیا جائے گا اور یہ بھی یوم تعطیل ہوگا، یعنی لیپ کے سال میں دو اضافی دن ہوں گے۔

اس مجوزہ کیلنڈر میں درج ذیل خوبیاں پائی جاتی ہیں:-

- (۱) مہینوں کے ایام میں تفاوت کم ہو جائے گا، یعنی صرف ایک دن کا فرق رہ جائے گا۔
- (۲) ہر سال اور ہر سہ ماہی اتوار کو شروع ہوا کرے گی۔
- (۳) ہر ماہ کے ایام کار ۲۶ دن ہی رہیں گے کیونکہ ۳۱ دن والے مہینوں میں پانچ اتوار آتے ہیں اور باقی مہینوں میں چار۔

تبصرہ | مندرجہ بالا نیا کیلنڈر انقلابِ فرانس کے بعد فرانس میں مزید غور و فکر کے لئے پیش کیا گیا مگر مقبول نہ ہو سکا۔ اس کے علاوہ ۱۹۲۹ء میں روس میں بھی ایک نئے کیلنڈر کی تجویز پیش ہوئی۔ اس کیلنڈر میں ہر ماہ ۳۰ دن کا جس میں ۶ ہفتے تجویز کئے گئے اور ہر ہفتہ ۵ دن کا تھا۔ یہ کیلنڈر بھی مقبول نہیں ہو سکا۔ ماہرین نے ان کیلنڈروں کو کیوں پسند نہ فرمایا یہ تو ہمیں معلوم نہیں البتہ ہماری نظر میں ان کی خوبیاں تو کسی خاص اہمیت کی حامل نہیں۔ لیکن خرابیوں میں مزید اضافہ کا امکان ہے مثلاً

- (i) موجودہ کیلنڈر میں جو لیپ کا سلسلہ ۳۰۰ سال تک پھیلتا چلا گیا ہے وہ بدستور قائم رہے گا اور ۳ ہزار سال کے بعد جو فرق موجودہ کیلنڈر میں ہے وہ اس میں موجود رہے گا۔
- (ii) کسی دن کو کوئی نام اور تاریخ نہ دینا معمولاتِ زندگی کے کئی شعبوں میں گڑبڑ پیدا کر سکتا ہے۔

(iii) اسلامی ممالک میں اس کیلنڈر کی حیثیت بہت حد تک کم ہو جائے گی۔ ان کے جمود کے دن کو مصنوعی طریقوں سے آگے پیچھے کر لینے کو گوارا نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ قرآن کی رو سے یہ ناجائز ہے۔

(iv) کسی معینہ عیسوی تاریخ کو دن معلوم کرنے کا جو طریقہ رائج ہے اس میں مزید الجھن پیدا ہو جائے گی۔ لہذا ہمارے خیال کے مطابق اس کیلنڈر کو عام قبولیت حاصل نہ ہو سکے گی۔

سن عیسوی کی کسی معینہ تاریخ کو دن معلوم کرنے کی طریقہ

(۱) موجودہ دور میں عیسوی سال کے بارہ ماہ مقرر ہیں اور مہینوں
عیسوی تقویم کے مبادیات کے ایام، اور سال کے آغاز کا مہینہ جو مقرر کئے گئے ہیں وہ

یہ ہیں :-

جون	مئی	اپریل	مارچ	فروری	جنوری
۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۲۸	۳۱
دسمبر	نومبر	اکتوبر	ستمبر	اگست	جولائی
۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۱

(۲) ہر سال جو ۴ پر تقسیم ہو جائے وہ لیپ کا سال کہلائے گا۔ اس سال ماہ فروری کے ۲۸ کے بجائے ۲۹ دن ہوں گے اور یہ سال ۳۶۵ دن کی بجائے ۳۶۶ دن کا شمار ہوگا۔ مثلاً ۸۲ء یا ۱۳۵۲ء ۳۶۶ دن کے ہوں گے۔

(۳) ہر وہ صدی جس کا ہندسہ ۴ پر تقسیم نہیں ہوتا عام صدی کہلائے گی اور اس کے دن عام سال کی طرح ۳۶۵ دن ہوں گے، مثلاً ۱۳۰۰ یا ۱۸۰۰ میں ۱۳ اور ۱۸ کے ہندسے چونکہ ۴ پر تقسیم نہیں ہوتے لہذا یہ سال ۳۶۵ دن کے ہوں گے۔

(۴) جس صدی کا ہندسہ ۴ پر تقسیم ہو جائے وہ لیپ کی صدی ہوگی۔ مثلاً ۸۰۰ عیا ۱۲۰۰ء ایسی صدی کے دن ۳۶۶ ہوں گے۔

اس طریقہ کار سے :

$$\text{(الف) ایک سال کے دن} = ۳۶۵ =$$

$$\text{(ب) ۴ سال کے دن} = ۱ + (۴ \times ۳۶۵) = ۱۴۶۱ =$$

$$\text{(ج) ۱۰۰ سال کے دن} = ۱ - (۲۵ \times ۱۴۶۱) = ۳۶۵۲۴ =$$

$$\text{(د) ۴۰۰ سال کے دن} = ۱ + (۴ \times ۳۶۵۲۴) = ۱۴۶۰۹۷ بنتے ہیں۔$$

دن معلوم کرنے کا طریقہ

موجودہ عیسوی کیلنڈر میں ہفتے کا پہلا دن سوموار اور آخری دن اتوار قرار دیا گیا ہے۔ نیز

یہ کہ یکم جنوری سلسلہ کو سوموار کا دن تھا۔ گویا یکم جنوری سلسلہ جتنے کا پہلا دن تھا۔ لہذا ہم کسی حد تک تاریخ کو دن معلوم کرنے کے لئے درج ذیل اقدامات اختیار کریں گے۔

(۱) ہر چار سو سال کے دن ۱۴۶۰۹۷ ہوتے ہیں اور یہ عدد ۷ پر پورا تقسیم ہو جاتا ہے اور ۲۰۸۷۱ مکمل ہفتے بن جاتے ہیں، گویا ہر ۲۰۰ سال کا آخری دن اتوار ہوگا اور ۲۰۰ سال کے لئے صفر کا ہندسہ لیں گے۔

(۲) ہر عام صدی کے ۳۶۵۲۴ دن ہوتے ہیں۔ ۷ پر تقسیم کرنے سے ۵۲۱۷ ہفتے بنتے ہیں اور ۵ دن پنج جاتے ہیں۔ لہذا ہر عام صدی کے لئے ہم ۵ کا ہندسہ لیں گے۔
(۳) ہر عام سال کے ۳۶۵ دن ہوتے ہیں۔ ۷ پر تقسیم کرنے سے ۵۲ ہفتے بنتے ہیں۔ اور ایک دن بچتا ہے۔ لہذا ہر سال کے لئے ایک کا ہندسہ لیا جائے گا اور ہر لپ کے سال کے لئے ایک کا ہندسہ مزید جمع کیا جائے گا۔

(۴) اس کے بعد رواں سال کے گزشتہ ہینوں کے دنوں کا شمار اس طریق سے ہوگا۔ جنوری کے لئے ۳ دن (۳۱ کو ۷ پر تقسیم کرنے سے ۳ باقی بچتا ہے)، فروری عام سال ۰، لپ کا سال ۱ دن، مارچ ۳ دن، اپریل ۲ دن، علیٰ ہذا القیاس مطلوبہ دن تک شمار کیا جائے گا۔

(۵) بعد ازاں ان سب ملات سے بچے ہوئے دنوں کو جمع کر کے پھر ۷ پر تقسیم کیا جائے۔ اگر ایک بچے تو سوموار، ۲ بچیں تو منگل، علیٰ ہذا القیاس اگر ۰ بچے تو اتوار کا دن ہوگا۔
اب مندرجہ بالا طریق کی رو سے درج ذیل مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔
مثال ۱ :- ۱۶ فروری ۱۳۸۲ء کو کون سا دن تھا؟

حل :- (۱) یہ تو ہم جانتے ہیں کہ ہر ۲۰۰ سال کے لئے ۰ دن شمار ہوگا۔
لہذا ۱۲۰۰ سال کے لئے = ۰ دن

(۲) اب صرف ایک صدی (تیرھویں) باقی رہتی ہے۔ اور

ہر عام صدی کے لئے ۵ دن شمار کرنے ہیں۔ ۱۰۰ سال کے لئے = ۵ دن
(۳) ۸۱ گزشتہ سالوں کے لئے

ایک دن فی سال کے حساب سے = ۸۱ دن

اور درمیانی لپ کے سال کے حساب سے = ۲۰ کل ۱۰۱ دن

کل دن = ۱۲ دن

(۷) یا ۵ دن باقی۔ لہذا مطلوبہ تاریخ کو جمعہ کا دن ہوگا۔

نوٹ :- شمسی تقویم میں ۲۸ سال کا دور صغیر شمار کیا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر

۲۸ سال بعد پہلے سے دن آجاتے ہیں۔ مثلاً یکم مارچ ۶۱۲ کو اگر اتوار ہے تو یکم مارچ ۶۴۰،

۶۶۸، ۶۹۶، ۷۲۴ کو بھی اتوار ہی ہوگا اور تمام مہینوں کی تاریخوں کے وہی دن آئیں گے جو پہلے آئے

تھے۔ گویا تاریخ اپنے آپ کو دہرانا شروع کر دیتی ہے۔ لیکن یہ سلسلہ ایک صدی کے اندر اندر

ہی چل سکتا ہے، کیونکہ صدی کے بعد پھر ایک دن کم ہو جاتا ہے۔ لہذا اس دور صغیر کی تعیین نہ

تو کسی معینہ عیسوی تاریخ کا دن نکلانے میں ممد ثابت ہوتی ہے۔ اور نہ ہی جبری تقویم کو عیسوی

یا عیسوی کو جبری کے مطابق کرنے میں کام آسکتی ہے۔ دن معلوم کرنے کے لیے اگر اسے استعمال

کریں تو یہ طریق ایک درجہ اور لمبا ہو جاتا ہے۔ لہذا اس طریق کار کو عمداً چھوڑ دیا گیا ہے۔

۲۔ بذریعہ دائمی عیسوی کیلنڈر

سامنے کا نقشہ دراصل سابقہ طریقہ کی ہی مختصر ترین صورت ہے۔

اس نقشہ کی مدد سے کسی بھی عیسوی تاریخ کا دن معلوم کیا جاسکتا ہے جس کے اقدامات درج ذیل ہیں :-

(۱) سب سے پہلے صدیوں کے اوپر کا موٹا ہندسہ لیجئے۔

(ii) پھر سال رواں چھوڑ کر باقی ہندسہ سالوں کے نقشہ میں دیکھ کر اسکے دائیں طرف کا موٹا ہندسہ لے لیجئے۔

(iii) پھر ماہ رواں کو چھوڑ کر مہینوں کے نیچے کھلے ہوئے ہندسوں کو جمع کر لیجئے۔ اگر سال رواں لیپ کا سال ہے تو فوری کا ایک لیا جائے گا ورنہ کچھ نہیں۔

(iv) اب (۱) اور (ii) اور (iii) کو جمع کر کے اس میں معینہ تاریخ بھی جمع کر دیجئے۔

(۷) حاصل جمع کو ۷ پر تقسیم کیجئے۔ اگر ایک بچے تو سو موار، دو بچیں تو منگل علیٰ ہذا القیاس اگر صفر بچے تو اتوار کا دن ہوگا۔

اب ہم اس طریقہ سے پہلی ہی تین مثالوں کو حل کریں گے تاکہ ساتھ کے ساتھ پڑتال بھی ہو جائے۔

۰	۱	۳	۵	صدیق
۴	۳	۲	۱	
۸	۷	۶	۵	
۱۲	۱۱	۱۰	۹	
۱۶	۱۵	۱۴	۱۳	
۲۰	۱۹	۱۸	۱۷	سال
۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	
۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۱
۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲
۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۳
۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۴
۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۵
۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۶
۳۱	۳۰	۲۹	۲۸	۷
۳۲	۳۱	۳۰	۲۹	۸
۳۳	۳۲	۳۱	۳۰	۹
۳۴	۳۳	۳۲	۳۱	۱۰
۳۵	۳۴	۳۳	۳۲	۱۱
۳۶	۳۵	۳۴	۳۳	۱۲
۳۷	۳۶	۳۵	۳۴	۱۳
۳۸	۳۷	۳۶	۳۵	۱۴
۳۹	۳۸	۳۷	۳۶	۱۵
۴۰	۳۹	۳۸	۳۷	۱۶
۴۱	۴۰	۳۹	۳۸	۱۷
۴۲	۴۱	۴۰	۳۹	۱۸
۴۳	۴۲	۴۱	۴۰	۱۹
۴۴	۴۳	۴۲	۴۱	۲۰
۴۵	۴۴	۴۳	۴۲	۲۱
۴۶	۴۵	۴۴	۴۳	۲۲
۴۷	۴۶	۴۵	۴۴	۲۳
۴۸	۴۷	۴۶	۴۵	۲۴
۴۹	۴۸	۴۷	۴۶	۲۵
۵۰	۴۹	۴۸	۴۷	۲۶
۵۱	۵۰	۴۹	۴۸	۲۷
۵۲	۵۱	۵۰	۴۹	۲۸
۵۳	۵۲	۵۱	۵۰	۲۹
۵۴	۵۳	۵۲	۵۱	۳۰
۵۵	۵۴	۵۳	۵۲	۳۱
۵۶	۵۵	۵۴	۵۳	۳۲
۵۷	۵۶	۵۵	۵۴	۳۳
۵۸	۵۷	۵۶	۵۵	۳۴
۵۹	۵۸	۵۷	۵۶	۳۵
۶۰	۵۹	۵۸	۵۷	۳۶

مثال ۱ :- ۱۴ فروری ۱۳۸۲ء کو کون سا دن تھا؟

حل :- (i) ۱۳ (صدیوں) کے اوپر موٹا بندرہ

(ii) ۸۱ (سال) کے دائیں طرف موٹا بندرہ

(iii) جنوری کے نیچے کا بندرہ

(iv) ۱۴ + ۳ + ۳ + ۵ (عیضہ تاریخ)

(v) ۲۷ کو ۷ پر تقسیم کرنے سے ۶ بچتے ہیں لہذا

عیضہ دن = ہفتہ جو اب درست ہے۔

مثال ۲ :- ۲۳ ستمبر ۱۹۷۴ء کو کون سا دن تھا؟

حل :- (i) ۱۹ کے اوپر کا موٹا بندرہ

(ii) ۷۵ کے دائیں طرف کا موٹا بندرہ

(iii) اگست تک مہینوں کے نیچے کے بندوں کی گنتی

جنوری فروری مارچ اپریل مئی جون جولائی اگست

۳ ۳ ۲ ۳ ۲ ۳ ۱ ۳

(iv) ۲۳ + ۲۰ + ۲ + ۱

(v) ۴۴ کو ۷ پر تقسیم کرنے سے باقی ۳

سو مارے شروع کرنے سے مطلوبہ دن = جمعرات

جواب درست ہے۔

مثال ۳ :- ۲۳ اپریل ۱۹۷۸ء کو کون سا دن ہوگا؟

(i) ۲۱ کے اوپر

(ii) ۷۷ کے دائیں طرف

(iii) مارچ تک گنتی = ۳ + ۰ + ۳

(iv) ۲۳ + ۴ + ۵ + ۵

(v) ۴۰ کو ۷ پر تقسیم کرنے سے باقی ۵

لہذا مطلوبہ دن = جمعہ جو اب درست ہے۔

باب ۵

ہجری اور عیسوی سنین میں مطابقت کے طریقے

آج کل دُنیا کے بیشتر ممالک میں عیسوی تقویم ہی لائج ہے۔ لیکن اسلامی تاریخ میں عموماً ہجری سنین اور تاریخیں ہی ملتی ہیں۔ کسی تحقیقی کام کے لئے مصنف یا مورخ کی ایک اہم ضرورت یہ بھی ہے کہ وہ کبھی ہجری تاریخ کے مطابق عیسوی تاریخ کا اور عیسوی تاریخ کے سامنے ہجری تاریخ کا صحیح تعین کر سکے۔ اس غرض کے لئے اگرچہ بازار میں کچھ تقابلی تقاویم بھی دست یاب ہیں۔ مگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ایسے طریقے معلوم کر سکیں جن سے ہجری اور عیسوی سنین اور ان کی تاریخوں کو مطابق کیا جاسکے۔ پچھلے ابواب میں ہم ہجری اور عیسوی تقویم کے متعلق ابتدائی معلومات درج کر چکے ہیں۔ اب ہم ان سنین میں مطابقت کے طریقے درج کرتے ہیں۔

۱۔ دنوں کی گنتی کے طریقے سے

	یہ تو ہم بتلا چکے ہیں کہ :
۳۶۵ دن =	(۱) شمسی ایک سال
۱۴۶۱ دن =	اور ۴ سال
۳۶۵۲۴ دن =	اور ۱۰۰ سال
۱۴۶۰۹۷ دن کے ہوتے ہیں۔	اور ۴۰۰ سال
	گویا شمسی سالوں میں ۴۰۰ سال تک لیپ کا سلسلہ چلتا رہتا ہے
	(۲) اور یہ بھی بتا چکے ہیں کہ
۳۵۴ دن =	قری ایک سال عام
۱۰۶۳۱ دن کے ہوتے ہیں۔	اور ۳۰ سال

نیز ۳۰ سالوں میں سال نمبر ۲، ۵، ۷، ۱۰، ۱۳، ۱۶، ۱۸، ۲۱، ۲۳، ۲۶، ۲۹ لیپ کے ہوتے ہیں گویا قمری سالوں میں لیپ کا سلسلہ ۳۰ سال میں ختم ہو جاتا ہے۔

(۳) سنین کی تبدیلی کے سلسلے میں تیسری بات یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ مکرم الحرم سلسلہ کو ۱۶ جولائی ۶۲۲ء تھا۔ اب اگر ۱۶ جولائی ۶۲۲ء تک مندرجہ بالا طریق سے دنوں کا شمار کیا جائے تو ۲۲۷۰۱۱ دن حاصل ہوتے ہیں۔

۱۳۶۰۹۷ =	پہلے ۴۰۰ سال کے دن
(۲ × ۳۶۵۲۲) ۷۳۰۴۸ =	اگلے ۲۰۰ سال کے دن
لیپ ۵ + (۲۱ × ۳۶۵) ۷۷۷۰ =	اگلے ۲۱ سال کے دن
۱۹۳ =	۱۵ جولائی تک دن
—————	
۲۲۷۰۱۱ =	کل

لیکن قاضی سلیمان صاحب مفسور پوری، صاحب ”رحمۃ للعالمین“ نے جلد دوم میں پوری تحقیق کے بعد یہ دن ۲۲۷۰۱۳ شمار کیے ہیں اور دور جدید کے حساب سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے جس کی تفصیل ہم تبصرے حصہ میں درج کر رہے ہیں۔

(الف) ہجری تاریخ کو عیسوی میں تبدیل کرنا

مندرجہ بالا تصریحات کی روشنی میں کسی ہجری تاریخ کو عیسوی میں بدلنے کے لئے درج ذیل اقدامات کیجئے۔

طریقہ :- (i) روال سال کو چھوڑ کر باقی سالوں کو ۳۰ پر تقسیم کر کے کل دورِ صغیر اور باقی سال معلوم کیجئے۔

- (ii) دورِ صغیر کی تعداد کو ۱۰۶۳۱ سے ضرب دے کر دن معلوم کیجئے۔
- (iia) باقی سالوں کو ۳۵۴ سے ضرب دے کر ان میں لیپ کے دنوں کا اضافہ کر لیجئے۔
- (iv) اب روال سال کے محرم سے معینہ تاریخ تک دن شمار کر لیجئے۔
- (v) (ii)، (iii) اور (iv) سب کو جمع کر لیجئے۔ یہ ہجری کل دن ہیں۔
- (vi) اب ان میں ۲۲۷۰۱۳ دن جمع کر لیجئے تو یہ عیسوی دن بن جائیں گے۔

(vii) اس کل میزان کو ۳۶۵ پر تقسیم کیجئے اور حاصل قسمت کے لیپ کے سال معلوم کیجئے جو کہ ہر ۴۰۰ سال میں ۹۷ دن ہوتے ہیں اور ایک صدی میں ۲۴ - بعد میں ہر سچو تھا سال لیپ کا۔

(viii) یہ لیپ کے دن باقی میں سے تفریق کر دیجئے کیونکہ یہ دن بھی حاصل قسمت والے سالوں میں شمار ہو چکے ہیں۔

(ix) اب جو باقی بچے یہ رواں سال کے دن ہیں۔ انہیں جنوری سے شمار کر کے مطلوبہ تاریخ معلوم کر لیجئے۔ حاصل قسمت والے سال آپ پہلے ہی معلوم کر چکے ہیں۔ اس سے اگلا سال ہی مطلوبہ سنیہ ہوگا۔

اب ہم چند مثالوں کے ذریعے اس طریق سے سوال حل کرتے ہیں۔

مثال ۱ :- ۲۲ جمادی الثانی ۱۰۸۲ کو کون سی عیسوی تاریخ تھی ؟

حل :- (i) $1081 \div 30 = 36 \times 34 + 1$ یعنی ۳۶ دورِ صغیر۔ باقی ایک سال۔

(ii) ۳۶ دورِ صغیر یا ۱۰۸۰ سالوں کے دن $36 \times 10431 = 383514$ دن

(iii) ایک سال کے دن $354 =$

(iv) رواں سال کے دن

محرم - صفر - ربیع الاول - ربیع الآخر - جمادی الاول - جمادی الآخر

۳۰ + ۲۹ + ۳۰ + ۲۹ + ۳۰ + ۲۲

$140 =$

(v) کل ہجری دن $383254 =$

(vi) کل عیسوی دن $410252 = 224012 + 383254 =$

(vii) شمسی سالوں میں تبدیل کرنے کے لئے دنوں کے سال بنائیے :

سال ۱۶۷۱) ۴۱۰۲۵۲ (

۳۶۵

۲۲۵۲

۲۱۹۰

۲۶۲۵

۲۵۵۵

۳۳۹ دن باقی

۷۰۴
۳۶۵

(iii) ۱۴۷۱ سالوں میں لیپ کے دن :

۱۴۰۰ سالوں میں = $94 \times 4 = 376$ اور ۷۱ سالوں میں = کل ۴۰۵ دن

یا ایک سال ۴۰ دن تفریق کرنے سے باقی ۱۴۷۰ سال ۲۹۹ دن

(ix) اور ۲۹۹ دن =

جنوری ، فروری ، مارچ ، اپریل ، مئی ، جون ، جولائی ، اگست ، ستمبر ، اکتوبر

۳۱ + ۲۸ + ۳۱ + ۳۰ + ۳۱ + ۳۰ + ۳۱ + ۳۰ + ۳۱ + ۲۴ =

لہذا مطلوبہ تاریخ = ۲۴ اکتوبر ۱۴۷۱ جو اب

مقابلہ ہے : یکم رجب ۱۳۴۶ کو کون سی عیسوی تاریخ تھی ؟

حل :- (i) $1346 = (25 \times 30) + 26$ (یعنی ۲۵ دورِ صغیر حاصل ہوئے)

(ii) 1320 قری سالوں کے دن = $22 \times 10421 = 244442$

(iii) 25 سال کے دن = $25 \times 354 = 8850$

$8859 = 9$ دن لیپ کے جو 25 سال میں آئے

(iv) یکم رجب تک دن =

$$168 = \begin{cases} \text{محرم - صفر - ربيع الاول - ربيع الثاني} \\ 29 \quad 30 \quad 29 \quad 30 \\ \text{جمادی الاول - جمادی الثاني - رجب} \\ 1 \quad 29 \quad 30 \end{cases}$$

(v) کل بجزری دن = 244480.1

(vi) کل عیسوی دن = $224012 + 244480.1 = 468492.1$

(vii) شمسی سالوں میں تبدیل کرنے کے لئے 345 پر تقسیم کیجئے۔

$$\begin{array}{r}
 345 \overline{) 468492.1} \quad (1928 \\
 \underline{345} \\
 3388 \\
 \underline{3285} \\
 1031 \\
 \underline{630} \\
 3015 \\
 \underline{2920} \\
 95
 \end{array}$$

سال دن
 ۱۹۲۸ — ۹۵ =
 ۳۸۸ = ۹۷ × ۴ سال میں ۱۴۰۰ لیپ کے دن
 ۷۲ = ۲۴ × ۳ سال میں ۳۰۰ لیپ کے دن
 ۶ = ۲۷ سال میں لیپ کے دن
 کیونکہ ۲۸ واں سال رواں سال ہے جس میں کمی ہو جائے گی۔
 ۳۶۶ دن یا ایک سال ۱۰۱ دن کم کرنا ہیں۔

۱۹۲۸ — ۹۵

۱ — ۱۰۱

۱۹۲۶ ۳۵۹

(ix) ۳۵۹ دن = جنوری، فروری، مارچ، اپریل، مئی، جون

۳۰ ۳۱ ۳۰ ۳۱ ۲۸ ۳۱

جولائی، اگست، ستمبر، اکتوبر، نومبر، دسمبر

۲۵ ۳۰ ۳۱ ۳۰ ۳۱ ۳۱

لہذا مطلوبہ تاریخ = ۲۵ دسمبر ۱۹۲۷ء جواب

(ب) عیسوی تاریخ کی ہجری تاریخ میں تبدیلی

کسی عیسوی تاریخ کو ہجری میں بدلنے کے لئے حسب ذیل اقدامات کیجئے۔ یہ اقدامات پہلے سے بالکل ملتے جلتے ہیں۔

طریقہ :- (i) ہر ۴۰ سال کے لئے ۱۴۶۰۹۷ سے ضرب دیجئے یعنی لیپ کی صدیوں کے دن معلوم کیجئے۔

(ii) عام صدیوں کو ۴۵۲۴ سے ضرب دیجئے۔

(iii) عام سالوں کو ۳۶۵ سے ضرب دیجئے اور ان میں لیپ کے دنوں کا اضافہ کریجئے۔

(iv) اب رواں سال کے دن جنوری سے معینہ تاریخ تک شمار کریجئے۔

(viii) لیپ کے دن ہر دورِ صغیر کے لئے ۱۱ دن

دن سال
۲۱۲ ۱۰۸۲

$$۲ + ۲۰ \times ۳۶ = ۱۰۸۲$$

$$۱ - ۲۲ = \text{ایک سال } ۳۶ = ۳۹۶ = ۱۱ \times ۳۶ = \text{دورِ صغیر}$$

(باقی ۲ سال میں کوئی لیپ نہیں آئے گا کیونکہ

$$۱۰۸۱ - ۱۴۰ = \text{باقی} \quad \text{دوسرا سال رواں ہے})$$

$$= ۱۴۰ \text{ دن (ix)}$$

محرم - صفر - ربیع الاول - ربیع الثانی - جمادی الاوّل - جمادی الثانی

$$۲۲ + ۳۰ + ۲۹ + ۳۰ + ۲۹ + ۳۰$$

لہذا مطلوبہ تاریخ ۲۲ جمادی الثانی ۱۰۸۲ھ ہوگی جو اب جو کہ درست ہے۔

مثال ۲ :- ۲۵ دسمبر ۱۹۲۷ء کو کون سی ہجری تاریخ تھی ؟

$$۵۸۲۳۸۸ = ۴ \times ۱۴۶۰۹۷ = \text{(i) } ۱۶۰۰ \text{ سال کے دن}$$

$$۱۰۹۵۷۲ = ۳ \times ۳۶۵۲۴ = \text{(ii) } ۳۰۰ \text{ سال کے دن}$$

$$۹۴۹۶ = \text{(iii) } ۲۶ \text{ سال } (۴ + ۲۶ \times ۳۶۵) \text{ لیپ}$$

$$۳۵۹ = \text{(iv) } ۲۵ \text{ دسمبر تک رواں سال کے دن}$$

$$۷۰۳۸۱۵ = \text{(v) کل عیسوی دن}$$

$$۲۲۷۰۱۴ =$$

$$۲۷۶۸۰۱ = \text{(vi) کل ہجری دن یا باقی دن}$$

$$\text{(vii) } ۲۷۶۸۰۱ \text{ دنوں کے قمری سال}$$

$$۳۵۴ \overline{) ۲۷۶۸۰۱} (۱۰۳۶$$

$$۳۵۴$$

$$۱۲۲۸$$

$$۱۰۶۲$$

$$۱۶۶۰$$

$$۱۴۱۶$$

$$۲۲۶۱$$

$$۲۱۲۴$$

$$۳۱۷$$

سال
۱۰۳۶

دن
۳۱۷ =

$$(viii) \text{ لیپ کے دن } 24 + 22 \times 30 = 1324$$

$$22 \text{ دورِ صغیر میں } 11 \times 22 = 242 \text{ دن}$$

$$25 \text{ سال میں } 9 = \text{ دن}$$

$$\text{کل دن } = 1324 \text{ یا ایک سال } 139 \text{ دن}$$

$$1324 - 132$$

$$1 - 139$$

$$\text{بقیادت } = 148 - 1325 \text{ سال}$$

$$(ix) \text{ دن } 148 =$$

محرم - صفر - ربیع الاول - ربیع الثانی - جمادی الاول - جمادی الثانی - رجب

$$1 + 29 + 30 + 29 + 30 + 29 + 30$$

لہذا مطلوبہ تاریخ = یکم رجب ۱۳۳۴ھ جو اب درست ہے۔

اب نئی مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

مثال ۳۔ ۲۰ مئی ۱۷۷۶ء کو کون سی ہجری تاریخ تھی؟

$$(i) \text{ } 1400 \text{ سال کے دن } = 2 \times 134096 = 582388$$

$$(ii) \text{ } 100 \text{ سال کے دن } = 24522$$

$$(iii) \text{ } 50 \text{ سال } = (18 + 45 \times 245) = 11083$$

$$(iv) \text{ } 20 \text{ مئی تک رواں سال کے دن}$$

$$141 = 20 + 30 + 31 + 29 + 31$$

$$488444 = \text{کل عیسوی دن} \quad (v)$$

$$224014$$

$$221432 = (vi) \text{ کل قابل تبدیلی ہجری دن یا باقی دن}$$

$$(vii) \text{ } 221432 \text{ دنوں کے قری سال } = 352$$

$$352 \overline{) 221432} \quad (119 \cdot)$$

$$352$$

$$464$$

$$352$$

$$3204$$

$$3184$$

$$142$$

$$(iii) 19 + (39 \times 20) = 1189 \text{ سال}$$

$$39 \text{ دورِ صغیر میں لیپ کے دن} = 11 \times 39 = 429$$

$$19 \text{ سال میں لیپ کے دن} = 4$$

$$\text{کل دن} = 433 \text{ یا ایک سال } 82 \text{ دن}$$

$$\begin{array}{r} \text{سال} \\ 1190 \end{array} \text{ — } \begin{array}{r} \text{دن} \\ 142 \end{array} =$$

$$1 \text{ — } 82 =$$

$$1189 \text{ — } 90 = \text{باقی دن}$$

$$(ix) 90 \text{ دن} = \text{محرم - صفر - ربيع الاول - ربيع الثاني}$$

$$1 + 30 + 29 + 30$$

$$\text{لہذا مطلوبہ تاریخ} = \text{یکم ربيع الثاني } 1190 \text{ حجاب}$$

مثال ۷ :- ۱۰ رفروری ۱۹۷۹ء کو کون سی ہجری تاریخ تھی ؟

$$(i) 1400 \text{ سال کے دن} \quad 582388 \text{ دن}$$

$$(ii) 300 \text{ سال کے دن} \quad 3 \times 34523 = 109569$$

$$(iii) 48 \text{ سال کے دن} \quad (19 \text{ لیپ} + 345 \times 48) = 28289$$

$$(iv) 10 \text{ رفروری تک} \quad 10 + 31 = 41$$

$$(v) \text{کل عیسوی دن} \quad 42290$$

$$22012$$

$$(vi) \text{کل ہجری دن} \quad 22012 - 42290 = 29524$$

$$(vii) 29524 \text{ دنوں کے قمری سال} \quad (1399 \text{ — } 29524) = 352$$

$$\begin{array}{r} 352 \\ 1399 \\ \hline 1751 \\ 1042 \\ \hline 3524 \\ 3184 \\ \hline 4708 \\ 3184 \\ \hline 1524 \\ 3184 \\ \hline 4708 \\ 230 \end{array}$$

$$(viii) 1399 \text{ دن} = (30 \times 24) + 19$$

۴ دورِ صغیر میں لیپ کے دن

$$504 = 11 \times 46 =$$

۱۹ سال میں لیپ کے دن = ۷

کل = ۵۱۳ دن

یا ایک سال ۱۵۹ دن

$$1399 - 230 =$$

$$1 - 159 =$$

باقی = ۷۱ - ۱۳۹۸

(۱) ۷۱ دن = محرم - صفر - ربیع الاول

$$12 + 29 + 30$$

لہذا مطلوبہ تاریخ

$$12 = \text{ربیع الاول } 1399$$

(تاریخ اعلان نفاذ شریعت)

۲۔ بذریعہ جدول گنتی ایام

۷ جدول مذکورہ بالا طریقہ کی ہی منی ہوئی شکل ہے جس میں کل سالوں کے دنوں کی گنتی کر دی گئی ہے۔

اقدامات :-

عیسیٰ سنیں		ہجری سنیں	
۲۶۵	۳۶۵	۱	۳۵۲
۲۳۰	۳۶۵	۲	۷۰۹
۱۰۹۵	۳۶۵	۳	۱۰۶۲
۱۲۶۱		۴	۱۳۱۷
۲۹۲۲		۵	۱۷۷۲
۲۳۸۳		۶	۲۱۲۷
۵۸۲۲		۷	۲۳۸۱
۷۳۰۵		۸	۲۶۳۵
۸۷۶۹		۹	۲۸۸۹
۱۰۲۲۷		۱۰	۳۱۴۳
۱۱۶۸۸		۱۱	۳۳۹۷
۱۳۱۴۹		۱۲	۳۶۵۱
۱۴۶۱۰		۱۳	۳۹۰۵
۱۶۰۷۱		۱۴	۴۱۵۹
۱۷۵۳۲		۱۵	۴۴۱۳
۱۸۹۹۳		۱۶	۴۶۶۷
۲۰۴۵۴		۱۷	۴۹۲۱
۲۱۹۱۵		۱۸	۵۱۷۵
۲۳۳۷۶		۱۹	۵۴۲۹
۲۴۸۳۷		۲۰	۵۶۸۳
۲۶۲۹۸		۲۱	۵۹۳۷
۷۷۵۹		۲۲	۶۱۹۱
۲۹۲۲۰		۲۳	۶۴۴۵
۳۰۶۸۱		۲۴	۶۶۹۹
۳۲۱۴۲		۲۵	۶۹۵۳
۳۳۶۰۳		۲۶	۷۲۰۷
۳۵۰۶۴		۲۷	۷۴۶۱
۳۶۵۲۵		۲۸	۷۷۱۵
۳۷۹۸۶		۲۹	۷۹۶۹
۳۹۴۴۷		۳۰	۸۲۲۳
۴۰۹۰۸		۳۱	۸۴۷۷
۴۲۳۶۹		۳۲	۸۷۳۱
۴۳۸۳۰		۳۳	۸۹۸۵
۴۵۲۹۱		۳۴	۹۲۳۹
۴۶۷۵۲		۳۵	۹۴۹۳
۴۸۲۱۳		۳۶	۹۷۴۷
۴۹۶۷۴		۳۷	۱۰۰۰۱
۵۱۱۳۵		۳۸	۱۰۲۵۵
۵۲۵۹۶		۳۹	۱۰۵۰۹
۵۴۰۵۷		۴۰	۱۰۷۶۳
۵۵۵۱۸		۴۱	۱۱۰۱۷
۵۶۹۷۹		۴۲	۱۱۲۷۱
۵۸۴۴۰		۴۳	۱۱۵۲۵
۵۹۸۹۱		۴۴	۱۱۷۷۹
۶۱۳۵۲		۴۵	۱۲۰۳۳
۶۲۸۱۳		۴۶	۱۲۲۸۷
۶۴۲۷۴		۴۷	۱۲۵۴۱
۶۵۷۳۵		۴۸	۱۲۷۹۵
۶۷۱۹۶		۴۹	۱۳۰۴۹
۶۸۶۵۷		۵۰	۱۳۳۰۳
۷۰۱۱۸		۵۱	۱۳۵۵۷
۷۱۵۷۹		۵۲	۱۳۸۱۱
۷۳۰۴۰		۵۳	۱۴۰۶۵
۷۴۵۰۱		۵۴	۱۴۳۱۹
۷۵۹۶۲		۵۵	۱۴۵۷۳
۷۷۴۲۳		۵۶	۱۴۸۲۷
۷۸۸۸۴		۵۷	۱۵۰۷۱
۸۰۳۴۵		۵۸	۱۵۳۲۵
۸۱۸۰۶		۵۹	۱۵۵۷۹
۸۳۲۶۷		۶۰	۱۵۸۳۳
۸۴۷۲۸		۶۱	۱۶۰۸۷
۸۶۱۸۹		۶۲	۱۶۳۴۱
۸۷۶۵۰		۶۳	۱۶۵۹۵
۸۹۱۱۱		۶۴	۱۶۸۴۹
۹۰۵۷۲		۶۵	۱۷۱۰۳
۹۲۰۳۳		۶۶	۱۷۳۵۷
۹۳۴۹۴		۶۷	۱۷۶۱۱
۹۴۹۵۵		۶۸	۱۷۸۶۵
۹۶۴۱۶		۶۹	۱۸۱۲۰
۹۷۸۷۷		۷۰	۱۸۳۷۴
۹۹۳۳۸		۷۱	۱۸۶۲۸
۱۰۰۷۹۹		۷۲	۱۸۸۸۳
۱۰۲۲۶۰		۷۳	۱۹۱۳۷
۱۰۳۷۲۱		۷۴	۱۹۳۹۱
۱۰۵۱۸۲		۷۵	۱۹۶۴۵
۱۰۶۶۴۳		۷۶	۱۹۸۹۹
۱۰۸۱۰۴		۷۷	۲۰۱۵۴
۱۰۹۵۶۵		۷۸	۲۰۴۰۸
۱۱۱۰۲۶		۷۹	۲۰۶۶۲
۱۱۲۴۸۷		۸۰	۲۰۹۱۶
۱۱۳۹۴۸		۸۱	۲۱۱۷۰
۱۱۵۴۰۹		۸۲	۲۱۴۲۴
۱۱۶۸۷۰		۸۳	۲۱۶۷۸
۱۱۸۳۳۱		۸۴	۲۱۹۳۲
۱۱۹۷۹۲		۸۵	۲۲۱۸۶
۱۲۱۲۵۳		۸۶	۲۲۴۴۰
۱۲۲۷۱۴		۸۷	۲۲۶۹۴
۱۲۴۱۷۵		۸۸	۲۲۹۴۸
۱۲۵۶۳۶		۸۹	۲۳۲۰۲
۱۲۷۰۹۷		۹۰	۲۳۴۵۶
۱۲۸۵۵۸		۹۱	۲۳۷۱۰
۱۲۹۹۱۹		۹۲	۲۳۹۶۴
۱۳۱۳۸۰		۹۳	۲۴۲۱۸
۱۳۲۸۴۱		۹۴	۲۴۴۷۲
۱۳۴۲۹۲		۹۵	۲۴۷۲۶
۱۳۵۷۵۳		۹۶	۲۴۹۸۰
۱۳۷۲۱۴		۹۷	۲۵۲۳۴
۱۳۸۶۷۵		۹۸	۲۵۴۸۸
۱۴۰۱۳۶		۹۹	۲۵۷۴۲
۱۴۱۵۹۷		۱۰۰	۲۶۰۰۰

مثال ۷ :- ۲۲ جمادی الثانی ۱۰۸۲ھ کو کون سی عیسوی تاریخ ہوگی ؟

حل :- (i) ہجری دن ۱۰۵۰ سال کے دن = ۳۷۲۰۸۵

۱۰۴۳۱ = " " ۳۰

۳۵۴ = " " ۱

۱۷۰ = ۲۲ جمادی الثانی تک دن

۳۸۳۲۴۰ = کل ہجری دن

۲۲۷۰۱۴ = (ii) جمع دن سابقہ

۴۱۰۲۵۴ = کل عیسوی دن

۵۸۴۳۸۸ = (iii) ۱۴۰۰ سالوں کے دن

۲۵۸۴۴ = باقی دن

۲۴۸۳۷ = ۴۸ سالوں کے دن

۱۰۲۹ = باقی

۷۳۰ = ۲ سالوں کے دن

۲۹۹ = باقی

(iv) یکم جنوری ۱۹۷۱ء سے ۲۹۹ دن شمار کرنے کے بعد جواب = ۲۴ اکتوبر ۱۹۷۱ء

مثال ۸ :- یکم رجب ۱۳۴۴ھ کو کون سی عیسوی تاریخ ہوگی ؟

حل :- (i) ہجری دن ۱۲۴۰ سال = ۴۴۴۵۰۲

۲۱۲۴۲ = ۴۰ سال

۸۸۵۹ = ۲۵

۱۷۸ = یکم رجب تک

۴۷۴۸۰۱ = کل ہجری دن

۲۲۷۰۱۴ = جمع دن سابقہ

۷۰۳۸۱۵ = کل عیسوی دن

۵۸۴۳۸۸ = ۱۴۰۰ سال کے دن

۱۱۹۴۲۷ = باقی دن

$$\begin{array}{r}
 119226 = \text{باقی دن} \\
 109542 = \text{۳۰۰ سالوں کے دن} \\
 \hline
 99855 = \text{باقی دن} \\
 8444 = \text{۲۴ کے دن} \\
 \hline
 1089 = \text{باقی دن} \\
 430 = \text{۲ کے دن} \\
 \hline
 359 = \text{باقی دن}
 \end{array}$$

یکم جنوری ۱۹۲۷ء ۳۵۹ دن پورے کرنے پر ۲۵ دسمبر ۱۹۲۷ء جواب
 مثال ۲ :- ۲۰ مئی ۱۷۷۶ء کو کون سی ہجری تاریخ تھی ؟

$$\begin{array}{r}
 582288 = \text{حل :- (ا) عیسوی دن ۱۷۰۰ سال} \\
 34522 = \text{۱۰۰} \\
 24298 = \text{۷۲} \\
 1095 = \text{۳} \\
 121 = \text{۲۰ مئی تک}
 \end{array}$$

$$\begin{array}{r}
 428224 = \text{کل عیسوی دن} \\
 224012 = \text{منفی دن} \\
 \hline
 204212 = \text{ہجری دن} \\
 322085 = \text{۱۰۵۰ سال ہجری کے دن} \\
 \hline
 29324 = \text{باقی دن} \\
 22522 = \text{۱۲۰ ہجری کے دن} \\
 \hline
 4823 = \text{باقی} \\
 4433 = \text{۱۹ ہجری کے دن} \\
 \hline
 90 = \text{باقی}
 \end{array}$$

یکم محرم ۱۱۹۰ھ سے ۹۰ دن پورے کرنے سے جواب = یکم ربیع الثانی ۱۱۹۰ھ۔

————— + —————

۳۔ بذریعہ ضربی عمل

اس طریقہ سے صرف ہجری تاریخ کو عیسوی میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ عیسوی کو ہجری میں نہیں بدلا جاسکتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس طریقہ میں پہلے کسی بھی ہجری سنہ کا غرہ (یعنی یکم محرم) کو عیسوی تاریخ کے مطابق بنایا جاتا ہے۔ بعد میں اگلی تاریخوں کا حساب کیا جاسکتا ہے۔ تیسرے یہ کہ یہ ضربی عمل طویل ضربوں اور کسور اعشاریہ پر منحصر ہے۔ لہذا اگر کمپیوٹر سے ضرب کا عمل کر لیا جائے تو غلطی کا امکان بہت کم ہو جائے گا۔ اگر ضربوں میں غلطی نہ ہو تو یہ قاعدہ بہت حد تک درست ثابت ہوا ہے۔ اس طریق کے اقدامات درج ذیل ہیں :-

- (i) جس قری سال کا آغاز معلوم کرنا ہو اسے ۹۷۰۲۲۴ سے ضرب دیجئے۔
- (ii) حاصل ضرب میں دائیں جانب سے شمار کہہ کے چھٹے ہندسہ کے بعد اعشاریہ کا نشان لگائیجئے۔
- (iii) حاصل ضرب میں ۵۷۷۴۴۴۰۰ (یک جنوری ۱۹۷۴ء سے یکم محرم ۱۴۰۰ھ تک کی مدت) جمع کر دیں تو حاصل جمع میں صحیح عدد عیسوی سال ہوگا۔
- (iv) اب بقیہ کسر کو ۳۴۵ سے ضرب دیں۔ حاصل ضرب کا صحیح عدد تعداد ایام سالِ رواں ہیں۔ تو یہ یکم محرم کی تاریخ ہوگی۔
- (v) اب ہجری سالِ رواں کے دن (ایک دن کم کر کے غرہ) اس جواب میں شامل کر کے مطلوبہ عیسوی تاریخ حاصل کیجئے۔
- اب ہم اس طریقہ سے سابقہ تین مثالوں کو ہی حل کریں گے تاکہ پڑتال بھی ہو سکے۔
- مثال ۱ :- ۲۲ جمادی الثانی ۱۰۸۲ھ کو کون سی عیسوی تاریخ ہوگی ؟
- حل :- (i) معلوم کرنے کے لئے $1082 \times 970224 = 1049482368$
- (ii اور iii) $42105444 =$
- $\frac{1049482368}{42105444} = 2492.359448 = 1492$
- (iv) $345 \times 359448 = 124010580 = 124015320$
- (v) $131 + 21$ جمادی الثانی تک دن = $149 + 131 = 280$ دن
- یکم جنوری سے شروع کرنے سے جواب = ۲۷ اکتوبر ۱۹۷۴ء۔
- (اس جواب میں ایک دن کا فرق ہے)

مثال ۲ :- یکم رجب ۱۳۴۴ھ کو کونسی عیسوی تاریخ ہوگی ؟

$$۱۳۰۵ \cdot ۹۲۱۵ \cdot ۰۴ = ۹۷۰۲۲۴ \times ۱۳۴۴ \quad (i)$$

$$۴۲۱ \cdot ۵۷۷۴ = \quad (ii \text{ اور } iii)$$

$$\underline{۱۹۲۷} \quad ۱۹۲۷ \cdot ۴۹۸۹ \cdot ۰۴ =$$

$$۱۸۲ \cdot ۰۹۹۹۴۰ = ۳۴۵ \times ۴۹۸۹ \cdot ۰۴ \quad (iv)$$

(۷) مطلوبہ تاریخ ۱۸۲ + آخر جمادی الثانی تک ۱۷۷ دن = ۳۵۹ دن

یکم جنوری ۱۹۲۷ء سے شروع کرنے سے = ۲۵ دسمبر ۱۹۲۷ء جواب

مثال ۳ :- یکم ربیع الثانی ۱۱۹۰ھ کو کونسی عیسوی تاریخ تھی ؟

$$۱۱۵۴ \cdot ۴۴۴۵۴۰ = ۹۷۰۲۲۴ \times ۱۱۹۰ \quad (i)$$

$$۴۲۱ \cdot ۵۷۷۴$$

$$\underline{۱۷۷۶} \quad ۱۷۷۶ \cdot ۱۴۳۹۴۰ =$$

$$- ۵۲ \cdot ۵۴۵۴ = ۳۴۵ \times ۱۴۳۹۴۰ \quad (iv)$$

(۷) ۵۲ + آخر ربیع الاول تک دن = ۸۹ + ۵۲ = ۱۴۱

یکم جنوری ۱۷۷۶ء سے شروع کرنے سے جواب = ۲۰ مئی ۱۷۷۶ء

۴۔ سالوں اور دنوں کے فرق کے طریقے

یہ تو جہ جانتے ہیں کہ شمسی سال حقیقتاً ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے ۴۸ منٹ اور ۴۶ سیکنڈ ہے۔ لیکن تقویم میں یہ سال ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے ۴۹ منٹ ۱۲ سیکنڈ شمار ہو رہا ہے (گویا ۲۶ سیکنڈ فی سال زائد شمار ہو رہا ہے)۔

اسی طرح قمری سال حقیقتاً ۳۵۴ دن ۸ گھنٹے ۴۸ منٹ اور ۳۴ سیکنڈ ہے، لیکن تقویم میں یہ سال صرف ۳۵۴ دن ۸ گھنٹے اور ۴۸ منٹ شمار ہوتا ہے (گویا ۳۴ سیکنڈ فی سال کم شمار ہو رہا ہے)۔

اسی طرح ان دونوں طرف کے سالوں میں ایک سال میں

سیکنڈ منٹ گھنٹے دن

۳۴۵ — ۵ — ۴۹ — ۱۲

۳۵۴ — ۸ — ۴۸ — ۰

۱۲ — ۱ — ۲۱ — ۱۰ کا فرق پڑ جاتا ہے۔

بالفاظ دیگر ایک شمسی سال قمری سال سے ۱۰ دن ۲۱ گھنٹے ایک منٹ اور ۱۲ سیکنڈ زیادہ ہے۔

یاد رہے کہ ۱۰ دن یا $\frac{۱۰۵۱}{۱۲۰۰}$ دن یا $\frac{۱۳۰۵۱}{۱۲۰۰}$ دن ہوتا ہے۔

گویا ۱۲۰۰ سال شمسی اور قمری میں ۱۳۰۵۱ دن کا فرق ہو جائے گا۔ اب تقادیم کی رو سے یہ فرق یوں سمجھایا جاسکتا ہے :

۴۰۰ سال شمسی میں = ۱۴۶۰۹۷ دن ہوتے ہیں (لیپ کی آخری حد)

تو ۱۲۰۰ سال شمسی میں = ۳ × ۱۴۶۰۹۷ = ۴۳۸۲۹۱ دن ہوں گے۔

اور ۳۰ قمری سالوں میں = ۱۰۶۳۱ دن ہوتے ہیں (لیپ کی آخری حد)

تو ۱۲۰۰ قمری سالوں میں = ۴۰ × ۱۰۶۳۱ = ۴۲۵۲۰۰ دن ہوں گے۔

اور ان دونوں میں فرق = ۱۳۰۵۱ دن ہوگا۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ۱۲۰۰ سال شمسی میں اگر ۱۳۰۵۱ دن جمع کر دیئے جائیں تو قمری سال حاصل ہوں گے اور ان ۱۳۰۵۱ دنوں کے سال قمری حساب سے بنا کر جمع کئے جائیں گے جو ۳۴ سال ۲۹۴ دن بنتے ہیں، یا ۱۲۰۰ سال شمسی گزرنے پر قمری سال ۱۲۳۶ اور مزید ۲۹۴ دن گزر چکے ہوں گے۔

۳۶	۱۳۰۵۱	گویا ۱۲۰۰ شمسی سال کے عرصے میں
۲۵۴)	۱۰۶۲	زائد قمری سال = ۳۶ — ۲۹۴ =
	۲۴۳۱	۴۰۰ شمسی سال کے عرصے میں
	۲۱۲۴	زائد قمری سال = ۱۸ — ۱۴۷ =
	۳۰۷	۴۰۰ شمسی سال کے عرصے میں
	۱۳ دن	زائد قمری سال = ۱۲ — ۹۸ =
	۲۹۴ دن	

۲۰۰ شمسی سال کے عرصے میں

۴ — ۴۹ = زائد قمری سال

اور ۱۰۰ شمسی سال کے عرصے میں

۳ — ۲۴ ۱/۲ = زائد قمری سال

آگے نکل جاتا ہے۔

لہذا ہم پہلی صدی عیسوی کے لئے ۳ سال ۲۵ دن اور دوسری کے لئے ۳ سال ۲۴ دن پھر تیسری کے لئے ۳ سال ۲۵ دن علیٰ بنڈا القیاس اضااف کر کے نتائج حاصل کر سکتے ہیں۔
تقویم کے مشاہدے سے بھی اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے، مثلاً:

(۱) ۹ جولائی ۴۲۲ کے پورے ۱۰۰ سال بعد ۹ جولائی ۷۲۲ سال — دن

کو ۲۵ محرم ۱۰۴ تھا۔ اضااف ۲۵ — ۳ =

(۲) ۹ جولائی ۴۲۲ کے پورے ۲۰۰ سال بعد ۸ جولائی ۸۲۲

کو ۱۹ صفر ۲۰۷ تھا۔ مزید اضااف ۲۴ — ۳ =

(۳) ۹ جولائی ۴۲۲ کے پورے ۳۰۰ سال بعد ۸ جولائی ۹۲۲

کو ۱۵ ربیع الاول ۳۱۰ تھا۔ اضااف ۲۵ — ۳ =

(۴) ۹ جولائی ۴۲۲ کے پورے ۴۰۰ سال بعد ۸ جولائی ۱۰۲۲

کو ۱۱ ربیع الثانی ۴۱۳ تھا۔ اضااف ۲۴ — ۳ =

+

مندرجہ بالا حساب سے دوسرا نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ ۱۲۰۰ قمری سالوں میں سے اگر ۱۳۰۵۱ دن نکال دیئے جائیں تو شمسی سال بن جائیں گے اور ان ۱۳۰۵۱ دنوں کے سال وغیرہ شمسی تقویم کے حساب سے بنائے جائیں گے۔ جو کہ ۳۵ سال ۲۴۸ دن بنتے ہیں۔ گویا ۱۲۰۰ قمری سالوں کے شمسی سال ۱۱۴۴ اور ۹۸ دن ہوں گے۔

سال	دن	گویا ۱۲۰۰ سال قمری کے لئے =
۳۵	۲۴۸	۳۵ — ۲۴۸ =
۳۵	۳۱۴	۱۷ — ۳۱۴ = " " " ۴۰۰
۳۵	۳۳۳	۱۱ — ۳۳۳ = " " " ۴۰۰
۳۵	۳۴۱	۸ — ۳۴۱ = " " " ۳۰۰

۲۰۰ سال قمری کے لئے = ۳۴۹ - ۵ = ۱۳۰۵۰ کا $\frac{1}{4}$

۱۰۰ " " " = ۳۵۷ - ۲

(i) یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہم نے ۱۳۰۵۱ دنوں کے بجائے ۱۳۰۵۰ دن کی کسور کا حساب کیا ہے، کیونکہ یہ عدد ۲، ۳، ۵، ۱۰۰ وغیرہ پر تقسیم ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس طریقے سے ایک آدھ دن کا فرق پڑ سکتا ہے اور یہ ناگزیر ہے، اور بسا اوقات جواب بالکل صحیح حاصل ہوتا ہے۔

(ii) صدیوں کے حساب میں کمی شمار کرنے کے لئے سالوں کا حساب یہ ہو گا کہ ہر آٹھ سال کے لئے ۸۷ دن کا فرق شمار کر لیا جائے گا کیونکہ

۸ شمسی سالوں کے $۱۳۶۱ \times ۲ = ۲۹۲۲$ دن ہوتے ہیں

اور ۸ قمری سالوں کے $۳۵۴ \times ۸ + ۳$ لیپ ۲۸۳۵ دن ہوتے ہیں
اور فرق = ۸۷ دن نکلتا ہے

(iii) ۸ سے کم سالوں کے لئے حساب یہ ہو گا :

ایک سال کے لئے فرق = ۱۱ دن

۲ " " = ۲۲ دن

۳ " " = ۳۳ دن

۴ " " = ۴۴ دن

۵ " " = ۵۵ دن

۶ " " = ۶۶ دن

۷ " " = ۷۷ دن

————— x —————

(الف) دنوں کے فرق کے طریقے سے بھری تاریخ کو عیسوی میں تبدیل کرنا

طریقہ :- مندرجہ بالا تصریحات کی روشنی میں :

(i) سال رواں کو چھوڑ کر باقی بھری سالوں کی کمی معلوم کیجئے۔

(ii) رواں سال کے دن معلوم کیجئے۔

مشال ۷ :- یکم رجب ۱۳۴۶ھ کو کونسی عیسوی تاریخ تھی ؟

$$\begin{array}{r} 3 \\ 345 \overline{) 1113} \\ \underline{1095} \\ 18 \end{array}$$

حل :- (۱) دن کی

$$1200 \text{ سالوں میں کمی } 35 - 244 =$$

$$100 \text{ سالوں میں کمی } 2 - 354 =$$

$$20 \text{ سالوں میں } 235 = (5 \times 47) =$$

$$5 \text{ سالوں میں } 52 =$$

$$1345 \text{ کل کمی } 34 - 1113 \text{ یا } 20 \text{ سال } 18 \text{ دن}$$

$$(ii) \text{ یکم محرم سے یکم رجب تک دن } 148 =$$

$$(iii) \text{ شمسی مدت } 1345 - 148$$

کمی منہای کیجئے

$$20 - 18$$

$$1305 - 140 =$$

$$(iv) \text{ عیسوی مدت سابقہ } 421 - 199 =$$

$$\text{کل عیسوی مدت } 1924 - 259 =$$

$$(v) 359 \text{ دن } = \text{جنوری - فروری - مارچ - اپریل - مئی - جون}$$

$$30 + 31 + 30 + 31 + 28 + 31$$

جولائی - اگست - ستمبر - اکتوبر - نومبر - دسمبر

$$25 + 30 + 31 + 30 + 31 + 31$$

لہذا مطلوبہ تاریخ = ۲۵ دسمبر ۱۹۲۷ء جواب

(ب) عیسوی تاریخ کی بھری تاریخ میں تبدیلی

کسی عیسوی تاریخ کو بھری تاریخ میں بدلنے کے لئے حسب ذیل اقدامات کرنا چاہئیں۔
طریقہ :- (۱) سال رواں کے دن بنا کر اصل مدت میں سے ۴۲۱ سال ۱۹۹ دن تفریق کر دیجئے۔
باقی مدت میں اضافہ معلوم کرنا ہے۔

(ii) حسب نقشہ قری سالوں کا اضافہ معلوم کیجئے۔

(iii) باقی مدت میں معلوم شدہ سالوں کا اضافہ کر دیجئے۔ یہ بھری مدت ہے۔

(۱۶) حسب سابق باقی دنوں کو محرم سے شمار کر کے مطلوبہ تاریخ معلوم کیجئے۔

مثال ۷ :- ۲۰ مئی ۱۷۷۶ کو کون سی ہجری تاریخ تھی ؟

حل :- (۱) سال رواں کے دن یکم جنوری تا ۲۰ مئی ۱۷۷۶ (لیپ کا سال) = ۱۴۱

$$145 - 141 = \left. \begin{array}{l} \text{باقی مدت یا شمسی مدت} \\ \end{array} \right\}$$

$$421 - 199$$

$$1153 - 304 =$$

(ii) ۱۱۵۳ سالوں میں اضافہ کرنا ہے :

$$18 - 144 = 400 \text{ سالوں میں اضافہ}$$

$$12 - 98 = 400 \text{ سالوں میں اضافہ}$$

$$3 - 25 = 100 \text{ سالوں میں اضافہ}$$

$$522 = (4 \times 130) \text{ سالوں میں اضافہ}$$

$$52 = 5 \text{ سالوں میں اضافہ}$$

$$33 - 844 = 1153 \text{ سالوں میں کل اضافہ}$$

یا ۳۵ سال ۱۳۷

$$1153 - 304 = \left\{ \begin{array}{l} \text{(iii) ہجری مدت (شمسی مدت)} \\ \text{میں اضافہ جمع کیجئے} \end{array} \right.$$

$$35 - 137 =$$

یا ۱۱۸۹ سال ۹۰ دن ۲۴۴ - ۱۱۸۸

(۱۷) ۹۰ دن محرم - صفر - ربیع الاول - ربیع الثانی

$$1 + 30 + 29 + 30$$

لہذا مطلوبہ تاریخ = یکم ربیع الثانی ۱۱۹۰ جو اب

مثال ۸ :- ۱۳ اگست ۱۹۴۷ء کو کون سی ہجری تاریخ تھی ؟

حل :- (۱) ۱۳ اگست تک دن = ۲۲۵

$$1944 - 225$$

$$421 - 199$$

$$1325 - 24 = \text{سال}$$

(ii) ۱۳۲۵ سالوں میں اضافے :-

$$۱۲۰۰ \text{ سالوں میں اضافہ} = ۲۹۴ - ۳۶$$

$$۱۰۰ \text{ سالوں میں اضافہ} = ۲۵ - ۳$$

$$۲۴ \text{ سالوں میں اضافہ} = (۳ \times ۸۷) = ۲۶۱$$

$$۱ \text{ سال میں اضافہ} = ۱۱$$

$$۱۳۲۵ \text{ سالوں میں کل اضافہ} = ۵۹۱ - ۳۹$$

یا ۴۰ سال ۲۳۷ دن

$$\left. \begin{array}{r} ۱۳۲۵ - ۲۶ \\ ۴۰ - ۲۳۷ \\ \hline ۱۳۶۵ - ۲۶۳ \end{array} \right\} = \text{(iii) ہجری مدت}$$

(iv) ۲۶۳ دن = محرم - صفر - ربيع الاول - ربيع الثاني - جمادی الاول

$$۳۰ + ۲۹ + ۳۰ + ۲۹ + ۳۰$$

جمادی الآخر - رجب - شعبان - رمضان

$$۲۷ + ۲۹ + ۳۰ + ۲۹$$

لہذا مطلوبہ تاریخ = ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۶ (قیام پاکستان کا دن) جواب

۵۔ بذریعہ سرسری جائزہ یا زبانی حساب

سرسری جائزے سے صرف سال اور ماہ کا تعین کیا جاسکتا ہے کہ فلاں ماہ اور سال عیسوی کیا واقعی فلاں ماہ و سال ہجری کے مطابق ہے۔ یہ عموماً زبانی حساب کرنے کے کام آتا ہے اور اس میں تاریخوں کا تعین مشکل ہے۔ اس سرسری جائزے کے متعلق کچھ اشارہ قرآن کریم میں ملتا ہے۔ ارشاد باری ہے :

وَلَبِشُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا

”اور (اصحابِ کہف) اپنے غار میں تین سو سال ٹھہرے رہے اور (کچھ

لوگوں نے) زیادہ شمار کیے نو سال“ (۱۸ : ۲۵)

اس کا مطلب یہ ہے کہ تین سو سال شمسی گزرنے پر قری سال ۹ زیادہ گزر چکے تھے۔ یہ تقریباً مدت بیان کی گئی ہے، ورنہ فی الواقع ایک سو سال شمسی گزرنے پر تین سال ۲۴ دن آگے بڑھ جاتا ہے، یعنی ۹ سال اور ۱۳ دن یا ۹ سال اور تقریباً ۲ ماہ گزر چکے تھے۔

مشاہدات تقویم کے مطالعے سے ہم دیکھتے ہیں کہ

۱۶ جنوری ۱۸۶۲ء کو یکم محرم ۱۲۲۶ھ تھا اور ۱۶ جنوری ۱۸۷۷ء کو یکم محرم ۱۲۹۴ھ تھا۔ گویا پورے ۴۵ شمسی سالوں کے مقابلے میں پورے ۶۷ قری سال گزر گئے۔ یعنی قری دو سال زیادہ گزر گئے۔

پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ۲ جنوری ۱۳۵۷ء کو یکم محرم ۱۳۵۸ھ تھا اور ۲ جنوری ۱۵۲۰ء کو یکم محرم ۹۲۶ھ تھا۔ گویا پورے ۱۶۳ سال شمسی کے مقابلے میں پورے ۱۶۸ قری سال گزر گئے۔ یعنی قری ۵ سال زیادہ ہو گئے۔

ان دونوں میں فرق یہ ہے۔ کہ پہلا مشاہدہ بہت کم عمل میں آتا ہے۔ اور تیسرے حصہ میں دی گئی تقابلی تقویم میں ۱۶۸۰ ہجری سالوں میں صرف ۵ مرتبہ مشاہدہ میں آیا ہے۔ جبکہ دوسرا مشاہدہ اس کی نسبت بہت زیادہ عمل میں آیا ہے۔ یعنی ۱۶۸۰ ہجری سالوں میں ۲۸ مرتبہ۔

بنیادی مشاہدے یہی دو طرح کے ہیں پھر ان کے مرکبات مشاہدہ میں آتے ہیں جن کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ مثلاً :-

(۳) ۲۲۸ سال شمسی = ۲۳۵ سال قری $(\frac{۶۷}{۹۵} + \frac{۱۶۸}{۱۶۳} = \frac{۲۳۵}{۲۲۸} \text{ سال قری})$ یہ مشاہدہ سب سے زیادہ عمل میں آیا ہے۔ یعنی ۱۶۸۰ ہجری تقویم میں ۳۴ بار، اب اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے :-

(i) ۲ جنوری ۱۳۳۸ء کو یکم محرم ۱۳۴۰ھ تھا اور ۲ جنوری ۱۹۶۶ء کو یکم محرم ۱۳۵۵ھ یعنی ۲۳۵ قری کے مقابلے میں ۲۲۸ شمسی سال ہوئے۔

(ii) ۴ جنوری ۱۳۲۲ء کو یکم محرم ۱۳۲۵ھ تھا اور ۴ جنوری ۱۶۵۰ء کو یکم محرم ۱۶۵۴ھ یعنی ۲۳۵ قری کے مقابلے میں ۲۲۸ شمسی سال ہوئے۔

(iii) ۵ جنوری ۱۳۲۰ء کو یکم محرم ۱۳۱۹ھ تھا اور ۵ جنوری ۱۸۶۵ء کو یکم محرم ۱۳۵۳ھ یعنی ۲۳۵ قری کے مقابلے میں ۲۲۸ شمسی سال ہوئے۔

اب مزید مرکبات ملاحظہ فرمائیے :-

(۴) ۴۰۳ قری سال = ۳۹۱ شمسی سال $(\frac{۲۳۵}{۲۲۸} + \frac{۱۶۸}{۱۶۳} = \frac{۴۰۳}{۳۹۱})$ یہ مرکب بھی بکثرت عمل میں

آیا ہے یعنی ۱۶۸۰ ہجری سالوں میں ۲۳ بار۔ مثلاً :-

(۱) یکم محرم ۳۵۵ھ کو ۲ جنوری ۹۶۶ء تھا اور یکم محرم ۴۵۵ھ کو ۲ جنوری ۱۳۵۴ء تھا یعنی ۳۹۱ سال شمسی = ۴۰۳ سال قمری یا ۳۹۱ سال شمسی کی مدت میں قمری ۱۲ سال زیادہ ہو گئے۔

(۱۱) اسی طرح ۲ جنوری ۱۵۲۰ء کو یکم محرم ۹۲۶ھ تھا اور ۲ جنوری ۱۹۱۱ء کو یکم محرم ۱۳۲۹ھ۔

(۵) $\frac{۵۴۱}{۵۵۳} = \left(\frac{۱۶۸}{۱۶۳} + \frac{۲۰۳}{۲۹۱} \right)$ یہ مرکب ۱۶۸۰ قمری سالوں میں صرف ۵ بار عمل میں آیا ہے مثلاً

۸ جنوری ۹۹۸ء کو یکم محرم ۳۸۸ھ تھا اور ۸ جنوری ۱۵۵۲ء کو یکم محرم ۹۵۹ھ۔ یعنی ۵۵۴ شمسی

سالوں کی مدت میں ۵۴۱ قمری سال یعنی ۱۷ قمری سال زیادہ گزر گئے۔

(۶) $\frac{۶۳۸}{۶۱۹} = \left(\frac{۶۶}{۶۵} + \frac{۵۴۱}{۵۵۳} \right)$ یہ مرکب ۱۶۸۰ قمری سالوں میں صرف ۴ بار عمل میں آیا ہے مثلاً یکم

جنوری ۱۱۲۹ء کو یکم محرم ۵۲۲ھ تھا اور یکم جنوری ۱۶۴۸ء کو یکم محرم ۱۱۴۱ھ۔ یعنی ۶۱۹ سال شمسی کے

مقابلہ میں قمری مزید ۱۹ سال گزر گئے۔

اور درج ذیل مرکبات ۱۶۸۰ قمری سالوں میں صرف ایک ایک مرتبہ استعمال ہوئے ہیں :-

(۷) $\frac{۳۲۶}{۳۲۶} = \left(\frac{۱۶۸}{۱۶۳} + \frac{۱۶۸}{۱۶۳} \right)$ مثلاً ۱۶ جنوری ۱۴۸۶ء کو یکم محرم ۸۹۱ھ تھا اور ۱۶ جنوری ۱۸۱۲ء

کو یکم محرم ۱۳۲۴ھ۔

(۸) $\frac{۸۰۶}{۷۸۲} = \left(\frac{۲۰۳}{۳۹۱} + \frac{۲۰۳}{۳۹۱} \right)$ ۔ مثلاً ۱۲ جنوری ۹۶۵ء کو یکم محرم ۳۵۲ھ تھا اور ۱۲ جنوری ۱۴۴۷ء

کو یکم محرم ۱۱۶۰ھ۔

(۹) $\frac{۹۷۴}{۹۴۵} = \left(\frac{۲۰۳}{۳۹۱} + \frac{۵۴۱}{۵۵۳} \right)$ مثلاً ۱۱ جنوری ۱۲۹۱ء کو یکم محرم ۶۹۰ھ تھا اور ۱۱ جنوری ۲۲۳۶ء

کو یکم محرم ۱۶۶۳ھ ہوگا۔ یعنی ۹۴۵ شمسی سالوں کی مدت میں قمری ۲۹ سال مزید گزر جائیں گے۔

(۱۰) $\frac{۱۰۴۱}{۱۰۱۰} = \left(\frac{۲۰۳}{۳۹۱} + \frac{۶۳۸}{۶۱۹} \right)$ مثلاً ۲۹ جنوری ۹۳۱ء کو یکم محرم ۳۱۹ھ تھا اور ۲۹ جنوری ۱۹۴۱ء

کو یکم محرم ۱۳۶۰ھ۔ گویا ۱۰۱۰ شمسی سال = ۱۰۴۱ قمری سال بالفاظ دیگر ۱۰۴۱ قمری سالوں میں ۳۱

شمسی سال کم ہو جاتے ہیں۔

اب ہم سور کے ذریعہ یہ معلوم کریں گے کہ مندرجہ بالا مشاہدات کی رو سے ایک مدت کا درمیانی اندازہ

شمسی سال میں کتنے قمری سال ہوتے ہیں۔ ان کی صورت درج ذیل ہے۔

(۱) $\frac{۶۶}{۶۵}$ کی رو سے ایک شمسی سال = ۱۰۳۰۷۹۶ قمری سال

(۲) $\frac{۳۲۶}{۳۲۶}$ یا $\frac{۱۶۸}{۱۶۳}$ کی رو سے ایک شمسی سال = ۱۰۳۰۶۷۴ قمری سال

(۳) $\frac{۲۳۵}{۲۲۸}$ " " " " = ۱۰۳۰۷۰۱۷ قمری سال

قری سال	$1030490.5 =$	کی رو سے ایک شمسی سال	$\frac{804}{282}$ یا	$\frac{293}{391}$ (i)
"	$10304859 =$	" " " "	$\frac{541}{552}$	(v)
"	$10304924 =$	" " " "	$\frac{438}{419}$	(vi)
"	$10304868 =$	" " " "	$\frac{962}{925}$	(vii)
"	$1030493 =$	" " " "	$\frac{1021}{1010}$	(viii)

مندرجہ بالا آٹھ جوابات میں سے ہم اپنے قاعدہ کو (iii) کے مطابق استوار کریں گے۔ کیونکہ یہی قاعدہ

سب سے زیادہ استعمال ہوا ہے۔ یعنی ۲۲۸ شمسی سال = ۲۳۵ قری سال۔ یا ایک شمسی سال = ۱۰۳۰۴۰۱۴ قری سال۔ اگر ہم سہولت کی خاطر دائیں جانب والے تین ہندسے چھوڑ دیں تو ایک شمسی سال = ۱۰۳۰۴ قری سال۔

یا ۱۰۰۰ شمسی سال = $\frac{10304}{1000}$ قری سال یا ۱۰۳۰ قری سال اور ۲۵۵ دن یا ۸ ماہ

یا ۱۰۰ = $\frac{10304}{100}$ قری اور ۲۵ دن یا ۱۰ سال شمسی = ۱۰ سال قری + ۱۰۹ دن

یا ۱ سال = ۱۰ سال قری + ۱۱ دن

اس طریقہ سے ہم زبانی ہی سینین عیسوی اور قری سینین اور اس کے برعکس مطابقت کر سکتے ہیں۔ یہ فقط

صرف سالوں اور مہینوں میں ہوگی دنوں میں نہ ہوگی۔ اور یہ بھی بہت کافی ہے۔ اب اس کا طریق کار ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ عیسوی سینین سے بھری سینین میں تبدیلی

طریقہ (i) سب سے پہلے عیسوی سن سے ۶۶۰ - ۶۲۱ تقریق کر دیجئے۔

(ii) باقی شمسی سالوں کے مندرجہ بالا تصریحات کے مطابق قری سال بنائیجئے۔

(iii) اس زبانی حساب میں ہر ماہ ۳۰ دن کا شمار ہوگا اور ہر ماہ تک حساب کیا جائے گا۔

مثال ۱ :- ۲۰ مئی ۱۹۷۳ء کو بھری ماہ و سینین کیا تھے؟

حل :- (i) $\frac{1973}{365}$ سال

$\frac{621}{365}$

باقی مدت = $\frac{10}{365}$ سال

$$(ii) \dots \text{اشمسى سال كے قمرى سال} = 8 \frac{1}{4} = 1030$$

$$103 \text{ --- } \frac{2}{4} = \text{ " " " } 100$$

$$51 \text{ --- } 4 \frac{1}{4} = \text{ " " " } 50$$

$$3 \text{ --- } 11 \frac{1}{4} = \text{ " } 3 \text{ سال } 10 \text{ ماہ}$$

$$1189 \quad 3 \frac{1}{4}$$

$$(iii) \text{ مطلوبہ ہجری ماہ و سال} = 1190 \text{ ھ کے چوتھے ماہ کا آغاز}$$

= جبکہ اصل جواب یکم ربیع الاول ہے۔

مثال ۲ :- ۱۳ اگست ۱۹۳۷ء کو ہجری ماہ و سال کیا تھے؟

$$\text{حل :- (i) } 1937 \text{ --- } 6 \frac{1}{4} = 1325 \text{ سال}$$

$$421 \text{ --- } 4 \frac{1}{4}$$

۱ --- ۱۳۲۵ کے ہجری ماہ و سال بنانا ہے۔

$$(ii) \dots \text{اشمسى سال} = 8 \frac{1}{4} = 1030 \text{ سال قمرى}$$

$$309 \text{ --- } 2 \frac{1}{4} = \text{ " " } 300$$

$$20 \text{ --- } 2 \frac{1}{4} = (20 \times 109) = 2180 \text{ دن کا اضافہ}$$

$$5 \text{ --- } 2 \frac{3}{4} = 5 \text{ سال } 10 \text{ ماہ}$$

$$1325 \text{ سال } 1 \text{ ماہ } 10 \text{ مئی } = 9 \text{ --- } 1345 \text{ ہجری}$$

= آخر ماہ رمضان المبارک ۱۳۶۶ ہجری

جبکہ اصل جواب ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۶ ہجری ہے

(ب) ہجری سنین سے عیسوی میں تبدیلی

طریقہ | یہ تو جمع جانتے ہیں کہ ۲۳۵ قمری سال کے ۲۲۸ شمسی سال ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے ۱۰۰ قمری سال = ۹۷ سال ۸ دن شمسی ہوں گے یعنی ۲ سال ۳۵ دن کی کمی ہوگی۔

یا ہر سو سال کے لئے ۳ سال کی کمی اور ۸ دن کا اضافہ کریں گے۔

لہذا ہر ۱۰۰ قمری سال کے لئے = ۳ سال کی کمی اور ۸ دن کا اضافہ

۱۰ قمری سال کے لئے = ۱۰۹ دن کمی اور

اسال کے لئے = ۱۱ دن کمی کریں گے۔

اور (۱) اپنا حساب مہینہ کی چوتھائی تک شمار کریں گے اور (ii) براہ کو ۳۰ دن کا شمار کیا جائے گا۔

(ii) بعد میں ۴۲۱ سال اور ۶ ماہ جمع کریں گے تو جواب حاصل ہو جائے گا۔

مثال ۷:۔ یکم رجب ۱۳۴۵ھ کو اندازاً کونسا عیسوی ماہ و سال ہوگا؟

حل :- (۱) ۱۳۰ سالوں میں کمی = ۳ سال فی صدی کمی اور ۸ دن فی صدی اضافہ

= ۳۹ سال کمی اور ۱۰۴ دن یا ۳ ماہ اضافہ

= ۳۸ سال ۸ ماہ

۴۰ سالوں میں کمی = ۱۰۹ دن ۴ × = ۴۳۶ دن = ایک سال ۷ دن = ایک سال ۲ ماہ

= ۵ × ۱۱ = ۵۵ دن یا ۱ ماہ

= ۳۸ سال ۸ ماہ + ۱ سال ۲ ماہ + ۵ ماہ = یا ۴۰ سال ۳ ماہ

= ۴ - ۱۳۴۵ = (۴۰ سال ۳ ماہ)

(ii) شمسی سال = ۵ ماہ - ۱۳۰.۵ سال

ابتدائی عیسوی مدت = ۴۲۱ - ۶ ماہ

مطلوبہ عیسوی سال و ماہ = ۳ ماہ ۱۱ - ۱۹۲۴ یعنی ۱۹۲۴ء کا بارھواں مہینہ ختم ہو رہا ہوگا۔

جبکہ صحیح جواب ۲۵ دسمبر ۱۹۲۷ء ہے۔

مثال ۸:۔ ۲۲ جمادی الثانی ۱۰۸۲ھ کو کون سے عیسوی ماہ و سال ہوں گے۔

حل :- (۱) ۱۰۰۰ سال قمری میں کمی = ۳۰ سال کمی اور ۸۰ دن کا اضافہ

= ۲۹ سال ۹ ماہ

۸۰ سال = ۸ × ۱۰۹ = ۸۷۲ دن = ۲ سال ۳ ماہ

= ۱۱ دن یا ۱ ماہ

= ۳۲ سال ۲ ماہ = ۱۳۸۱ سال

(ii) شمسی مدت = ۱۰۸۱ سال ۳ ماہ - ۳۲ سال = ۲ ماہ

= ۳ ماہ - ۱۰۴۹ سال

= ۴۲۱ - ۶ ماہ = ابتدائی عیسوی مدت

(iii) مطلوبہ ماہ و سال = ۳ ماہ ۹ - ۱۴۷۰ یعنی آخر ماہ اکتوبر ۱۹۷۱ء

جبکہ صحیح جواب ۲۴ اکتوبر ۱۹۷۱ء ہے۔

حصہ سوم

تقابلی تقویم از ۱۶۸۰ء تا ۱۹۲۲ء

(اٹھ دور کبیرا)

فہرست ابواب

- ۱۔ کچھ اہل تقویم کے بارے میں
- ۲۔ تقابلی تقویم از ۱۶۸۰ء تا ۱۹۲۲ء
- ۳۔ اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ کے اہم واقعات
بقید ہجری و عیسوی ماہ و سال

باب

کچھ اس تقابلی تقویم کے بارے میں

عیسوی تقویم کا دورِ قدیم اور دورِ جدید | عیسوی تقویم میں ۱۵ اکتوبر ۱۵۸۲ء کا دن عیسوی تقویم کے دورِ قدیم اور دورِ جدید میں حدِ فاصل ہے۔ اس تاریخ سے پہلے کے دور کو دورِ قدیم یا جولین کیلنڈر کہا جاتا ہے اور اس تاریخ کے بعد کے دور کو دورِ جدید یا گریگوری (جارجین) کیلنڈر کا نام دیا گیا ہے۔

اس دن کی اہمیت ہے کہ اس تاریخ کو پاپائے اعظم گریگوری نے بذریعہ فرمان خاص عیسوی کیلنڈر میں دس دن کا اضافہ کر دیا۔ اس کے متعلق دو طرح کی روایات ملتی ہیں۔ ایک یہ کہ ۳ اکتوبر ۱۵۸۲ء کو جمعرات کا دن تھا تو اس سے لگے دن یعنی جمعہ کو ۵ اکتوبر کے بجائے ۱۵ اکتوبر بنا دیا گیا۔ (عالمی معلومات ص ۵۶۰)

اور دوسری روایت یہ ہے کہ ۱۵ اکتوبر بروز سوموار مطابق ۲۷ رمضان المبارک ۹۹۹ھ کو ہی بذریعہ فرمان ۲۵ اکتوبر بنا دیا گیا صاحب تقویم تاریخی جناب عبدالقدوس ہاشمی نے دوسری روایت کو ہی اختیار کیا ہے۔ (تقویم تاریخی ص ۲۴۸)

اس ترمیم کو تمام ملکوں نے بیک وقت قبول نہیں کیا بلکہ باقی ممالک اسے آہستہ آہستہ قبول کرتے رہے۔ سب سے آخر میں اسے انگلستان نے ۱۷۵۲ء میں قبول کیا اور اب اسے دس کے بجائے گیارہ دن کا اضافہ کرنا پڑا۔ جس کی صورت یہ تھی کہ

۳ ذی قعدہ ۱۱۶۵ھ کو بدھ اور ۲ ستمبر اور ترمیم کے بعد دوسرے دن ۳ ذی قعدہ ۱۱۶۵ھ کو جمعرات ۳ ستمبر ۱۷۵۲ء قرار دے دیا گیا۔

اس ترمیم کی وجہ یہ تھی کہ عیسوی کیلنڈر کے دورِ قدیم میں سال کی مقدار صحیح مقدار سے ۱۱ منٹ اور ۱۴ سیکنڈ زیادہ شمار ہو رہی تھی۔ اس کی ابتداء میں تو اعتدال ربیعی کا

دن ۲۱ مارچ تھا لیکن ۱۵۸۲ء کو یہ اعتدال ریعی ۱۱ مارچ کو واقع ہوا۔ اس روز افزوں غلطی کی درستی کے لئے اصلاح کرنا ناگزیر تھی۔ کیونکہ حالیہ قاعدہ یہ ہے کہ کریم اعتدال ریعی (۲۱ مارچ یا ۲۲ مارچ) اور یوم اعتدال خریفی (۲۱ یا ۲۲ ستمبر) اور سب سے بڑا دن (۲۲ جون) اور سب سے پھوپھو ٹا دن (۲۲ دسمبر) اپنی مقررہ تاریخوں پر ہی آتے ہیں جن میں ۱۰ دن کا فرق پڑ چکا تھا۔ اور اس کی اصل وجہ دراصل عیسوی کیلنڈر کے پرانے طریقے شمار یا حساب کی غلطی تھی۔

دور قدیم کے کیلنڈر کے قواعد یہ تھے :-

پرانہ اور نیا طریق حساب

(i) ہر سال ۳۴۵ دن کا ہے۔

(ii) ہر چوتھا سال لیپ کا یعنی ۳۴۶ دن کا ہوگا۔

(iii) یکم جنوری سلسلہ کو ہفتہ تھا۔

اس پرانے طریقے کا رستہ ۴ اکتوبر ۱۵۸۲ء کو جمعرات ہی بنتا ہے۔

کل سال ۱۵۸۱ پورے ہر سال کے لئے ایک دن = ۱۵۸۱

لیپ کے سال = ۳۹۵

رواں سال کے ۴ اکتوبر تک دن = ۲۷۷

کل = ۸۵۳

۷ پر تقسیم کرنے کے بعد باقی دن = ۷۳ ÷ ۷ = ۱۰ ہفتے اور باقی ۳ دن

اگر ایک دن بچے تو ہفتہ ہوتا ہے اور ۴ دن بچیں تو جواب جمعرات ہی آتا ہے۔

اور عیسوی تقویم کے دور جدید کے قواعد یہ ہیں :-

(i) ہر سال ۳۴۵ دن کا ہے۔

(ii) ہر چوتھا سال لیپ یعنی ۳۴۶ دن کا ہے۔

(iii) ہر صدی ۴ پر تقسیم نہ ہو وہ ۳۴۵ دن کی ہی ہے اور جو ۴ پر تقسیم ہو جائے وہ

۳۴۶ دن کی۔

(iv) یکم جنوری سلسلہ کو سوموار تھا۔

اس نئے طریقے کا رستہ ۱۵ اکتوبر کو جمعہ ہی بنتا ہے :-

ہر ۴۰۰ سال کے لئے ۵ دن ہلنڈا ۱۲۰۰ سال کے لئے ۵ دن

۳۰۰ سال کے لئے ہر صدی کے لئے ۵ دن = ۵ × ۳ = ۱۵ ÷ ۷ = ۲ باقی دن

۸۱ سال بعد یسپ کے ۲۰ سال = ۱۰۱ = ۱۰۱ ÷ ۷ = ۷ باقی ۳ دن
 ۱۵ اکتوبر تک روال سال کے دن = ۲۸۸ = ۲۸۸ ÷ ۷ = ۷ باقی ۱ دن
 کل باقی دن = ۱ + ۳ + ۱ = ۵

اگر ایک دن بچے تو سوموار اور ۵ پچیس تو جواب جمعہ ہی آتا ہے۔

تقابلی تقویم کا آغاز کونسی عیسوی تاریخ سے ہو؟ | یہ بات تو بالاتفاق مسلمہ ہے کہ یکم محرم سلمہ کو جمعہ

تھا۔ یہاں ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کے مقابل کونسی عیسوی تاریخ درج کی جائے؟ پرانے قواعد کی رو سے یکم محرم سلمہ کو ۱۷ جولائی ۶۲۲ء اور جمعہ کا دن تھا۔ جبکہ نئے قواعد کی رو سے یکم محرم سلمہ جمعہ کا دن ۱۹ جولائی ۶۲۲ء کو آتا ہے۔ اکثر بین الاقوامی تقابلی تقویم لکھنے والوں نے اور اسی طرح عبدالقدوس ہاشمی صاحب نے جنہوں نے بہت سی کتب تواریخ اور تقابلی جنزریاں مطالعہ کرنے کے بعد تقویم تاریخی مرتب کی ہے، یکم محرم بروز جمعہ کے سامنے ۱۷ جولائی ۶۲۲ء لکھی ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں دورِ قدیم کے عیسوی کیلنڈر کے قواعد کے لحاظ سے اور پرانی تحریروں کے لحاظ سے یہ تاریخ درست ہے۔ اور ۱۵ اکتوبر ۱۵۸۲ء تک کے اندراجات بھی درست ہیں۔ مگر کیا دورِ جدید کے مرتب شدہ قواعد تقویم اس ۱۰ دن کے حلال کو برداشت کر سکتے ہیں؟ جبکہ گریگوری کے اس فرمان کا ایک حصہ یہ بھی تھا کہ پرانے کیلنڈر کو نئے قواعد کے مطابق کر لیا جائے۔ اور آج کل سکولوں میں عیسوی کیلنڈر کا دن معلوم کرنے کے لئے نئے قواعد ہی سکھائے جاتے ہیں اور پرانے قواعد کا ذکر تک نہیں کیا جاتا؟

ابتداءً میں نے بھی تقابلی تقویم کا آغاز یکم محرم سلمہ جمعہ مطابق ۱۷ جولائی ۶۲۲ء سے ہی کیا تھا۔ اور کافی کام بھی کر چکا تھا لیکن طبیعت مطمئن نہ ہوئی اور نئے سرے سے کام کا آغاز ۱۹ جولائی ۶۲۲ء سے کیا۔ اور اسی تاریخ کو قاضی سلمان منصور پوری جیسے محقق و مؤرخ نے بھی ترجیح دی ہے۔ علاوہ ازیں ان کا درجہ ذیل اقتباس بھی ملاحظہ فرمائیے۔

”اسلام میں سنہ ہجری کا استعمال بعد غزوات عمر فاروق جاری ہوا۔ یوم النخیس (جمعرات) ۳۰ جمادی الثانی ۱۷ء مطابق ۹ جولائی ۶۳۸ء کو علی المرتضیٰ کے مشورہ سے سنہ کا شمار واقعہ ہجرتِ نبویہ سے کیا گیا۔“

۱۷ تقویم تاریخی - مقدمہ ص ۷۰ - ۳۵ - ۱۷ ایضاً ص ۳۵۱

اس اقتباس میں قاضی صاحب نے ۹ جولائی کو تو مروجہ پرانے قواعد کے مطابق درج کیا ہے اور نیچے ۱۲ جولائی کو اپنی تحقیق کے مطابق۔

اور میرے لئے ۱۹ جولائی کو اختیار کرنا اس لئے بھی ضروری تھا۔ کہ اس کتاب کے حصہ دوم میں شمسی تقویم میں دن معلوم کرنے کے طریقے اور ہجری اور عیسوی تقویم میں مطابقت کے جو طریقے میں نے درج کئے ہیں۔ وہ سب نئے قواعد کے مطابق ہیں۔ جب ہجری تقویم کو عیسوی کے مطابق کرتے ہیں تو ۱۳۷۰۲۷ دن جمع کرتے ہیں۔ اور جب عیسوی تقویم کو ہجری میں منتقل کرتے ہیں تو اتنے ہی دن تفویق کرتے ہیں اور جواب درست آتا ہے۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ محرم سہمہ بروز جمعہ کو ۱۹ جولائی ۱۹۲۲ء ہو۔ اگر اس دن کو ۱۶ جولائی قرار دیا جائے تو دن ۱۱۷۰۲۷ بنیں گے اور جواب درست نہیں آئے گا۔

اور یہ تو ظاہر ہے۔ جو صاحب دوسرے حصہ میں درج شدہ قواعد اور مثالوں سے اخذ کردہ طبعی سے کوئی سوال حل کریں گے تو اس کی پڑناں اسی تقویم سے کریں گے۔ اور اگر پڑناں میں فرق آگیا تو وہ ان قواعد کو درست کیسے سمجھیں گے یا پھر وہ اس تقویم کو غلط سمجھنے لگیں گے۔

اس تقویم میں اور پرانے قواعد کی رو سے مرتب کردہ تقویم میں ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۲۲ء تک بتدریج ۳ دن سے لے کر ۱۰ دن تک تاریخوں

پرانے اور نئے حساب کی تطبیق میں فرق آنا ناگزیر ہے۔ مؤرخین کی ضرورت تو صرف اتنی ہے کہ عیسوی سنہ کے مقابلے میں ہجری سنہ اور اس کے برعکس درست نہ عیسوی کا درج ہو۔ اور عام طور پر کتابوں میں سنین ہی کی مطابقت پر اکتفا کر لیا جاتا ہے اور اگر سالوں کے ساتھ ہینڈوں کی بھی مطابقت ہو جائے تو یہ بہت کافی ہے۔ سالوں اور ہینڈوں کے بعد تاریخوں کی مطابقت کی ضرورت نہایت اہم اور شہور واقعات میں شاذ و نادر ہی پیش آتی ہے لہذا ۱۵۸۲ء کے پہلے کے دور میں ۳ سے ۱۰ دنوں کے بتدریج فرق کو گوارا کر لینا معمولی بات ہے۔ جبکہ عیسوی تقویم اس سنہ سے پہلے بسا اوقات دنوں کی کمی بیشی کی زد میں آتی رہی ہے۔

تاہم اگر کوئی صاحب تاریخوں کی بھی مطابقت ٹھیک ٹھیک چاہتے ہوں تو ان کے لئے درج ذیل وضاحتیں کارآمد ثابت ہوں گی۔

(۱) یکم محرم سہمہ تک ۳ دن کی زیادتی یوں ہے۔ پہلی، دوسری، تیسری، پانچویں اور چھٹی کے ۵ دن پرانے طریقے میں زیادہ شمار ہوئے اور اس میں سے دو دن نکال دیئے گئے۔ کیونکہ پہلے قواعد کی زد سے یکم جنوری سہمہ کو ہفتہ تھا اور نئے قواعد کی رو سے سوموار۔ لہذا فرق ۳ دن رہ گیا۔

(۲) یہ فرق ساتویں صدی یا سنہ ۶۰۰ء کے بعد ۳ کے بجائے ۴ دن کا ہوجائے گا، نویں صدی کے بعد ۵ دن کا ۱۰ دسویں کے بعد ۶ دن کا، گیارہویں کے بعد ۷ دن کا، تیرہویں کے بعد ۸ دن کا، چودھویں کے بعد ۹ دن کا اور پندرہویں صدی یعنی سنہ ۱۵۰۰ء کے بعد ۱۰ دن کا ہوجائے گا۔

۱۵ اکتوبر ۱۵۸۲ء کے بعد تو تمام تقاویم منطبق اور درست ہوجاتی ہیں۔ اس سے پہلے کی تاریخوں کی مطابقت کے لئے عیسوی سنہ کی جتنی صدیاں گزر چکی ہوں۔ درج بالا تفصیل کے مطابق اتنے دن کم کر لیں۔ تو اس تقویم اور پرانے دور کی تقویم کی تاریخوں میں مطابقت ہوجائے گی۔ یہ یاد رہے کہ ایک دن کی کمی بیشی کو غلطی تصور نہیں کیا جاتا۔ اور اس کی وجہ رویت ہلال ہے۔ ہاں اگر دو یا دو سے زیادہ دنوں کا فرق ہو تو وہ فی الواقع غلطی شمار ہوگی۔

تقویم میں مستعمل علامات

یہ تقابلی تقویم جو محرم ۱۰۰۰ھ سے لے کر ذی الحجہ ۱۰۸۰ھ تک تیار کی گئی ہے اس کے ہر خانہ میں اوپر کی سطر میں بائیں طرف کا ہندسہ (۲۹ یا ۳۰) اوپر درج شدہ مہینہ کے ایام ظاہر کرتا ہے۔ اس کے دائیں طرف جو دن لکھا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس قمری مہینہ کی یکم کو یہ دن تھا اور نیچے انگریزی ہندسوں میں جو تاریخ لکھی ہے۔ اس قمری ماہ کی یکم کو سنہ عیسوی کی تاریخ ہے۔ جو صرف تاریخ اور مہینہ ظاہر کرتی ہے۔ سال ایک ہی بار ابتداءً موٹے قلم سے درج کیا گیا ہے۔

(ii) آٹھ سہارے کے دو صفحات میں ایک دورِ صغیر کی تقابلی تقویم درج ہے۔ دائیں طرف ۸ کے اوپر کا ہندسہ مسلسل بھری سال کو ظاہر کرتا ہے اور ۸ کے نیچے جو باریک ہندسہ ہے وہ دورِ صغیر کے سال نمبر کو۔ ان میں سے جو سال لیپ والے ہیں ان کے گرد قوسین () لگا دیئے گئے ہیں تاکہ پڑتال کی صورت میں سہولت رہے۔

(iii) ہر عیسوی صدی لیپ کے سال کے اوپر ۸ میں موٹے ہندسہ پر خط — لگا دیا گیا ہے۔ اور ہر عام صدی کے اوپر x نشان دیا گیا ہے۔ تاکہ پڑتال کے وقت کچھ اشتباہ نہ رہے۔

مثلاً ۱۹۹۳ء کو دیکھئے سنہ ۱۹۹۳ء کے نیچے باریک ہندسوں میں (۱۳) لکھا ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سال دورِ صغیر کا تیرھواں سال ہے اور قوسین کا مطلب یہ ہے کہ یہ قمری لیپ کا یعنی ۳۵۵ دن کا سال ہے۔ اب اس کے سامنے اور ریزیع الاول کے نیچے والا خانہ دیکھئے۔ اوپر والی سطر میں ۱۸ میں طرف

اتوار لکھا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یکم ربیع الاول ۱۰۹۳ھ کو اتوار تھا اور اس کے سامنے بائیں طرف ۳۰ کا ہندسہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ربیع الاول ۱۰۹۳ھ کا ہیبتہ ۳۰ دن کا تھا یا کم از کم اس تقویم میں ۳۰ دن کا شمار کیا گیا ہے۔ اور پہلی سطر میں ۱۰۱۱۰۲۱ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یکم ربیع الاول ۱۰۹۳ھ کو ۲۱ جنوری ۱۱۰۰ء تھا۔ اور ۱۱۰۰ پر جو یہ x نشان ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ صدی لیپ کی نہیں اور جو سال یا صدیاں لیپ کے ہیں۔ ان کے اوپر خط (—) لگا دیا گیا ہے۔

(۱۷) ہفتہ کے ایام وہ درج کئے گئے ہیں جو اردو میں مستعمل ہیں۔ یہ نام اور ان کے علاوہ دوسری زبانوں میں ہفتہ کے دنوں کے نام درج ذیل ہیں۔

انگریزی	ہندی	فارسی	عربی	اردو	
FRIDAY	شکر وار	جمعہ	جمعة	جمعہ	۱
SATURDAY	سینچر وار	شنبه	يوم السبت	ہفتہ	۲
SUNDAY	ایتوار	یک شنبہ	يوم الاحد	اتوار	۳
MONDAY	سوموار	دوشنبہ	يوم الاثنين	سوموار یا پیر	۴
TUSEDAY	منگل وار	سہ شنبہ	يوم الثلاثاء	منگل	۵
WEDNESDAY	برسپتوار	چہار شنبہ	يوم الاربعاء	بدھ	۶
THURSDAY	ویر وار	پنج شنبہ	يوم الخميس	جمعرات	۷

تقابلی تقویم مرتب کرنے کے قواعد

- (۱) یکم محرم ۱۰۰۰ھ کو جمعہ تھا۔ اور ہر دورِ کبیر کا آغاز یعنی یکم محرم کو جمعہ ہی ہوگا۔
- (۲) ایک دورِ صغیر ۳۰ سال کا ہوتا ہے اور ہر دورِ صغیر کے ۳۰ مہینوں کے ایام کی تعداد یعنی ۲۹ تا ۳۰، ہمیشہ پہلے دورِ صغیر کے مہینوں کے ایام کے مطابق ہوگی جس کی تفصیل اس کتاب کے دوسرے حصہ میں آچکی ہے۔
- (۳) ہر دورِ کبیر ۲۱۰ سال یا ۷ دورِ صغیر پر مشتمل ہوتا ہے اور اس میں مہینوں کے ایام کی مماثلت کے علاوہ ہفتہ کے دنوں کی مماثلت بھی پائی جاتی ہے۔

(۴) ہر دورِ صغیر کے مہینوں کے دن اپنے سے پہلے دورِ صغیر کے مہینوں سے پانچ دن بعد شروع ہوتے ہیں۔

(۵) اس تقویم میں عیسوی کیلنڈر کے لئے دورِ جدید (یعنی جارجین کیلنڈر) کے قواعد کو اپنایا گیا ہے۔

اس تقویم کی جانچ پڑتال کے طریقے

چونکہ یہ تقویم موجودہ دور کے بعد آئندہ بھی اڑھائی سو سال سے زائد عرصہ تک کے لئے تیار کی گئی ہے لہذا ضروری ہے کہ اس کی پڑتال کے طریقے بھی درج کر دیئے جائیں۔ ان طریقوں سے جہاں ہر شخص اس تقویم کی جانچ پڑتال کر سکتا ہے اور اس میں صحت و سقم دریافت کر سکتا ہے وہاں اگر وہ چاہے تو خود بھی مزید آئندہ مدت کے لئے جنتری کر سکتا ہے۔

(۱) ایک خانہ یا ایک ماہ کے اندراجات کی پڑتال۔ (i) اس خانہ کے نیچے درج شدہ انگریزی تاریخ کا حسبِ قاعدہ اور دورِ جدید دن نکال کر دیکھ لیجئے۔ مثلاً صفر ۳۶۸ھ کے خانہ میں منگل اور انگریزی تاریخ ۱۰۷۵۔۹۔۲۱ رکھی ہے اور مقررہ قواعد کی رو سے جواب منگل ہی آتا ہے۔ اسی طرح قری تقویم کے قواعد کے مطابق بھی جواب منگل ہی آتا ہے تو معلوم ہوا کہ اس خانہ کے اندراجات درست ہیں۔

(ii) اگر یہ ماہ ۲۹ دن کا ہے تو اس سے اگلا ماہ لگے دن یعنی بدھ سے شروع ہوگا اور ۳۰ دن کا ہے تو جمعرات سے۔

(۲) ایک سطر یا ایک سال کے اندراجات کی پڑتال۔ اس کے لئے درج ذیل باتیں ذہن میں رکھیے:-
(i) اگر عام ہجری سال کے مقابلہ میں عیسوی بھی عام سال ہو تو عیسوی تاریخ گیارہ دن پیچھے رہ جائے گی۔ یا فرق گیارہ دن کا ہوگا۔ کیونکہ عام ہجری سال ۳۵۴ دن کا اور عام عیسوی سال ۳۶۵ دن کا ہوتا ہے۔

(ii) اور اگر ہجری سال بھی لیپ کا یعنی ۳۵۵ دن کا ہو اور عیسوی بھی لیپ یعنی ۳۶۶ دن کا تو بھی فرق گیارہ دن ہی رہے گا۔

(iii) اور اگر ہجری سال لیپ کا ہو اور عیسوی عام ہو تو یہ فرق ۱۰ دن کا ہوگا۔

(iv) اور اگر ہجری سال عام ہو اور عیسوی لیپ کا ہو تو یہ فرق ۱۲ دن کا ہوگا۔ یعنی انگریزی تاریخ ۱۲ دن پیچھے ہٹ جائے گی۔

اس قاعدہ سے آپ ایک سال کے دوران واقع شدہ غلطی کی جانچ پڑتال کر سکتے ہیں۔ اور اس کے لئے ضروری ہونے کہ آپ یہ تقابلی محرم کے خانہ سے کریں۔ اگر آپ جنوری سے یا کسی اور ماہ عیسوی یا قمری سے کریں گے۔ تو معاملہ گڑبڑ ہو جائے گا۔ اور جنوری کا حساب لگانے سے یہ فرق ۱۴ دن تک بھی پہنچ سکتا ہے تاہم یہ فرق ہواؤس دن سے کم نہیں ہوتا نیز آپ کسی نتیجہ تک نہ پہنچ سکیں گے۔

(۳) ایک دور صغیر یا ۳۰ سال کے اندراجات کی پڑتال :- اگر دو صغیر یعنی ۳۰ قمری سالوں کے ۲۹ شمسی سال اور ۳۹ دن ہوتے ہیں۔ اور پڑتال کرنے پر یہ فرق درست ہو تو سمجھ لیجئے کہ اندراجات درست ہیں۔ مگر اس طریقہ کو بہت صحیح نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ کبھی کبھار تو یہ فرق ۳۹ دن کے بجائے ۴۰ دن ہو جاتا ہے۔ اور کبھی ۳۸ دن۔ اگرچہ ایسا بہت کم ہوتا ہے لیکن ہو جاتا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ زائد ۳۹ لیپ کے سلسلہ میں نہیں آتے۔ لیکن کچھ عرصہ گزر جانے پر آجاتے ہیں۔ پھر دونوں طرف لیپ کا سلسلہ چلتا ہے تو یہ کمی بیشی ہو جانا ممکن بن جاتا ہے۔ تاہم یہ مدت ۴۰ دن سے زیادہ اور ۲۸ دن سے کم کبھی نہیں ہو سکتی۔ اور پڑتال کرنے پر اس کا سبب بھی سمجھ میں آسکتا ہے۔

عام سال

آخر جنوری تک دن = ۳۱

فروری تک دن = ۵۹

۲۸ + ۳۱

مارچ تک دن = ۹۰

اپریل " " = ۱۲۰

مئی " " = ۱۵۱

جون " " = ۱۸۱

جولائی " " = ۲۱۲

اگست تک " = ۲۴۳

ستمبر " " = ۲۷۳

اکتوبر " " = ۳۰۴

نومبر " " = ۳۳۴

دسمبر " " = ۳۶۵

(۴) پوری تقویم کی پڑتال :- یہ طریقہ خاصا طویل بھی ہے اور مشکل بھی۔

لیکن چونکہ پڑتال کے لئے صحیح ترین اور کمال ترین یہی طریقہ ہے۔ اس لئے اس کا اندراج ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ ہے دونوں طرف سے دنوں کے شمار کا طریقہ۔ جسکی تفصیل دوسرے حصہ میں پیش کی جا چکی ہے۔ یکم محرم کو ۱۹ جولائی ۱۹۲۲ء تھا۔ لہذا ۴۲۱ سال اور ۱۸ جولائی تک کے دن بنائے جو یہ ہیں۔

۴۰۰ سال کے دن = ۱۴۶۰۹۷

۲۰۰ " " = ۷۳۰۴۸

۲۰ " " = (۵ × ۱۴۶۱) = ۷۳۰۵

۱ " " = ۳۶۵

۱۸ جولائی تک دن (سائے نقشہ سے) = ۱۹۹

کل دن = ۲۲۷۰۱۴

(۱) اب دیکھئے ایک دو صغیر میں ۱۰۶۳۱ دن ہوئے

وہ ان میں جمع کر دیکھئے = ۱۰۶۳۱

۲۳۷۴۴۵ دن

اب ان کے عیسوی سال بنائیے :-

$$\begin{array}{r}
 ۱۴۰۰ \text{ سال} = ۱۴۰۰ \times ۳۶۵ = ۵۱۱۰۰۰ \\
 ۲۰۰ \text{ " } = ۲۰۰ \times ۳۶۵ = ۷۳۰۰۰ \\
 ۲۸ \text{ سال (۱۲} \times ۳۶۵) = ۴۳۸۰ \\
 ۲ \text{ " } = ۲ \times ۳۶۵ = ۷۳۰ \\
 \text{زائد دن} = ۲۲۸ \\
 \hline
 \text{کل} = ۲۳۷۴۳۵
 \end{array}$$

زائد دن سامنے نقشہ سے دیکھئے تو ۲۶ اگست ہے۔ لہذا پہلا دورِ صغیر ۲۶ اگست ۱۹۵۷ء کو ختم ہوگا۔ اور دوسرا دورِ صغیر ۲۶ اگست کو شروع ہوگا۔

(۲) ۲ دورِ صغیر کے دن $۲ \times ۱۰۶۳۱ = ۲۱۲۶۲$ میں ۲۲۷۰۱۴ جمع کر کے ان دنوں کے عیسوی سال بنا لیجئے

$$۲۸۸۲۷۴ = ۲۱۲۶۲ + ۲۲۷۰۱۴ \text{ دن}$$

$$۱۴۰۰ \text{ سال کے دن} = ۱۴۰۰ \times ۳۶۵ = ۵۱۱۰۰۰$$

$$۲۰۰ \text{ " } = ۲۰۰ \times ۳۶۵ = ۷۳۰۰۰$$

$$۷۴ \text{ (} ۲ \times ۱۹ \text{) سال کے دن} = ۲۷۰۸$$

$$۳ \text{ " } = ۳ \times ۳۶۵ = ۱۰۹۵$$

$$\text{زائد دن} = ۲۷۷$$

$$۲۸۸۲۷۴ \text{ سال} = ۲۸۸۲۷۴ \text{ دن}$$

= تا ۳ اکتوبر (کیونکہ یہ لیپ کا سال ہے)

لہذا دوسرا دورِ صغیر ۳۰ اکتوبر ۱۹۵۷ء کو ختم ہوگا اور تیسرا دورِ صغیر ۳۰ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو شروع ہوگا۔

اس طرح عمل کرنے سے ۵۶ دورِ صغیر یعنی ۱۹۸۰ء تک درج ذیل نتائج حاصل ہوں گے :-

تاریخ اختتام

۱۹۰۰ء	۱۲ نومبر ۱۹۰۹ء	$۲۵۸۹۰۰ = ۳۱۸۹۳ (۳ \times ۱۰۶۳۱) + ۲۲۷۰۱۴ (۲)$
۱۲۰۰ء	۲۱ دسمبر ۱۹۳۸ء	$۲۴۹۵۳۸ = ۴۲۵۲۴ (۴ \times ۱۰۶۳۱) + ۷۳۰۰۰ (۲)$
۱۵۰۰ء	۲۹ جنوری ۱۹۶۸ء	$۲۸۰۱۴۹ = ۵۳۱۵۵ (۵ \times ۱۰۶۳۱) + ۷۳۰ (۲)$
۱۸۰۰ء	۸ مارچ ۱۹۹۷ء	$۲۹۰۸۰۰ = ۴۳۷۸۴ (۴ \times ۱۰۶۳۱) + ۷۳۰ (۲)$

۲۱۰ھ	آخر ذی الحجہ ۲۱۰ھ	۱۴ اپریل ۸۲۴ھ	$310231 = 42312$ یا $(2 \times 10431) + 222012$ (۷)
۲۲۰ھ	۲۲۰ھ	۲۵ مئی ۸۵۵ھ	$31242 = 85028$ یا $(8 \times 10431) +$ (۸)
۲۳۰ھ	۲۳۰ھ	۲ جولائی ۸۸۲ھ	$322492 = 95429$ یا $(9 \times 10431) +$ (۹)
۲۴۰ھ	۲۴۰ھ	۱۱ اگست ۹۱۳ھ	$322222 = 104310$ یا $(10 \times 10431) +$ (۱۰)
۲۴۰ھ	۲۴۰ھ	۱۹ ستمبر ۹۳۲ھ	$322955 = 114921$ یا $(11 \times 10431) +$ (۱۱)
۲۴۰ھ	۲۴۰ھ	۲۸ اکتوبر ۹۶۱ھ	$352584 = 124522$ یا $(12 \times 10431) +$ (۱۲)
۲۴۰ھ	۲۴۰ھ	۴ دسمبر ۱۰۰۰ھ	$345212 = 128203$ یا $(13 \times 10431) +$ (۱۳)
۲۴۰ھ	۲۴۰ھ	۱۴ جنوری ۱۰۳۰ھ	$35828 = 128822$ یا $(13 \times 10431) +$ (۱۳)
۲۵۰ھ	۲۵۰ھ	۲۲ فروری ۱۰۵۹ھ	$384229 = 159245$ یا $(15 \times 10431) +$ (۱۵)
۲۸۰ھ	۲۸۰ھ	یکم اپریل ۱۰۸۸ھ	$392110 = 16094$ یا $(14 \times 10431) +$ (۱۴)
۲۵۰ھ	۲۵۰ھ	۱۱ مئی ۱۱۱۴ھ	$302221 = 180222$ یا $(14 \times 10431) +$ (۱۴)
۲۵۰ھ	۲۵۰ھ	۱۹ جون ۱۱۴۴ھ	$318222 = 191258$ یا $(18 \times 10431) +$ (۱۸)
۲۵۰ھ	۲۵۰ھ	۲۸ جولائی ۱۱۶۵ھ	$329002 = 201989$ یا $(19 \times 10431) +$ (۱۹)
۲۶۰ھ	۲۶۰ھ	۴ ستمبر ۱۲۰۲ھ	$329422 = 212420$ یا $(20 \times 10431) +$ (۲۰)
۲۶۰ھ	۲۶۰ھ	۱۱ اکتوبر ۱۲۳۳ھ	$350245 = 222251$ یا $(21 \times 10431) +$ (۲۱)
۲۶۰ھ	۲۶۰ھ	۲۱ نومبر ۱۲۴۲ھ	$340894 = 222822$ یا $(22 \times 10431) +$ (۲۲)
۲۶۰ھ	۲۶۰ھ	۳۰ دسمبر ۱۲۹۱ھ	$341522 = 222513$ یا $(23 \times 10431) +$ (۲۳)
۲۶۰ھ	۲۶۰ھ	۷ فروری ۱۳۲۱ھ	$382158 = 255122$ یا $(23 \times 10431) +$ (۲۳)
۲۶۰ھ	۲۶۰ھ	۱۸ مارچ ۱۳۵۰ھ	$392989 = 245225$ یا $(25 \times 10431) +$ (۲۵)
۲۶۰ھ	۲۶۰ھ	۲۴ اپریل ۱۳۶۹ھ	$502220 = 242204$ یا $(24 \times 10431) +$ (۲۴)
۲۸۰ھ	۲۸۰ھ	۵ جون ۱۴۰۸ھ	$512051 = 280222$ یا $(26 \times 10431) +$ (۲۶)
۲۸۰ھ	۲۸۰ھ	۱۳ جولائی ۱۴۳۴ھ	$522482 = 292428$ یا $(28 \times 10431) +$ (۲۸)
۲۸۰ھ	۲۸۰ھ	۲۱ اگست ۱۴۴۴ھ	$535223 = 302299$ یا $(29 \times 10431) +$ (۲۹)
۲۹۰ھ	۲۹۰ھ	۲۹ ستمبر ۱۴۹۵ھ	$525922 = 312920$ یا $(30 \times 10431) +$ (۳۰)
۲۹۰ھ	۲۹۰ھ	۷ نومبر ۱۵۲۳ھ	$554525 = 329521$ یا $(31 \times 10431) +$ (۳۱)

۹۹۰ھ	آخری الحج ۱۵۵۳ھ	$226.013 (32)$	32×1.431	$45.424 = 32.092$	یا	32×1.431	14 دسمبر ۱۵۵۳ھ
۹۹۰ھ	۱۵۵۳ھ	(32)	(32×1.431)	$45.424 = 32.092$	یا	(32×1.431)	23 جنوری ۱۵۵۳ھ
۱۰۲۰ھ	۱۹۱۲ھ	(32) (دو مرتبہ)	(32×1.431)	$588548 = 341252$	یا	(32×1.431)	3 مارچ ۱۹۱۲ھ
۱۰۵۰ھ	۱۹۲۱ھ	(35)	(35×1.431)	$599.99 = 362.85$	یا	(35×1.431)	11 اپریل ۱۹۲۱ھ
۱۰۸۰ھ	۱۹۷۰ھ	(34)	(34×1.431)	$4.9630 = 322614$	یا	(34×1.431)	20 مئی ۱۹۷۰ھ
۱۱۱۰ھ	۱۹۹۹ھ	(36)	(36×1.431)	$42.341 = 393322$	یا	(36×1.431)	28 جون ۱۹۹۹ھ
۱۱۴۰ھ	۱۹۲۸ھ	(38)	(38×1.431)	$43.992 = 40.2968$	یا	(38×1.431)	4 اگست ۱۹۲۸ھ
۱۱۷۰ھ	۱۹۵۷ھ	(39)	(39×1.431)	$431423 = 31240.9$	یا	(39×1.431)	13 ستمبر ۱۹۵۷ھ
۱۲۰۰ھ	۱۹۸۹ھ	(40)	(40×1.431)	$452252 = 225220$	یا	(40×1.431)	23 اکتوبر ۱۹۸۹ھ
۱۲۳۰ھ	۱۸۱۲ھ	(41)	(41×1.431)	$442885 = 325841$	یا	(41×1.431)	2 دسمبر ۱۸۱۲ھ
۱۲۴۰ھ	۱۸۳۵ھ	(42)	(42×1.431)	$463515 = 32450.2$	یا	(42×1.431)	9 جنوری ۱۸۳۵ھ
۱۲۹۰ھ	۱۸۷۱ھ	(43)	(43×1.431)	$482126 = 354133$	یا	(43×1.431)	12 فروری ۱۸۷۱ھ
۱۳۲۰ھ	۱۹۰۲ھ	(44)	(44×1.431)	$492668 = 346642$	یا	(44×1.431)	29 مارچ ۱۹۰۲ھ
۱۳۵۰ھ	۱۹۳۲ھ	(45)	(45×1.431)	$50209 = 368395$	یا	(45×1.431)	4 مئی ۱۹۳۲ھ
۱۳۸۰ھ	۱۹۹۱ھ	(46)	(46×1.431)	$614020 = 389024$	یا	(46×1.431)	13 جون ۱۹۹۱ھ
۱۴۱۰ھ	۱۹۹۰ھ	(47)	(47×1.431)	$62441 = 399456$	یا	(47×1.431)	23 جولائی ۱۹۹۰ھ
۱۴۲۰ھ	۲۰۱۹ھ	(48)	(48×1.431)	$62202 = 51288$	یا	(48×1.431)	31 اگست ۲۰۱۹ھ
۱۴۷۰ھ	۲۰۲۸ھ	(49)	(49×1.431)	$62630 = 52919$	یا	(49×1.431)	8 اکتوبر ۲۰۲۸ھ
۱۵۰۰ھ	۲۰۷۷ھ	(50)	(50×1.431)	$658542 = 531550$	یا	(50×1.431)	14 نومبر ۲۰۷۷ھ
۱۵۳۰ھ	۲۱۱۶ھ	(51)	(51×1.431)	$649195 = 522181$	یا	(51×1.431)	24 دسمبر ۲۱۱۶ھ
۱۵۶۰ھ	۲۱۳۹ھ	(52)	(52×1.431)	$669825 = 552812$	یا	(52×1.431)	3 فروری ۲۱۳۹ھ
۱۵۹۰ھ	۲۱۹۵ھ	(53)	(53×1.431)	$690256 = 523222$	یا	(53×1.431)	13 مارچ ۲۱۹۵ھ
۱۶۲۰ھ	۲۲۹۲ھ	(54)	(54×1.431)	$801088 = 562062$	یا	(54×1.431)	21 اپریل ۲۲۹۲ھ
۱۶۵۰ھ	۲۲۳۳ھ	(55)	(55×1.431)	$811619 = 582605$	یا	(55×1.431)	31 مئی ۲۲۳۳ھ
۱۶۸۰ھ	۲۲۵۲ھ	(56)	(56×1.431)	$822250 = 595324$	یا	(56×1.431)	8 جون ۲۲۵۲ھ

پڑتال کے ان طریقوں اور احتیاطوں کے باوجود بھی یہ دعویٰ کرنا مشکل ہے کہ اس تقویم میں کوئی غلطی نہیں رہی۔ اور ایسا دعویٰ انسان کو زیب بھی نہیں دیتا۔ خطاؤں اور ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک تو صرف اللہ کی ذات ہے۔ وہ کون انسان ہے جس سے مجہول، چوک، خطا اور تقصیر سرسزد نہیں ہوتی؟ قواعد کی بات تو درکنار محض نقل کرنے میں بھی انسان سے اکثر غلطی سرسزد ہو جاتی ہے۔ پھر دعویٰ کس بات کا؟ یہی کہا جاسکتا ہے کہ امکانی حد تک یہ تقویم درست تیار کی گئی ہے۔ اور اگر کوئی صاحب اس میں کسی غلطی یا اغلاط کی نشاندہی فرمائیں گے تو بشکر یہ قبول کی جائے گی۔ و ما توفیقی الا باللہ۔

میں یہ تقویم مکمل کر چکا تھا کہ ایک کتاب ”مختصر دائمی قری تقویم“ مرتبہ علی محمد خان مطبوعہ اسلامک پبلی کیشنز لیمیٹڈ لاہور نظر سے گزری۔ صاحب تصنیف اس موضوع میں ماشاء اللہ بہت تجربہ اور مہارت رکھتے ہیں۔ اور اس تصنیف پر انہوں نے محنت بھی خوب کی ہے۔ اگر ان کی اسس کاوش کی داد نہ دی جائے تو یہ کم ظرفی ہوگی۔ میں نے اس کتاب کو اچھی طرح پڑھا اور اس سے استفادہ بھی کیا ہے۔ البتہ اس میں جو چند باتیں مجھے کھٹکیں انہیں بلا کیف بیان کر دیتا ہوں :-

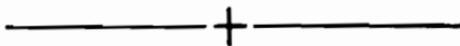
اس کتاب میں زیادہ تر جدول، نقشے اور نمائندہ حروف ہی دیئے گئے ہیں۔ جو غالباً مصنف کے اپنے ذہن کی کاوش کا نتیجہ ہیں۔ ایسے طریقے کم ہی دیئے گئے ہیں۔ جنہیں ہر کوئی استعمال کر سکے یا جانچ پڑتال کر سکے۔ اگر انہوں نے کہیں پڑتال کی بھی ہے۔ تو اپنے ہی تیار کردہ جدولوں سے کی ہے۔ عام قواعد سے نہیں کی۔

(۲) موصوف نے قری تقویم کے پہلے دور کے پہلے حصہ کو سلسلہ تا ۱۳۷۰ اور بعد کے چھ حصوں میں سے ہر ایک کو ۱۲۶ سال کی مدت قرار دیا ہے۔ جبکہ مشاہدہ میں یہ بات آتی ہے کہ پہلا دور ۶۴ سال کا آگے ہر دور ۱۲۰ سال کا ہے۔ اور اس کا ذکر میں نے تفصیل سے اس کتاب کے دوسرے حصہ میں کیا ہے اور مصنف کے اس طریق کار سے فرق پڑ گیا ہے۔ اگر یہ فرق ایک دن کا ہو تو یہ گوارا ہوتا ہے اور اسے کئی وجوہ پر محمول کیا جاسکتا ہے مگر جب یہ فرق دو دن کا ہو تو غلطی سمجھی جائے گی۔ مثلاً آپ کے مہیا کردہ چارٹ کی رُو سے یکم شوال ۱۳۱۲ھ (عید الفطر) کو اتوار آتا ہے۔ حالانکہ اس دن جمعہ تھا۔

(۳) نیز ہر دور کبیر کا پہلا دن یعنی یکم محرم کو جمعہ ہی ہو سکتا ہے اور اسے آپ تسلیم بھی کرتے ہیں (دیکھئے مذکورہ کتاب صفحہ ۲۵۲) مگر آپ کے مہیا کردہ چارٹ کی رُو سے یکم محرم ۱۳۲۱ھ کو ہفتہ

۱۰۵۱ء کو ہفتہ اور ۱۲۶۱ھ ہفتہ درج ہے وغیرہ وغیرہ حالانکہ ان تاریخوں کو جمعہ ہے اور آنا چاہیے۔
میں نے چند باتوں کی نشاندہی کی ہے۔ کیونکہ یہ مجھے قاعدہ کے خلاف نظر آئیں ورنہ حاشا وکلاً
میرا مقصد کتاب کی غلطیاں پیش کرنا نہیں ہے۔

باینہرمصنف کتاب جناب علی محمد خاں کا دعویٰ یہ ہے کہ ان کی تقویم موجودہ تمام متداول تقاویم
سے صحیح تر ہے۔ اب میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ اگر اس تقویم کا یہ حال ہے تو میری مرتب کردہ
تقویم کا کیا حال ہوگا اور میں تو انشاء اللہ ایسے لوگوں کا ممنون ہوں گا۔ بالخصوص اس وقت جبکہ یہ غلطی کسی
مسئلہ قاعدہ سے تعلق رکھتی ہو۔



TRUEMASLAK@INBOX.COM

باب ۱۔ پہلے دور کی کتب کا پتہ اور صفحہ (از ۹۲۲ تا ۹۵۳ء)

ذی الحجہ	ذیقعد	شوال	رمضان	شعبان	رجب	جمادی الثانی	جمادی الاول	ربیع الثانی	ربیع الاول	صفر	محرم	سنة
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۱
۹-۶	۱۰-۵	۱۱-۴	۱۲-۳	۱۱-۲	۱۲-۱	۱۳-۱۲	۱۴-۱۱	۱۵-۱۰	۱۶-۹	۱۷-۸	۱۸-۵	۱۹-۷
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۲
۲۸-۵	۲۹-۴	۳۰-۳	۳۱-۲	۳۰-۱	۳۱-۲۱	۳۲-۱۸	۳۳-۱۵	۳۴-۱۰	۳۵-۹	۳۶-۸	۳۷-۷	۳۸-۶
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۳
۱۸-۵	۱۸-۴	۲۰-۳	۲۱-۲	۲۱-۱	۲۲-۱	۲۳-۱	۲۴-۱	۲۵-۱	۲۶-۱	۲۷-۱	۲۸-۱	۲۹-۱
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۴
۷-۵	۷-۴	۹-۳	۱۰-۲	۱۱-۱	۱۲-۱	۱۳-۱	۱۴-۱	۱۵-۱	۱۶-۱	۱۷-۱	۱۸-۱	۱۹-۱
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۵
۲۶-۴	۲۸-۳	۲۹-۲	۳۰-۱	۲۹-۱	۳۰-۱	۳۱-۱	۳۲-۱	۳۳-۱	۳۴-۱	۳۵-۱	۳۶-۱	۳۷-۱
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۶
۱۵-۴	۱۶-۳	۱۷-۲	۱۸-۱	۱۹-۱	۲۰-۱	۲۱-۱	۲۲-۱	۲۳-۱	۲۴-۱	۲۵-۱	۲۶-۱	۲۷-۱
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۷
۴-۴	۵-۳	۶-۲	۷-۱	۸-۱	۹-۱	۱۰-۱	۱۱-۱	۱۲-۱	۱۳-۱	۱۴-۱	۱۵-۱	۱۶-۱
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸
۲۱-۳	۲۲-۲	۲۳-۱	۲۴-۱	۲۵-۱	۲۶-۱	۲۷-۱	۲۸-۱	۲۹-۱	۳۰-۱	۳۱-۱	۳۲-۱	۳۳-۱
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۹
۱۴-۳	۱۵-۲	۱۶-۱	۱۷-۱	۱۸-۱	۱۹-۱	۲۰-۱	۲۱-۱	۲۲-۱	۲۳-۱	۲۴-۱	۲۵-۱	۲۶-۱
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۰
۲-۳	۳-۲	۴-۱	۵-۱	۶-۱	۷-۱	۸-۱	۹-۱	۱۰-۱	۱۱-۱	۱۲-۱	۱۳-۱	۱۴-۱
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۱
۲۰-۲	۲۱-۱	۲۲-۱	۲۳-۱	۲۴-۱	۲۵-۱	۲۶-۱	۲۷-۱	۲۸-۱	۲۹-۱	۳۰-۱	۳۱-۱	۳۲-۱
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۲
۹-۲	۱۰-۱	۱۱-۱	۱۲-۱	۱۳-۱	۱۴-۱	۱۵-۱	۱۶-۱	۱۷-۱	۱۸-۱	۱۹-۱	۲۰-۱	۲۱-۱
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۳
۲۹-۱	۳۰-۱	۳۱-۱	۳۲-۱	۳۳-۱	۳۴-۱	۳۵-۱	۳۶-۱	۳۷-۱	۳۸-۱	۳۹-۱	۴۰-۱	۴۱-۱
۱۹-۱	۲۰-۱	۲۱-۱	۲۲-۱	۲۳-۱	۲۴-۱	۲۵-۱	۲۶-۱	۲۷-۱	۲۸-۱	۲۹-۱	۳۰-۱	۳۱-۱

۲۔ پہلے دو روزہ کا دوسرا دورہ (از ۳۱-۷-۷۵ تا ۶-۸-۷۵)

روز	ذیقعد	شوال	رمضان	شعبان	رجب	جمادی الثانی	جمادی الاول	رجب الثانی	ربیع الاول	صفر	محرم	نہر
۲۹	ذیقعد ۳۰	شوال ۲۹	رمضان ۲۹	شعبان ۲۹	رجب ۲۹	جمادی الثانی ۲۹	جمادی الاول ۲۹	رجب الثانی ۲۹	ربیع الاول ۲۹	صفر ۲۹	محرم ۲۹	۱۳۱
۱۷.۷	۱۷.۶	۱۹.۵	۱۹.۴	۲۱.۳	۲۰.۲	۲۲۱.۶۵۲	۲۳.۱۲	۲۴.۱۱	۲۵.۱۰	۲۶.۹	۲۷.۸	۲۱۸.۶۵۱
۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰
۶.۷	۷.۶	۸.۵	۹.۴	۱۰.۳	۹.۲	۱۰۱.۶۵۳	۱۱.۱۲	۱۲.۱۱	۱۳.۱۰	۱۴.۹	۱۵.۸	۱۵۸.۶۵۲
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۳۳
۲۶.۶	۲۷.۵	۲۸.۴	۲۹.۳	۳۰.۲	۲۹.۱	۲۹۱.۶۵۴	۳۰.۱۲	۳۱.۱۱	۳۰.۱۰	۳۰.۹	۳۰.۸	۳۰۸.۶۵۳
۱۵.۶	۱۶.۵	۱۷.۴	۱۸.۳	۱۷.۲	۱۸.۱	۱۸۱.۶۵۵	۲۰.۱۲	۲۱.۱۱	۲۲.۹	۲۱.۸	۲۱.۷	۲۱۷.۶۵۴
۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰
۳.۶	۴.۵	۵.۴	۶.۳	۷.۲	۸.۱	۸۱.۶۵۶	۹.۱۲	۱۰.۱۱	۱۱.۱۰	۱۲.۹	۱۳.۸	۱۳۸.۶۵۵
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۲۴.۵	۲۴.۴	۲۶.۳	۲۶.۲	۲۶.۱	۲۷.۱۲	۲۷۱.۶۵۷	۲۹.۱۰	۲۹.۹	۳۱.۸	۳۰.۷	۳۰.۶	۳۰۶.۶۵۶
۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰
۱۳.۵	۱۴.۴	۱۵.۳	۱۵.۲	۱۵.۱	۱۶.۱۲	۱۶۱.۶۵۸	۱۷.۱۱	۱۸.۱۰	۱۹.۹	۲۰.۸	۲۱.۷	۲۱۷.۶۵۷
۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰
۲.۵	۳.۴	۴.۳	۵.۲	۶.۱	۷.۱۲	۷۱.۶۵۹	۸.۱۱	۹.۱۰	۱۰.۹	۱۱.۸	۱۲.۷	۱۲۷.۶۵۸
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۲۱.۴	۲۲.۳	۲۳.۲	۲۳.۱	۲۳.۱۲	۲۵.۱۱	۲۵۱.۶۶۰	۲۷.۱۰	۲۷.۹	۲۹.۸	۳۰.۷	۳۰.۶	۳۰۶.۶۵۹
۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰
۱۰.۴	۱۲.۳	۱۰.۲	۱۲.۱	۱۳.۱۲	۱۳.۱۱	۱۳۱.۶۶۱	۱۵.۱۰	۱۵.۹	۱۷.۸	۱۸.۷	۱۹.۶	۱۹۶.۶۶۰
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۳۱.۳	۱.۳	۳۰.۱	۱.۱	۲.۱۲	۳.۱۱	۳۱.۶۶۲	۴.۱۰	۵.۹	۶.۸	۷.۷	۸.۶	۸۶.۶۶۱
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۲۰.۳	۱۸.۲	۲۰.۱	۲۱.۱۲	۲۳.۱۱	۲۳.۱۰	۲۳۱.۶۶۳	۲۴.۹	۲۵.۸	۲۷.۷	۲۸.۶	۲۹.۵	۲۹۴.۶۶۲
۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰
۸.۳	۸.۲	۹.۱	۱۱.۱۲	۱۱.۱۱	۱۳.۱۰	۱۳۱.۶۶۴	۱۵.۹	۱۶.۸	۱۸.۷	۱۸.۶	۱۸.۵	۱۸۴.۶۶۳
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۲۶.۲	۲۷.۱	۲۹.۱۲	۲۹.۱۱	۳۰.۱۰	۱.۱۰	۱.۹	۳.۸	۴.۷	۵.۶	۶.۵	۷.۴	۷۴.۶۶۴

پہلے دو روز کے کل پیمانے (از ۱۳۱ تا ۱۵۰ھ) ۶۲۷۷

ذی الحجہ	ذیقعدہ	شوال	رمضان	شعبان	رجب	جماد الثانی	جماد الاول	ربیع الثانی	ربیع الاول	صفر	محرم	سنة
۲۹	۳۰	۳۱	۳۰	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۳۱
۱۲/۱۱	۱۳/۱۰	۱۴/۰۹	۱۵/۰۸	۱۶/۰۷	۱۷/۰۶	۱۸/۰۵	۱۹/۰۴	۲۰/۰۳	۲۱/۰۲	۲۲/۰۱	۲۳/۱۲	۱۳۱
۳۰	۲۹	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۰	۲۹	۲۸	۲۹	۳۰	۲۹	۱۳۲
۳۱/۱۰	۲/۱۰	۳/۰۹	۴/۰۸	۵/۰۷	۶/۰۶	۷/۰۵	۸/۰۴	۹/۰۳	۱۰/۰۲	۱۱/۰۱	۱۲/۱۲	۱۳۲
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۳۳
۲۱/۱۰	۲۱/۰۹	۲۳/۰۸	۲۴/۰۷	۲۵/۰۶	۲۶/۰۵	۲۷/۰۴	۲۸/۰۳	۲۹/۰۲	۳۰/۰۱	۳۱/۱۲	۱/۱۱	۱۳۳
۳۰	۲۹	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۰	۲۹	۲۸	۲۹	۳۰	۲۹	۱۳۴
۱۰/۱۰	۱۰/۰۹	۱۲/۰۸	۱۳/۰۷	۱۴/۰۶	۱۵/۰۵	۱۶/۰۴	۱۷/۰۳	۱۸/۰۲	۱۹/۰۱	۲۰/۱۲	۲۱/۱۱	۱۳۴
۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۱	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۳۵
۲۹/۰۹	۳۱/۰۸	۱/۰۸	۳/۰۷	۴/۰۶	۵/۰۵	۶/۰۴	۷/۰۳	۸/۰۲	۹/۰۱	۱۰/۱۲	۱۱/۱۱	۱۳۵
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۳۶
۱۸/۰۹	۱۷/۰۸	۲۱/۰۷	۲۱/۰۶	۲۳/۰۵	۲۴/۰۴	۲۵/۰۳	۲۶/۰۲	۲۷/۰۱	۲۸/۱۲	۲۹/۱۱	۳۰/۱۰	۱۳۶
۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۱	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۳۷
۷/۰۹	۹/۰۸	۱۰/۰۷	۱۰/۰۶	۱۲/۰۵	۱۲/۰۴	۱۴/۰۳	۱۴/۰۲	۱۶/۰۱	۱۶/۱۲	۱۷/۱۱	۱۷/۱۰	۱۳۷
۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۱	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۳۸
۲۷/۰۸	۲۹/۰۷	۲۹/۰۶	۳۱/۰۵	۱/۰۴	۲/۰۳	۳/۰۲	۴/۰۱	۵/۱۲	۵/۱۱	۷/۱۰	۷/۱۰	۱۳۸
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۳۹
۱۷/۰۸	۱۸/۰۷	۱۹/۰۶	۲۰/۰۵	۲۱/۰۴	۲۲/۰۳	۲۳/۰۲	۲۴/۰۱	۲۵/۱۲	۲۶/۱۱	۲۷/۱۰	۲۸/۱۰	۱۳۹
۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۱	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۴۰
۵/۰۸	۷/۰۷	۷/۰۶	۹/۰۵	۹/۰۴	۱۰/۰۳	۱۰/۰۲	۱۱/۰۱	۱۳/۱۲	۱۳/۱۱	۱۵/۱۰	۱۵/۰۹	۱۴۰
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۴۱
۲۶/۰۷	۲۶/۰۶	۲۷/۰۵	۲۸/۰۴	۲۹/۰۳	۲۹/۰۲	۳۰/۱۲	۳۱/۱۱	۱/۱۰	۳/۰۹	۴/۰۸	۴/۰۷	۱۴۱
۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۱	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۴۲
۱۵/۰۷	۱۵/۰۶	۱۶/۰۵	۱۷/۰۴	۱۸/۰۳	۱۹/۰۲	۲۰/۰۱	۲۱/۱۲	۲۲/۱۱	۲۳/۱۰	۲۴/۰۹	۲۵/۰۸	۱۴۲
۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۱	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۴۳
۴/۰۷	۵/۰۶	۶/۰۵	۷/۰۴	۸/۰۳	۹/۰۲	۱۰/۰۱	۱۱/۱۲	۱۲/۱۱	۱۳/۱۰	۱۴/۰۹	۱۵/۰۸	۱۴۳
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۴۴
۲۳/۰۶	۲۴/۰۵	۲۵/۰۴	۲۶/۰۳	۲۷/۰۲	۲۸/۱۲	۲۹/۱۱	۳۰/۱۰	۳۱/۰۹	۱/۰۸	۲/۰۷	۳/۰۶	۱۴۴

پہلے دور کی کھیل اتوار (از ۱۸/۱۱ تا ۲۱/۱۱ء) ۸۳۲

ذاتی نمبر	زنجیر	شوال	رفیقان	شعبان	رجب	جمادی الثانی	جمادی الاول	ربیع الثانی	ربیع الاول	صفر	محرم	حصہ	
۲۹	بندھ	۳۰	پیئر	۲۹	آوار	۳۰	بھت	۲۹	بھت	۲۹	بھت	۳۰	۱۸۱
26/1,798	29/12	30/11	31/10	2/10	2/9	4/8	5/7	6/6	7/5	8/4	9/3,797	۱۸۱	
۳۰	آوار	۲۹	بندھ	۳۰	پیئر	۲۹	بھت	۲۹	منگل	۳۰	بھت	۳۰	۱۸۲
۱۲۱/۱799	۱۹/12	۱۹/11	21/10	21/9	23/8	24/7	24/6	26/5	26/4	28/3	26,2798	۱۸۲	
۲۹	بندھ	۲۹	منگل	۳۰	آوار	۳۰	منگل	۲۹	پیئر	۳۰	بھت	۳۰	۱۸۳
7-1, 800	8-12	9-11	10/10	10/9	12/8	13/7	14/6	15/5	16/4	17/3	16,2799	۱۸۳	
۲۹	منگل	۳۰	آوار	۲۹	بھت	۳۰	پیئر	۲۹	بھت	۲۹	بھت	۳۰	۱۸۴
26/12	26/11	28/10	28/9	30/8	31/7	2/7	2/6	2/5	4/5	4/4	5,2800	۱۸۴	
۳۰	بھت	۳۰	بندھ	۳۰	منگل	۲۹	بھت	۳۰	پیئر	۲۹	بھت	۳۰	۱۸۵
۱5/12	۱6/11	17/10	18/9	19/8	21/7	21/6	23/5	23/4	25/3	25/2	24/1,801	۱۸۵	
۲۹	بھت	۲۹	پیئر	۳۰	بھت	۲۹	بھت	۲۹	آوار	۳۰	منگل	۲۹	۱۸۶
5-12	5-11	7-10	7-9	9-8	10-7	10-6	12-5	12-4	14-3	14-2	14/1,802	۱۸۶	
۳۰	پیئر	۲۹	بھت	۲۹	بھت	۲۹	بھت	۲۹	بھت	۲۹	بھت	۳۰	۱۸۷
24/11	26/10	26/9	27/8	29/7	29/6	31/5	1/5	2/4	3/3	2/2	3/1,803	۱۸۷	
۲۹	بھت	۲۹	منگل	۳۰	منگل	۲۹	بھت	۲۹	بھت	۲۹	بھت	۳۰	۱۸۸
۱2/11	14/10	14/9	16/8	17/7	18/6	19/5	20/4	21/3	21/2	22/1,804	24/2,803	۱۸۸	
۲۹	بندھ	۲۹	آوار	۳۰	بھت	۲۹	بھت	۲۹	بھت	۲۹	بھت	۳۰	۱۸۹
2/11	3-10	4-9	5-8	7-7	7-6	9-5	9-4	11-3	9-2	10/1,805	12/2,804	۱۸۹	
۳۰	آوار	۲۹	بھت	۳۰	بھت	۲۹	بھت	۲۹	منگل	۳۰	بھت	۳۰	۱۹۰
22/10	23-9	24/8	26/7	26/6	27-5	28/4	29/3	28/2	29/1,806	31/2	1/2,805	۱۹۰	
۲۹	بندھ	۳۰	پیئر	۲۹	آوار	۳۰	منگل	۲۹	بھت	۳۰	بھت	۳۰	۱۹۱
12/10	12-9	13/8	15/7	15/6	17/5	17/4	19/3	17/2	19/1,807	20/2	2/1,806	۱۹۱	
۲۹	منگل	۳۰	آوار	۲۹	بھت	۳۰	بھت	۲۹	منگل	۲۹	بھت	۳۰	۱۹۲
30/9	31-8	2-8	3-7	4-6	5-5	6-4	7-3	7-2	8/1,808	10/11,807	10/11,807	۱۹۲	
۳۰	بھت	۲۹	بھت	۲۹	بھت	۲۹	بھت	۲۹	بھت	۲۹	بھت	۳۰	۱۹۳
19/9	21-8	22/7	23/6	24-5	25/4	23/3	25/2	26/1,809	27/2	28/1	29/0,808	۱۹۳	
۲۹	بھت	۲۹	منگل	۳۰	بھت	۲۹	بھت	۲۹	بھت	۲۹	بھت	۳۰	۱۹۴
9-9	10-8	12-7	12-6	13-5	14-4	15-6	14-3	15-2	17-12	17/11	19/10,809	۱۹۴	

روز سے روز کی قیمت (از ۲۱۱ تا ۲۲۰) ۸۵۵ روپے

روز	ذیقعدہ	شوال	رضوان	شعبان	رجب	جمادی الثانی	جمادی الاول	ربیع الثانی	ربیع الاول	صفر	محرم	قیمت
۲۹	ذیقعدہ	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۱۱
۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۱۲
۲۷	۲۷	۲۷	۲۷	۲۷	۲۷	۲۷	۲۷	۲۷	۲۷	۲۷	۲۷	۲۱۳
۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۱۴
۲۵	۲۵	۲۵	۲۵	۲۵	۲۵	۲۵	۲۵	۲۵	۲۵	۲۵	۲۵	۲۱۵
۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۱۶
۲۳	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳	۲۱۷
۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۱۸
۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱۹
۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۲۰
۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۲۲۱
۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۲۲۲
۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۲۲۳
۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۲۲۴
۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۲۲۵
۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۲۲۶
۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۲۲۷
۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۲۲۸
۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۲۲۹
۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۲۳۰
۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۲۳۱
۸	۸	۸	۸	۸	۸	۸	۸	۸	۸	۸	۸	۲۳۲
۷	۷	۷	۷	۷	۷	۷	۷	۷	۷	۷	۷	۲۳۳
۶	۶	۶	۶	۶	۶	۶	۶	۶	۶	۶	۶	۲۳۴
۵	۵	۵	۵	۵	۵	۵	۵	۵	۵	۵	۵	۲۳۵
۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۲۳۶
۳	۳	۳	۳	۳	۳	۳	۳	۳	۳	۳	۳	۲۳۷
۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲۳۸
۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۲۳۹
۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۲۴۰

1-2	2.1.928	4.12	4.11	6.10	6.9	8.8	9.1	10.2	11.5	12.4	13.7	927	14	
3	تعمرات 29	بہد 30	تیکر 22-11	24.10	24.9	26.8	21.1	28.6	29.5	30.4	31.3	تعمرات 29	بہد 30	
201.929	22.12	22-11	24.10	24.9	26.8	21.1	28.6	29.5	30.4	31.3	تعمرات 29	بہد 30	31.9	
21	متکلی 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	32.1
10-1	930	11-11	11-11	13.10	14.9	15.8	17.7	17.6	18.5	19.4	20.3	تعمرات 29	بہد 30	32.2
3	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30
30-12	30-11	1-11	2.10	3.9	4.8	6.7	6.6	8.5	8.4	10.3	10.3	تعمرات 29	بہد 30	32.3
30	بہد 29	متکلی 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30
19-12	20-11	21-10	22.9	23.8	25.7	25.6	27.5	27.4	29.3	27.2	29.1	تعمرات 29	بہد 30	32.4
29	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30
8-12	8-11	10-10	10-1	12.8	13.7	14.6	15.5	16.4	17.3	18.2	19.1	تعمرات 29	بہد 30	32.5
30	تعمرات 29	بہد 30	متکلی 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	32.6
27-11	29-10	29-8	31.8	31.8	33.7	34.6	35.5	36.4	37.3	38.2	39.1	تعمرات 29	بہد 30	32.7
29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	32.8
17-11	18-10	18.9	20.8	21.7	22.6	23.5	24.4	25.3	26.2	27.1	28.0	تعمرات 29	بہد 30	32.9
29	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30
6-11	7-10	8.9	9.8	11.7	11.6	13.5	13.4	15.3	15.2	17.1	17.0	تعمرات 29	بہد 30	33.0
30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30
20-10	20-9	21.8	23.7	24.6	25.5	26.4	27.3	28.2	29.1	30.0	30.9	تعمرات 29	بہد 30	33.1
29	متکلی 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	33.2
15-10	16-9	17.8	18.7	19.6	20.5	21.4	22.3	23.2	24.1	25.0	25.9	تعمرات 29	بہد 30	33.3
29	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30
4-10	4-9	6.8	7.7	8.6	9.5	10.4	11.3	12.2	13.1	14.0	14.9	تعمرات 29	بہد 30	33.4
30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30
23-9	25-8	26.7	27.6	28.5	29.4	30.3	31.2	32.1	33.0	33.9	34.8	تعمرات 29	بہد 30	33.5
29	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30
12-9	13-8	14.7	15.6	16.5	17.4	18.3	19.2	20.1	21.0	21.9	22.8	تعمرات 29	بہد 30	33.6
30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30
7-9	8-8	9.7	10.6	11.5	12.4	13.3	14.2	15.1	16.0	16.9	17.8	تعمرات 29	بہد 30	33.7
29	متکلی 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	تعمرات 29	بہد 30	33.8
2	8	23.7	23.6	25.5	25.4	27.3	27.2	29.1	29.0	30.9	30.8	تعمرات 29	بہد 30	33.9

۱۳۔ روئے دور کیمیا کا چھٹا اور صغیر (از ۳۱۱ تا ۳۹۰) ۹۷۱ تا ۱۰۰۰

۳۱۱

ردیف	نمبر	صفحہ	برس اول	برس ثانی	جمالی اللؤلؤ	جمالی الثانی	رجب	شعبان	رمضان	شوال	ذیقعدہ	ذی الحجہ
۱	۳۱۱	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۲	۳۱۲	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۳	۳۱۳	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۴	۳۱۴	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۵	۳۱۵	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۶	۳۱۶	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۷	۳۱۷	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۸	۳۱۸	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۹	۳۱۹	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۱۰	۳۲۰	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۱۱	۳۲۱	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۱۲	۳۲۲	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۱۳	۳۲۳	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۱۴	۳۲۴	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۱۵	۳۲۵	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۱۶	۳۲۶	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۱۷	۳۲۷	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۱۸	۳۲۸	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۱۹	۳۲۹	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۲۰	۳۳۰	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۲۱	۳۳۱	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۲۲	۳۳۲	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۲۳	۳۳۳	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۲۴	۳۳۴	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۲۵	۳۳۵	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۲۶	۳۳۶	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۲۷	۳۳۷	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۲۸	۳۳۸	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۲۹	۳۳۹	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۳۰	۳۴۰	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۳۱	۳۴۱	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۳۲	۳۴۲	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۳۳	۳۴۳	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۳۴	۳۴۴	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۳۵	۳۴۵	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۳۶	۳۴۶	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۳۷	۳۴۷	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۳۸	۳۴۸	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۳۹	۳۴۹	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۴۰	۳۵۰	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۴۱	۳۵۱	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۴۲	۳۵۲	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۴۳	۳۵۳	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۴۴	۳۵۴	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۴۵	۳۵۵	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۴۶	۳۵۶	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۴۷	۳۵۷	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۴۸	۳۵۸	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۴۹	۳۵۹	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۵۰	۳۶۰	۳۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱

۲۲۔ پورے دور کی کاپی اور تصحیح (از ۱۳۱۰ھ تا ۱۳۲۲ھ)

ردیف	محرم	صفر	ربیع الاول	ربیع الثانی	جمادی الاول	جمادی الثانی	رجب	شعبان	رمضان	شوال	ذیقعد	ذی الحجہ
۱	۱۳۱۱ھ	۱۳۱۱ھ	۱۳۱۱ھ	۱۳۱۱ھ	۱۳۱۱ھ	۱۳۱۱ھ	۱۳۱۱ھ	۱۳۱۱ھ	۱۳۱۱ھ	۱۳۱۱ھ	۱۳۱۱ھ	۱۳۱۱ھ
۲	۱۳۱۲ھ	۱۳۱۲ھ	۱۳۱۲ھ	۱۳۱۲ھ	۱۳۱۲ھ	۱۳۱۲ھ	۱۳۱۲ھ	۱۳۱۲ھ	۱۳۱۲ھ	۱۳۱۲ھ	۱۳۱۲ھ	۱۳۱۲ھ
۳	۱۳۱۳ھ	۱۳۱۳ھ	۱۳۱۳ھ	۱۳۱۳ھ	۱۳۱۳ھ	۱۳۱۳ھ	۱۳۱۳ھ	۱۳۱۳ھ	۱۳۱۳ھ	۱۳۱۳ھ	۱۳۱۳ھ	۱۳۱۳ھ
۴	۱۳۱۴ھ	۱۳۱۴ھ	۱۳۱۴ھ	۱۳۱۴ھ	۱۳۱۴ھ	۱۳۱۴ھ	۱۳۱۴ھ	۱۳۱۴ھ	۱۳۱۴ھ	۱۳۱۴ھ	۱۳۱۴ھ	۱۳۱۴ھ
۵	۱۳۱۵ھ	۱۳۱۵ھ	۱۳۱۵ھ	۱۳۱۵ھ	۱۳۱۵ھ	۱۳۱۵ھ	۱۳۱۵ھ	۱۳۱۵ھ	۱۳۱۵ھ	۱۳۱۵ھ	۱۳۱۵ھ	۱۳۱۵ھ
۶	۱۳۱۶ھ	۱۳۱۶ھ	۱۳۱۶ھ	۱۳۱۶ھ	۱۳۱۶ھ	۱۳۱۶ھ	۱۳۱۶ھ	۱۳۱۶ھ	۱۳۱۶ھ	۱۳۱۶ھ	۱۳۱۶ھ	۱۳۱۶ھ
۷	۱۳۱۷ھ	۱۳۱۷ھ	۱۳۱۷ھ	۱۳۱۷ھ	۱۳۱۷ھ	۱۳۱۷ھ	۱۳۱۷ھ	۱۳۱۷ھ	۱۳۱۷ھ	۱۳۱۷ھ	۱۳۱۷ھ	۱۳۱۷ھ
۸	۱۳۱۸ھ	۱۳۱۸ھ	۱۳۱۸ھ	۱۳۱۸ھ	۱۳۱۸ھ	۱۳۱۸ھ	۱۳۱۸ھ	۱۳۱۸ھ	۱۳۱۸ھ	۱۳۱۸ھ	۱۳۱۸ھ	۱۳۱۸ھ
۹	۱۳۱۹ھ	۱۳۱۹ھ	۱۳۱۹ھ	۱۳۱۹ھ	۱۳۱۹ھ	۱۳۱۹ھ	۱۳۱۹ھ	۱۳۱۹ھ	۱۳۱۹ھ	۱۳۱۹ھ	۱۳۱۹ھ	۱۳۱۹ھ
۱۰	۱۳۲۰ھ	۱۳۲۰ھ	۱۳۲۰ھ	۱۳۲۰ھ	۱۳۲۰ھ	۱۳۲۰ھ	۱۳۲۰ھ	۱۳۲۰ھ	۱۳۲۰ھ	۱۳۲۰ھ	۱۳۲۰ھ	۱۳۲۰ھ
۱۱	۱۳۲۱ھ	۱۳۲۱ھ	۱۳۲۱ھ	۱۳۲۱ھ	۱۳۲۱ھ	۱۳۲۱ھ	۱۳۲۱ھ	۱۳۲۱ھ	۱۳۲۱ھ	۱۳۲۱ھ	۱۳۲۱ھ	۱۳۲۱ھ
۱۲	۱۳۲۲ھ	۱۳۲۲ھ	۱۳۲۲ھ	۱۳۲۲ھ	۱۳۲۲ھ	۱۳۲۲ھ	۱۳۲۲ھ	۱۳۲۲ھ	۱۳۲۲ھ	۱۳۲۲ھ	۱۳۲۲ھ	۱۳۲۲ھ

۳۲ بابین در کتب کبریٰ مفت اور صغیر (از ۹۳۱ تا ۹۶۰ هـ) ۱۵۵۳

ردیف	مجموع	صنف	بیعی الاول	بیعی الثانی	جمادی الاول	جمادی الثانی	رجب	شعبان	رمضان	شوال	ذیقعد	ذی الحجج
۱	۹۳۱	۳۰ تیر	۸۰۱۲	۶۰۱۵۲۵	۴۰۳	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۸۰۱۵۲۵	۶۰۱۵۲۵	۴۰۳	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۲۸۰۱۵۲۵	۶۰۱۵۲۵	۴۰۳	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۲	۹۳۳	۳۰ تیر	۲۷۱۱	۲۷۱۱	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۲۸۰۱۵۲۵	۶۰۱۵۲۵	۴۰۳	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۲۸۰۱۵۲۵	۶۰۱۵۲۵	۴۰۳	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۳	۹۳۳	۳۰ تیر	۱۸۰۱۵۲۶	۱۸۰۱۵۲۶	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۱۹۰۱۵۲۶	۱۸۰۱۵۲۶	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۱۸۰۱۵۲۶	۱۸۰۱۵۲۶	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۴	۹۳۴	۳۰ تیر	۱۸۰۱۵۲۷	۱۸۰۱۵۲۷	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۱۹۰۱۵۲۷	۱۸۰۱۵۲۷	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۱۸۰۱۵۲۷	۱۸۰۱۵۲۷	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۵	۹۳۵	۳۰ تیر	۲۵۰۱۵۲۸	۲۵۰۱۵۲۸	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۲۶۰۱۵۲۸	۲۵۰۱۵۲۸	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۲۵۰۱۵۲۸	۲۵۰۱۵۲۸	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۶	۹۳۶	۳۰ تیر	۱۵۹۱۵۲۹	۱۵۹۱۵۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۱۶۰۱۵۲۹	۱۵۹۱۵۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۱۵۹۱۵۲۹	۱۵۹۱۵۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۷	۹۳۷	۳۰ تیر	۲۵۰۱۵۳۰	۲۵۰۱۵۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۲۶۰۱۵۳۰	۲۵۰۱۵۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۲۵۰۱۵۳۰	۲۵۰۱۵۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۸	۹۳۸	۳۰ تیر	۲۵۰۱۵۳۱	۲۵۰۱۵۳۱	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۲۶۰۱۵۳۱	۲۵۰۱۵۳۱	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۲۵۰۱۵۳۱	۲۵۰۱۵۳۱	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۹	۹۳۹	۳۰ تیر	۱۳۸۱۵۳۲	۱۳۸۱۵۳۲	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۱۳۹۱۵۳۲	۱۳۸۱۵۳۲	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۱۳۸۱۵۳۲	۱۳۸۱۵۳۲	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۱۰	۹۴۰	۳۰ تیر	۲۰۸۱۵۳۳	۲۰۸۱۵۳۳	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۲۱۰۱۵۳۳	۲۰۸۱۵۳۳	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۲۰۸۱۵۳۳	۲۰۸۱۵۳۳	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۱۱	۹۴۱	۳۰ تیر	۲۳۰۱۵۳۴	۲۳۰۱۵۳۴	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۲۴۰۱۵۳۴	۲۳۰۱۵۳۴	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۲۳۰۱۵۳۴	۲۳۰۱۵۳۴	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۱۲	۹۴۲	۳۰ تیر	۱۲۷۱۵۳۵	۱۲۷۱۵۳۵	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۱۲۸۱۵۳۵	۱۲۷۱۵۳۵	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۱۲۷۱۵۳۵	۱۲۷۱۵۳۵	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۱۳	۹۴۳	۳۰ تیر	۳۰۶۱۵۳۶	۳۰۶۱۵۳۶	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۳۰۷۱۵۳۶	۳۰۶۱۵۳۶	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۳۰۶۱۵۳۶	۳۰۶۱۵۳۶	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۱۴	۹۴۴	۳۰ تیر	۲۰۶۱۵۳۷	۲۰۶۱۵۳۷	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۲۰۷۱۵۳۷	۲۰۶۱۵۳۷	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۲۰۶۱۵۳۷	۲۰۶۱۵۳۷	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۱۵	۹۴۵	۳۰ تیر	۲۰۶۱۵۳۸	۲۰۶۱۵۳۸	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۲۰۷۱۵۳۸	۲۰۶۱۵۳۸	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
		بسته	۲۰۶۱۵۳۸	۲۰۶۱۵۳۸	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰

۳۲- پانچویں دور کی تصحیح کا چھٹا اور صفحہ (از ۹۹۱ تا ۱۰۲۰ھ) ۱۵۸۳ھ تا ۱۹۱۲ھ

صفحہ	محرم	صفر	ربیع الاول	ربیع الثانی	جمادی الاول	جمادی الثانی	رجب	شعبان	رضوان	شوال	ذیقعدہ	ذی الحجہ
۹۹۱	۳۰	۲۴	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۹۹۲	۳۰	۲۴	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۹۹۳	۳۰	۲۴	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۹۹۴	۳۰	۲۴	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۹۹۵	۳۰	۲۴	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۹۹۶	۳۰	۲۴	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۹۹۷	۳۰	۲۴	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۹۹۸	۳۰	۲۴	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۹۹۹	۳۰	۲۴	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۱۰۰۰	۳۰	۲۴	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۱۰۰۱	۳۰	۲۴	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۱۰۰۲	۳۰	۲۴	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۱۰۰۳	۳۰	۲۴	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۱۰۰۴	۳۰	۲۴	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۱۰۰۵	۳۰	۲۴	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۱۰۰۶	۳۰	۲۴	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۱۰۰۷	۳۰	۲۴	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۱۰۰۸	۳۰	۲۴	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۱۰۰۹	۳۰	۲۴	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۱۰۱۰	۳۰	۲۴	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۱۰۱۱	۳۰	۲۴	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۱۰۱۲	۳۰	۲۴	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۱۰۱۳	۳۰	۲۴	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۱۰۱۴	۳۰	۲۴	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۱۰۱۵	۳۰	۲۴	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۱۰۱۶	۳۰	۲۴	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۱۰۱۷	۳۰	۲۴	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۱۰۱۸	۳۰	۲۴	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۱۰۱۹	۳۰	۲۴	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۱۰۲۰	۳۰	۲۴	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹

۳۵- پانچویں دور کی مکمل اتوال دورہ (از ۱۲۲۱ھ تا ۱۰۵۰ھ)
۱۹۱۲ء تا ۱۹۱۱ء

ذی الحجہ	ذیقعد	شوال	رفضان	شعبان	رجب	جماد الثانی	جماد الاول	ربیع الثانی	ربیع الاول	صفر	محرم	ہجرت
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۰۲۱ھ
۲۳/۱/۱6۱3	24/2	25/۱	26/۱	27/۱	28/۱	29/۱	30/۱	۱/۱	2/۱	3/۱	4/3/16۱2	۱
۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۱۰۲۲ھ
۱2/۱/۱6۱4	۱4/۱	۱5/۱	۱6/۱	۱7/۱	۱8/۱	۱9/۱	۱9/۱	20/۱	21/۱	22/۱	23/۱/16۱5	۲
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۰۲۳ھ
2۱/16۱5	3۱2	4۱۱	5/۱0	5/9	7/8	8/7	9/6	10/5	11/4	12/3	13/2/16۱4	۳
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۰۲۴ھ
27/12	22/۱۱	24/10	24/9	26/8	27/7	28/6	29/5	30/4	31/3	2/3	3/1/16۱5	۴
۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۱۰۲۵ھ
10/12	11/۱۱	12/۱۰	13/9	14/8	15/7	16/6	18/5	18/4	20/3	19/2	20/1/16۱6	۵
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۰۲۶ھ
30/۱۱	31/10	2/10	2/9	4/8	5/7	5/6	7/5	7/4	9/3	7/2	9/1/16۱7	۶
۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۱۰۲۷ھ
20/۱۱	22/۱۰	22/9	23/8	25/7	25/6	26/5	26/4	28/3	26/2	28/1/16۱8	29/2/16۱7	(۷)
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۰۲۸ھ
9/۱۱	11/10	11/9	12/8	14/7	15/6	16/5	17/4	18/3	17/2	18/1/16۱9	20/2/16۱8	۸
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۰۲۹ھ
20/10	28/9	30/8	30/7	31/7	2/7	4/5	4/4	6/3	5/2	6/1/1620	8/2/16۱9	۹
۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۱۰۳۰ھ
17/10	18/9	19/8	21/7	21/6	22/5	23/4	24/3	25/2	26/1/1621	27/2	28/1/1620	(۱۰)
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۰۳۱ھ
7/۱۰	7/9	8/8	10/7	10/6	12/5	12/4	14/3	12/2	14/1/1622	15/12	16/11/1621	۱۱
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۰۳۲ھ
26/9	27/8	27/7	29/6	31/5	1/5	2/4	3/3	3/2	3/1/1623	5/12	5/11/1622	۱۲
۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۱۰۳۳ھ
11/9	16/8	17/7	18/6	19/5	20/4	21/3	21/2	23/1/1624	23/12	24/۱۱	25/10/1623	۱۳
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۰۳۴ھ
4/۱۱	5/۱۰	7/7	7/6	8/5	9/4	10/3	9/2	10/1/1625	12/12	12/11	14/10/1624	۱۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ذی الحجہ	ذیقعد	شوال	رمضان	شعبان	رجب	جمادی الثانی	جمادی الاول	ربیع الثانی	ربیع الاول	صفر	محرم	سنة
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۲۹	۳۰	۱۰۵۱
۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۰۵۱
۱-۲	۳۰-۱	۱۶۴۲	۴-۱۲	۵-۱۱	۶-۱۰	۷-۱	۸-۰۸	۱۰-۱	۱۰-۰	۱۲-۵	۱۲-۴	۱۰۵۱
۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۱۰۵۲
۲۰-۲	۲۰-۱	۱۶۴۳	۲۳-۱۲	۲۴-۱۱	۲۶-۹	۲۷-۸	۲۸-۷	۲۹-۶	۳۰-۵	۳۰-۴	۱-۴	۱۰۵۲
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۰۵۳
۱۰-۲	۱۱-۱	۱۶۴۴	۱۳-۱۲	۱۴-۱۱	۱۵-۹	۱۶-۸	۱۷-۷	۱۸-۶	۲۰-۵	۲۰-۴	۲۰-۳	۱۰۵۳
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۰۵۴
۲۹-۱	۳۰-۲	۱۶۴۵	۳۰-۱۲	۱-۱۱	۳-۹	۵-۸	۶-۷	۷-۶	۸-۵	۹-۴	۱۰-۳	۱۰۵۴
۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۰۵۵
۱۸۱-۱	۲۰-۱۲	۱۶۴۶	۲۰-۱۱	۲۰-۱۰	۲۲-۹	۲۴-۸	۲۵-۷	۲۶-۶	۲۷-۵	۲۸-۴	۲۹-۳	۱۰۵۵
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۰۵۶
۸۱-۱	۹-۱۲	۱۶۴۷	۱۰-۱۱	۱۱-۱۰	۱۲-۹	۱۴-۷	۱۵-۶	۱۶-۵	۱۷-۴	۱۸-۳	۱۷-۲	۱۰۵۶
۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۰۵۷
۲۸-۱۲	۲۹-۱۱	۱۶۴۸	۳۰-۱۰	۱-۹	۲-۸	۴-۷	۴-۶	۶-۵	۶-۴	۸-۳	۸-۲	۱۰۵۷
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۰۵۸
۱۶-۱۲	۱۷-۱۱	۱۶۴۹	۱۸-۱۰	۱۹-۹	۲۰-۸	۲۲-۷	۲۴-۶	۲۶-۵	۲۸-۴	۲۹-۳	۲۹-۲	۱۰۵۸
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۰۵۹
۶-۱۲	۶-۱۱	۱۶۵۰	۸-۱۰	۸-۹	۱۰-۸	۱۱-۷	۱۲-۶	۱۳-۵	۱۴-۴	۱۵-۳	۱۵-۲	۱۰۵۹
۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۰۶۰
۲۵-۱۱	۲۶-۱۰	۱۶۵۱	۲۷-۹	۲۹-۸	۳۰-۷	۱-۶	۲-۵	۳-۴	۴-۳	۴-۲	۴-۱	۱۰۶۰
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۰۶۱
۱۵-۱۱	۱۶-۱۰	۱۶۵۲	۱۶-۹	۱۸-۸	۲۰-۶	۲۱-۵	۲۲-۴	۲۳-۳	۲۴-۲	۲۵-۱	۲۵-۰	۱۰۶۱
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۰۶۲
۳-۱۱	۴-۱۰	۱۶۵۳	۵-۹	۶-۸	۸-۶	۱۰-۵	۱۰-۴	۱۲-۳	۱۲-۲	۱۳-۱	۱۳-۰	۱۰۶۲
۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۰۶۳
۲۳-۱۰	۲۴-۹	۱۶۵۴	۲۵-۸	۲۷-۷	۲۹-۵	۲۹-۴	۳۰-۳	۳۰-۲	۳۰-۱	۳۰-۰	۳۰-۰	۱۰۶۳
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۰۶۴
۱۳-۱۱	۱۳-۹	۱۶۵۵	۱۵-۸	۱۶-۷	۱۸-۵	۱۸-۴	۲۰-۳	۲۰-۲	۲۱-۱	۲۱-۰	۲۱-۰	۱۰۶۴

۲۰۔ مہینے کے روز جمعہ کا پیمانہ (از ۱۱۶۱ھ تا ۱۲۰۰ھ) ۱۷۸۶ھ

روز	ذیقعدہ	شوال	رمضان	شعبان	رجب	جمادی الثانی	جمادی الاول	ربیع الثانی	ربیع الاول	صفر	محرم	ہجرت
۲۹	۲۰	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۱۷۱
۶۸	۷۰	۵۰	۱۰۰	۱۱۰	۱۰۰	۱۱۰	۱۱۰	۱۱۰	۱۱۰	۱۱۰	۱۱۰	۱۱۷۱
۲۰	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۱۷۲
۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۱۷۳
۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۱۱۷۴
۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۱۷۵
۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹	۱۸	۱۱۷۶
۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۱۷۷
۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۱۱۷۸
۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹	۱۸	۱۱۷۹
۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۱۱۸۰
۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۲۹	۱۱۸۱
۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۱۸۲
۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹	۱۸	۱۱۸۳
۲۸	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۱۸۴
۲۸	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۱۸۵
۲۸	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۱۸۶
۲۸	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۱۸۷
۲۸	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۱۸۸
۲۸	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۱۸۹
۲۸	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۱۹۰
۲۸	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۱۹۱
۲۸	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۱۹۲
۲۸	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۱۹۳
۲۸	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۱۹۴
۲۸	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۱۹۵
۲۸	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۱۹۶
۲۸	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۱۹۷
۲۸	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۱۹۸
۲۸	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۱۹۹
۲۸	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۲۰۰

۲۱۔ منجھکے روز کیہ کا چھٹ اور صغیر (از ۱۲۰۱ھ تا ۱۲۳۰ھ) ۱۸۱۵ھ

روز	ذیقعدہ	شوال	رمضان	شعبان	رجب	جمادی الثانی	جمادی الاول	ربیع الثانی	ربیع الاول	صفر	محرم	سنة
۲۹	ذی الحجہ	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۰۱ھ
۱۴۰۹	بہد	منگل	الوار	پہلے	بھرت	بیر	بیر	بیر	بیر	بھرت	منگل	۱۲۰۱ھ
۱۵۰۸		۱۷-۷	۱۷-۶	۱۹-۵	۱۹-۴	۲۱-۳	۱۹-۲	۲۱-۱	۲۱-۱	۲۳-۱۱	۲۴-۱۰	۱۷۸۶ھ
۳۰	منگل	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۲۰۲ھ
۲-۹	بیر	۳۰	بھرت	بھرت	منگل	الوار	بھرت	بھرت	منگل	بھرت	بھرت	۱۲۰۳ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۲۰۴ھ
۲۳-۸	۲۹	۲۹	منگل	۲۶-۵	۲۸-۳	۲۶-۲	۲۸-۱	۲۹-۱۲	۳۰-۱۱	۳۰-۱۰	۳۰-۹	۱۷۸۸ھ
۱۲-۸	منگل	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۲۹	۲۹	۱۲۰۵ھ
۱۲-۸	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۲۰۶ھ
۱۰-۸	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۲۰۷ھ
۱۰-۸	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۲۰۸ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۲۰۹ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۲۱۰ھ
۱۹-۶	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۲۱۱ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۲۱۲ھ
۲۸-۵	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۲۱۳ھ
۱۷-۵	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۲۱۴ھ
۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۲۱۵ھ
۶-۵	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۲۱۶ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۲۱۷ھ
۲۶-۴	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۲۱۸ھ

۲۳ ساتویں دور کی کارپس (از ۱۲۲۱ ع تا ۱۲۹۰ ع) ۱۸۲۵ء - ۱۸۷۳ء

ذی الحجہ	ذیقعد	شوال	رفضان	شعبان	رجب	جمادی الثانی	جمادی الاول	ربیع الثانی	ربیع الاول	صفر	محرم	سنة
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۲۲۱
۱۰۱۰	۱۰۱۱	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۸۴۵
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۲۲۲
۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۸۴۶
۲۰ ۱۱	۲۲ ۱۰	۲۲ ۹	۲۴ ۸	۲۵ ۷	۲۶ ۶	۲۷ ۵	۲۷ ۴	۲۹ ۳	۲۷ ۲	۲۹ ۱	۲۹ ۰	۱۸۴۷
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۲۲۳
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۴۸
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۴۹
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۵۰
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۵۱
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۵۲
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۵۳
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۵۴
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۵۵
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۵۶
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۵۷
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۵۸
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۵۹
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۶۰
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۶۱
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۶۲
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۶۳
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۶۴
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۶۵
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۶۶
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۶۷
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۶۸
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۶۹
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۷۰
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۷۱
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۷۲
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۷۳
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۷۴
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۷۵
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۷۶
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۷۷
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۷۸
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۷۹
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۸۰
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۸۱
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۸۲
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۸۳
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۸۴
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۸۵
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۸۶
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۸۷
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۸۸
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۸۹
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۸۹۰

۲۲۔ ساتویں دور کی کارڈس (از ۱۲۹۱ء تا ۱۳۲۰ء)
۱۸۸۴ء تا ۱۹۰۳ء

ذاتی پتہ	ذیقعد	شوال	رفضان	شعبان	رجب	جمادی الثانی	جمادی الاول	رفضان الثانی	ربیع الاول	صفر	محرم	سہ ماہیہ
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۲۹۱
۹۰۱/۱875	بہشت	بہشت	۱۱/۱۱	۱۲/۱۰	۱۳/۹	۱۴/۸	۱۵/۷	۱۶/۶	۱۷/۵	۱۸/۴	۱۹/۳	۲۰/۳
۳۰	۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۲۹۲
29-۱2	بہشت	بہشت	۳۰/۱۰	۳۱/۱۰	۳۰/۹	۳۱/۸	۳۰/۷	۳۱/۶	۳۰/۵	۳۱/۴	۳۰/۳	۳۱/۳
۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۲۹۳
18-12	بہشت	بہشت	۱۸/۱۱	۱۹/۱۰	۲۰/۹	۲۱/۸	۲۲/۷	۲۳/۶	۲۴/۵	۲۵/۴	۲۶/۳	۲۷/۳
۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۲۹۴
7-۱2	بہشت	بہشت	۷/۱۱	۸/۱۰	۹/۹	۱۰/۸	۱۱/۷	۱۲/۶	۱۳/۵	۱۴/۴	۱۵/۳	۱۶/۳
۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۲۹۵
26-11	بہشت	بہشت	۲۶/۱۱	۲۷/۱۰	۲۸/۹	۲۹/۸	۳۰/۷	۳۱/۶	۳۰/۵	۳۱/۴	۳۰/۳	۳۱/۳
۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۲۹۶
16-11	بہشت	بہشت	۱۶/۱۱	۱۷/۱۰	۱۸/۹	۱۹/۸	۲۰/۷	۲۱/۶	۲۲/۵	۲۳/۴	۲۴/۳	۲۵/۳
۳۰	۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۲۹۷
4-11	بہشت	بہشت	۴/۱۱	۵/۱۰	۶/۹	۷/۸	۸/۷	۹/۶	۱۰/۵	۱۱/۴	۱۲/۳	۱۳/۳
۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۲۹۸
24-10	بہشت	بہشت	۲۴/۱۰	۲۵/۹	۲۶/۸	۲۷/۷	۲۸/۶	۲۹/۵	۳۰/۴	۳۱/۳	۳۰/۳	۳۱/۳
۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۲۹۹
14-10	بہشت	بہشت	۱۴/۱۰	۱۵/۹	۱۶/۸	۱۷/۷	۱۸/۶	۱۹/۵	۲۰/۴	۲۱/۳	۲۲/۳	۲۳/۳
۳۰	۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۳۰۰
3-10	بہشت	بہشت	۳/۱۰	۴/۹	۵/۸	۶/۷	۷/۶	۸/۵	۹/۴	۱۰/۳	۱۱/۲	۱۲/۲
۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۳۰۱
23-9	بہشت	بہشت	۲۳/۹	۲۴/۸	۲۵/۷	۲۶/۶	۲۷/۵	۲۸/۴	۲۹/۳	۳۰/۲	۳۱/۱	۳۰/۱
۳۰	۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۳۰۲
11-9	بہشت	بہشت	۱۱/۹	۱۲/۸	۱۳/۷	۱۴/۶	۱۵/۵	۱۶/۴	۱۷/۳	۱۸/۲	۱۹/۱	۲۰/۱
۳۰	۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۳۰۳
31-8	بہشت	بہشت	۳۱/۸	۳۲/۷	۳۳/۶	۳۴/۵	۳۵/۴	۳۶/۳	۳۷/۲	۳۸/۱	۳۹/۰	۴۰/۰
۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۳۰۴
21-8	بہشت	بہشت	۲۱/۸	۲۲/۷	۲۳/۶	۲۴/۵	۲۵/۴	۲۶/۳	۲۷/۲	۲۸/۱	۲۹/۰	۳۰/۰

سابقہ دور کی کتب مفت اور صحیفہ (از ۱۳۵۱ھ تا ۱۳۸۰ھ) ۲۶۔ ساتویں دور کی کتب مفت اور صحیفہ (از ۱۹۴۲ء تا ۱۹۷۱ء)

ذیلی نمبر	ذیقعدہ	شوال	رمضان	شعبان	رجب	جمادی الثانی	جمادی الاول	ربیع الثانی	ربیع الاول	صفر	محرم	ہجرت
۲۹	منگل	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۳۵۱ھ
283	۲۶2	28۱/۱933	29/۱2	30/۱۱	3۱/۱0	2/10	2-9	4.0	5-7	6.6	۷.5/۱932	۱۳۵۱ھ
۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۳۵۲ھ
۱۷:۳	۱6.2	۱7.۱/۱934	۱۹/۱2	۱۹/۱۱	2۱/۱0	2۱/9	28.8	24.7	24.6	26.5	26.4/۱933	۱۳۵۲ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۳۵۳ھ
73	52	7۱-۱935	8/۱2	8/۱۱	10/۱0	10/9	12.8	13.7	۱۱.6	15.5	16.4/۱934	۱۳۵۳ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۳۵۴ھ
24.2	25.۱/۱936	27/۱2	27/۱۱	29/۱0	29-8	3۱-8	۱.8	3-7	3.6	5.5	5.4/۱935	۱۳۵۴ھ
۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۳۵۵ھ
۱2:2	۱4.۱/۱937	۱5/۱2	۱6/۱۱	۱7/۱0	۱8-9	۱9-8	2۱.7	2۱.6	23.5	23.4	24.1/۱936	۱۳۵۵ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۳۵۶ھ
2.2	3۱-۱938	5/۱2	5/۱۱	7/۱0	7-9	8-8	10.7	10.6	۱2.5	12.4	۱4.3/۱937	۱۳۵۶ھ
۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۳۵۷ھ
28.۱/۱939	24/۱2	24/۱۱	25/۱0	26-9	27-8	29-7	29.6	3۱.5	۱.5	2.4	3.3/۱938	۱۳۵۷ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۳۵۸ھ
۱۱.۱/۱940	۱3/۱2	۱3/۱۱	۱5/۱0	۱5-9	۱7-8	۱8-7	۱9.6	20.5	2۱.4	22.3	2۱.2/۱939	۱۳۵۸ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۳۵۹ھ
3۱/۱2	۱-۱2	2-۱۱	3/۱0	4-9	5-8	7-7	7.6	9.5	9.4	10.3	۱0.2/۱940	۱۳۵۹ھ
۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۳۶۰ھ
20/۱2	2۱/۱۱	23/۱0	23-9	24-8	25-7	26-6	27.5	28.4	29.3	28.2	28.۱/۱94۱	۱۳۶۰ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۳۶۱ھ
10/۱2	10/۱۱	۱۱/۱0	۱2-9	۱3-8	۱5-7	۱۷-5	17.4	17.4	۱9.3	۱7.2	19.۱/۱942	۱۳۶۱ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۳۶۲ھ
29/۱۱	30/۱0	۱-۱0	۱-9	3-8	4-7	5-6	6.5	7.4	8.5	7-2	8.۱/۱943	۱۳۶۲ھ
۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۳۶۳ھ
17/۱۱	۱۹/۱0	۱۹-9	2۱-8	22-7	23-6	24.5	25.4	26.3	25.2	27.۱/۱944	۱۳۶۳ھ	
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۳۶۴ھ
7/۱۱	8/۱0	9-9	10-8	۱۱-7	12-6	13.5	۱4.4	۱5.3	۱4.2	15.۱/۱945	۱۳۶۴ھ	

سہ ماہی (از ۱۳۸۱ھ تا ۱۳۱۰ھ) ۱۹۹۰ء

ردیف	صفحہ	تاریخ اشاعت	موضوع	تعداد	قیمت	ملاحظات
۱	۱۳۸۱	۱۳۸۱ھ	مکتبہ	۳۰	۱۵.۶	۱۹۶۱
۲	۱۳۸۲	۱۳۸۲ھ	مکتبہ	۳۰	۱۵.۶	۱۹۶۱
۳	۱۳۸۳	۱۳۸۳ھ	مکتبہ	۳۰	۱۵.۶	۱۹۶۱
۴	۱۳۸۴	۱۳۸۴ھ	مکتبہ	۳۰	۱۵.۶	۱۹۶۱
۵	۱۳۸۵	۱۳۸۵ھ	مکتبہ	۳۰	۱۵.۶	۱۹۶۱
۶	۱۳۸۶	۱۳۸۶ھ	مکتبہ	۳۰	۱۵.۶	۱۹۶۱
۷	۱۳۸۷	۱۳۸۷ھ	مکتبہ	۳۰	۱۵.۶	۱۹۶۱
۸	۱۳۸۸	۱۳۸۸ھ	مکتبہ	۳۰	۱۵.۶	۱۹۶۱
۹	۱۳۸۹	۱۳۸۹ھ	مکتبہ	۳۰	۱۵.۶	۱۹۶۱
۱۰	۱۳۹۰	۱۳۹۰ھ	مکتبہ	۳۰	۱۵.۶	۱۹۶۱
۱۱	۱۳۹۱	۱۳۹۱ھ	مکتبہ	۳۰	۱۵.۶	۱۹۶۱
۱۲	۱۳۹۲	۱۳۹۲ھ	مکتبہ	۳۰	۱۵.۶	۱۹۶۱
۱۳	۱۳۹۳	۱۳۹۳ھ	مکتبہ	۳۰	۱۵.۶	۱۹۶۱
۱۴	۱۳۹۴	۱۳۹۴ھ	مکتبہ	۳۰	۱۵.۶	۱۹۶۱
۱۵	۱۳۹۵	۱۳۹۵ھ	مکتبہ	۳۰	۱۵.۶	۱۹۶۱
۱۶	۱۳۹۶	۱۳۹۶ھ	مکتبہ	۳۰	۱۵.۶	۱۹۶۱
۱۷	۱۳۹۷	۱۳۹۷ھ	مکتبہ	۳۰	۱۵.۶	۱۹۶۱
۱۸	۱۳۹۸	۱۳۹۸ھ	مکتبہ	۳۰	۱۵.۶	۱۹۶۱
۱۹	۱۳۹۹	۱۳۹۹ھ	مکتبہ	۳۰	۱۵.۶	۱۹۶۱
۲۰	۱۴۰۰	۱۴۰۰ھ	مکتبہ	۳۰	۱۵.۶	۱۹۶۱

۲۹	بیمہ	۲۹	منگل	۳۰	اتوار	۲۹	ہفتہ	۳۰	جمعرات	۲۹	پہلے	۳۰	اتوار	۲۹	جمعہ	۳۰	منگل	۱۳۹۵	۱۵
5۱2		5۰۱		7۰۱		7۰۹		9۰۸		۱۵7		۱۱۰6		12۰5		13۰4		14۰3	
۲۹	منگل	۲۹	پہلے	۳۰	جمعرات	۲۹	جمعہ	۳۰	منگل	۳۱	تیسرے	۳۰	جمعرات	۲۹	جمعہ	۳۰	منگل	14۰۱/1975	
23۰۱		23۰۹		27۰6		28۰7		29۰6		30۰5		۳۰۰۴		۳۱۰3		3۲۰2		3۳۰1/1976	(۱۲)
۲۹	اتوار	۳۰	جمعرات	۲۹	منگل	۲۹	پہلے	۳۰	جمعرات	۲۹	جمعہ	۳۰	منگل	۳۱	تیسرے	۳۰	جمعرات	۲۹	جمعہ
13۰۱۱		14۰۱۰		15۰9		16۰8		18۰7		18۰6		20۰5		20۰4		۲۱۰3		22۰2	
۲۹	جمعرات	۳۰	منگل	۲۹	پہلے	۳۰	جمعرات	۲۹	جمعہ	۳۰	منگل	۳۱	تیسرے	۳۰	جمعرات	۲۹	جمعہ	۳۰	منگل
2۰۱۱		3۰۱۰		4۰9		5۰۸		7۰7		7۰6		9۰5		9۰4		۱۱۰3		۱2۰2	
۲۹	اتوار	۳۰	جمعرات	۲۹	جمعہ	۳۰	منگل	۲۹	پہلے	۳۰	جمعرات	۲۹	جمعہ	۳۰	منگل	۳۱	تیسرے	۳۰	جمعرات
22۰۱۰		23۰9		24۰8		26۰7		26۰6		28۰5		28۰4		30۰3		30۰2		30۰۱/1979	
۲۹	جمعرات	۳۰	منگل	۲۹	پہلے	۳۰	جمعرات	۲۹	جمعہ	۳۰	منگل	۳۱	تیسرے	۳۰	جمعرات	۲۹	جمعہ	۳۰	منگل
۱۱۰۱۰		۱۱۰۰۱		13۰8		14۰7		15۰6		1۶۰5		17۰4		18۰3		18۰2		19۰۱/1980	
۲۹	جمعہ	۲۹	منگل	۳۰	اتوار	۲۹	جمعرات	۳۰	جمعہ	۳۱	تیسرے	۳۰	جمعرات	۲۹	جمعہ	۳۰	منگل	۳۱	تیسرے
3۰۰9		۱۰9		2۰8		4۰7		4۰6		6۰5		6۰4		7۰3		6۰2		7۰۱/1981	
۲۹	تیسرے	۳۰	جمعرات	۲۹	منگل	۲۹	جمعہ	۳۰	منگل	۳۱	تیسرے	۳۰	جمعرات	۲۹	جمعہ	۳۰	منگل	۳۱	تیسرے
20۰9		2۱۰8		22۰7		23۰6		24۰5		25۰4		26۰3		25۰2		26۰۱/1982		28۰۱۱	
۲۹	جمعہ	۳۰	منگل	۲۹	جمعرات	۳۰	جمعہ	۳۱	تیسرے	۳۰	جمعرات	۲۹	جمعہ	۳۰	منگل	۳۱	تیسرے	۳۰	جمعرات
9۰۹		10۰۸		12۰7		12۰6		14۰5		14۰4		16۰3		14۰2		16۰۱/1983		17۰۱2	
۲۹	منگل	۲۹	پہلے	۳۰	جمعرات	۲۹	جمعہ	۳۰	منگل	۳۱	تیسرے	۳۰	جمعرات	۲۹	جمعہ	۳۰	منگل	۳۱	تیسرے
28۰8		3۰۰7		30۰6		۱۰۰۱		2۰5		5۰4		4۰3		4۰2		5۰۱/1984		6۰۱2	
۲۹	اتوار	۳۰	جمعرات	۲۹	منگل	۲۹	جمعہ	۳۰	منگل	۳۱	تیسرے	۳۰	جمعرات	۲۹	جمعہ	۳۰	منگل	۳۱	تیسرے
18۰8		19۰7		20۰6		2۱۰5		22۰4		23۰3		2۳۰2		24۰12		25۰۱۱		25۰۱0	
۲۹	جمعرات	۳۰	منگل	۲۹	پہلے	۳۰	جمعرات	۲۹	جمعہ	۳۰	منگل	۳۱	تیسرے	۳۰	جمعرات	۲۹	جمعہ	۳۰	منگل
7۰8		۸۰7		9۰6		10۰5		۱۱۰4		12۰3		۱۱۰2		12۰۱1986		14۰۱2		14۰۱۱	
۲۹	پہلے	۲۹	جمعرات	۲۹	جمعہ	۳۰	منگل	۲۹	جمعہ	۳۰	منگل	۳۱	تیسرے	۳۰	جمعرات	۲۹	جمعہ	۳۰	منگل
27۰7		28۰6		2۹۰5		30۰4		3۱۰3		2۰3		3۰۰۲		2۰۱1987		3۰۰۱2		4۰۱۱	
۲۹	جمعہ	۳۰	منگل	۲۹	جمعرات	۳۰	جمعہ	۳۱	تیسرے	۳۰	جمعرات	۲۹	جمعہ	۳۰	منگل	۳۱	تیسرے	۳۰	جمعرات
16۰7		16۰6		18۰5		18۰4		20۰3		19۰2		2۱۰۱1988		22۰۱2		22۰۱۱		24۰۱0	
۳۰	جمعہ	۳۰	منگل	۲۹	جمعرات	۳۰	جمعہ	۳۱	تیسرے	۳۰	جمعرات	۲۹	جمعہ	۳۰	منگل	۳۱	تیسرے	۳۰	جمعرات
5۰7		6۰6		7۰5		8۰4		9۰3		7۰2		9۰۱1989		1۰۰۱2		۱۱۰۱۱		12۰۱0	
۲۹	اتوار	۲۹	جمعرات	۲۹	جمعہ	۳۰	منگل	۲۹	جمعہ	۳۰	منگل	۳۱	تیسرے	۳۰	جمعرات	۲۹	جمعہ	۳۰	منگل
2۰۰6		2۰۰۵		26۰4		28۰3		26۰2		28۰۱1990		29۰۱2		30۰۱۱		3۱۰۱0		2۰۱0	
۲۹	جمعہ	۳۰	منگل	۲۹	جمعرات	۳۰	جمعہ	۳۱	تیسرے	۳۰	جمعرات	۲۹	جمعہ	۳۰	منگل	۳۱	تیسرے	۳۰	جمعرات
۱۳۰۹		۱۳۰۸		۱۳۰۷		۱۳۰۶		۱۳۰۵		۱۳۰۴		۱۳۰۳		۱۳۰۲		۱۳۰۱		۱۳۰۰	

۲۹ ساترین روز کی کتابوں کے نام (از ۱۳۲۱ھ تا ۱۳۴۰ھ)
 ۲۰۱۹ھ تا ۲۰۲۸ھ

ردیف	موضوع	مؤلف	ترجمان	شعبان	رجب	جمادی الثانی	جمادی الاول	رجب الثانی	رجب الاول	صفر	محرم	تاریخ	
۲۹	ذی الحجہ	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۳۲۱ھ	
۲۹	بہد	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۳۲۱ھ	
۲۹	۲۲۷	۲۰۶	۲۴.۵	۲۶.۵	۲۷.۱	۲۰۲۰	۲۵.۷۲	۲۹.۱۱	۳۰.۱۱	۱.۰۸	۱۰.۲۰۱۹	۱۳۲۱ھ	
۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۳۲۱ھ	
۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۳۲۱ھ	
۳۰	۱۱۰	۱۳.۵	۱۴.۴	۱۵.۳	۱۴.۲	۱۵.۱	۱۶.۱۲	۱۶.۱۱	۱۸.۱۸	۱۹.۰۶	۲۰.۲۰۲۰	۱۳۲۱ھ	
۲۹	بہد	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۳۲۱ھ	
۲۹	۱	۱.۵	۳.۵	۳.۴	۴.۰	۳.۲	۴.۱	۲۰۲۲	۵.۱۲	۶.۱۱	۸.۱	۱۰.۲۰۲۱	۱۳۲۱ھ
۲۹	۲۰۵	۲۱.۵	۲۲.۴	۲۳.۳	۲۲.۲	۲۳.۱	۲۴.۱۲	۲۵.۱۱	۲۵.۱۱	۲۷.۱	۲۹.۱۰	۳۰.۲۰۲۲	۱۳۲۱ھ
۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۳۲۱ھ	
۳۰	۱۸.۵	۱۰.۴	۱۲.۳	۱۱.۲	۱۲.۱	۱۳.۱۲	۱۴.۱۲	۱۵.۱۱	۱۶.۱۸	۱۷.۹	۱۸.۸	۱۹.۲۰۲۳	۱۳۲۱ھ
۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۳۲۱ھ	
۲۹	۲۹.۰	۲۹.۴	۳۱.۰	۳۱.۱	۳۱.۱	۳۱.۲۰۲۵	۳۱.۲	۳۱.۱۱	۳۱.۱۱	۳۱.۱۱	۳۱.۱۱	۳۱.۲۰۲۶	۱۳۲۱ھ
۳۰	۱۹.۴	۲۰.۳	۱۸.۲	۱۸.۲	۲۱.۲	۲۱.۱۱	۲۳.۱۸	۲۴.۹	۲۵.۸	۲۷.۲	۲۷.۶	۲۸.۲۰۲۵	۱۳۲۱ھ
۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۳۲۱ھ	
۳۰	۶.۵	۸.۴	۹.۳	۱۱.۲	۱۱.۱۲	۱۱.۱۱	۱۳.۱۸	۱۳.۰۹	۱۵.۰۸	۱۶.۷	۱۷.۶	۱۸.۲۰۲۶	۱۳۲۱ھ
۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۳۲۱ھ	
۲۹	۲۶.۴	۲۷.۳	۲۸.۱	۲۸.۱	۳۰.۱۱	۳۰.۱۱	۳۱.۱۱	۳۱.۱۱	۳۱.۱۱	۳۱.۱۱	۳۱.۱۱	۳۱.۲۰۲۷	۱۳۲۱ھ
۳۰	۱۵.۴	۱۷.۳	۱۵.۲	۱۵.۱۲	۱۸.۱۱	۲۰.۱۸	۲۰.۹	۲۲.۸	۲۳.۷	۲۴.۶	۲۵.۲۰۲۸	۱۳۲۱ھ	
۲۹	۳۰	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۳۲۱ھ	
۲۹	۴	۶.۳	۷.۲	۸.۱۱	۸.۱۱	۹.۱۰	۱۰.۹	۱۱.۸	۱۳.۷	۱۳.۶	۱۵.۲۰۲۹	۱۳۲۱ھ	
۲۹	۲۵.۱	۲۳.۲	۲۴.۱	۲۳.۱	۲۴.۱۱	۲۴.۱۱	۲۹.۹	۳۰.۸	۳۰.۸	۳۱.۸	۳۱.۸	۳۱.۲۰۳۰	۱۳۲۱ھ
۳۰	۱۳.۳	۱۳.۲	۱۴.۱	۱۴.۱	۱۸.۱۱	۱۸.۱۱	۲۰.۸	۲۱.۷	۲۱.۶	۲۳.۶	۲۳.۶	۲۴.۲۰۳۱	۱۳۲۱ھ
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۳۲۱ھ	
۳۰	۳.۳	۱.۲	۳.۱	۴.۱۱	۴.۱۱	۶.۱۱	۶.۹	۸.۸	۹.۷	۱۰.۶	۱۱.۵	۱۲.۴	۲۰۳۳

سہ ماہی اور کیمبر کا پرب لا دور صغیر (از ۱۹۷۱ء تا ۱۹۸۸ء) ۲۰۶۸

ذی الحجہ	ذی القعدہ	شوال	رمضان	شعبان	رجب	جمادی الثانی	جمادی الاولی	ربیع الثانی	ربیع الاول	صفر	محرم	سنة
۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۹۷۱
۳۰	۳۱	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۹۷۱
۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۱۹۷۱
۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱۹۷۱
۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۱۹۷۲
۳	۳	۳	۳	۳	۳	۳	۳	۳	۳	۳	۳	۱۹۷۲
۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۱۹۷۲
۵	۵	۵	۵	۵	۵	۵	۵	۵	۵	۵	۵	۱۹۷۳
۶	۶	۶	۶	۶	۶	۶	۶	۶	۶	۶	۶	۱۹۷۳
۷	۷	۷	۷	۷	۷	۷	۷	۷	۷	۷	۷	۱۹۷۳
۸	۸	۸	۸	۸	۸	۸	۸	۸	۸	۸	۸	۱۹۷۳
۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۱۹۷۳
۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۹۷۳
۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۹۷۳
۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۹۷۳
۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۹۷۳
۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۹۷۳
۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۹۷۳
۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۱۹۷۳
۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۹۷۳
۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۹۷۳
۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹۷۳
۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۱۹۷۳
۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۱۹۷۳
۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۱۹۷۳
۲۳	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳	۱۹۷۳
۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۱۹۷۳
۲۵	۲۵	۲۵	۲۵	۲۵	۲۵	۲۵	۲۵	۲۵	۲۵	۲۵	۲۵	۱۹۷۳
۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۱۹۷۳
۲۷	۲۷	۲۷	۲۷	۲۷	۲۷	۲۷	۲۷	۲۷	۲۷	۲۷	۲۷	۱۹۷۳
۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۱۹۷۳
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۹۷۳
۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۹۷۳
۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۱۹۷۳
۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۱۹۷۳
۳۳	۳۳	۳۳	۳۳	۳۳	۳۳	۳۳	۳۳	۳۳	۳۳	۳۳	۳۳	۱۹۷۳
۳۴	۳۴	۳۴	۳۴	۳۴	۳۴	۳۴	۳۴	۳۴	۳۴	۳۴	۳۴	۱۹۷۳
۳۵	۳۵	۳۵	۳۵	۳۵	۳۵	۳۵	۳۵	۳۵	۳۵	۳۵	۳۵	۱۹۷۳
۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۱۹۷۳
۳۷	۳۷	۳۷	۳۷	۳۷	۳۷	۳۷	۳۷	۳۷	۳۷	۳۷	۳۷	۱۹۷۳
۳۸	۳۸	۳۸	۳۸	۳۸	۳۸	۳۸	۳۸	۳۸	۳۸	۳۸	۳۸	۱۹۷۳
۳۹	۳۹	۳۹	۳۹	۳۹	۳۹	۳۹	۳۹	۳۹	۳۹	۳۹	۳۹	۱۹۷۳
۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۱۹۷۳
۴۱	۴۱	۴۱	۴۱	۴۱	۴۱	۴۱	۴۱	۴۱	۴۱	۴۱	۴۱	۱۹۷۳
۴۲	۴۲	۴۲	۴۲	۴۲	۴۲	۴۲	۴۲	۴۲	۴۲	۴۲	۴۲	۱۹۷۳
۴۳	۴۳	۴۳	۴۳	۴۳	۴۳	۴۳	۴۳	۴۳	۴۳	۴۳	۴۳	۱۹۷۳
۴۴	۴۴	۴۴	۴۴	۴۴	۴۴	۴۴	۴۴	۴۴	۴۴	۴۴	۴۴	۱۹۷۳
۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۱۹۷۳
۴۶	۴۶	۴۶	۴۶	۴۶	۴۶	۴۶	۴۶	۴۶	۴۶	۴۶	۴۶	۱۹۷۳
۴۷	۴۷	۴۷	۴۷	۴۷	۴۷	۴۷	۴۷	۴۷	۴۷	۴۷	۴۷	۱۹۷۳
۴۸	۴۸	۴۸	۴۸	۴۸	۴۸	۴۸	۴۸	۴۸	۴۸	۴۸	۴۸	۱۹۷۳
۴۹	۴۹	۴۹	۴۹	۴۹	۴۹	۴۹	۴۹	۴۹	۴۹	۴۹	۴۹	۱۹۷۳
۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۱۹۷۳

سہ ماہی (از ۱۵۰۱ تا ۱۵۳۰ھ)
 ۲۰۰۷ء تا ۲۰۱۱ء

ردیف	محلہ	صنف	رجح الاول	رجح ثانی	مجموعی الاول	مجموعی ثانی	مجموعی	مجموعی	مجموعی
۱	۱۵۰۱	بھہ	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۰	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۰۱	۱۵۰۱
۲	۱۵۰۲	بھہ	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۰	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۰۲	۱۵۰۲
۳	۱۵۰۳	بھہ	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۰	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۰۳	۱۵۰۳
۴	۱۵۰۴	بھہ	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۰	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۰۴	۱۵۰۴
۵	۱۵۰۵	بھہ	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۰	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۰۵	۱۵۰۵
۶	۱۵۰۶	بھہ	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۰	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۰۶	۱۵۰۶
۷	۱۵۰۷	بھہ	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۰	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۰۷	۱۵۰۷
۸	۱۵۰۸	بھہ	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۰	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۰۸	۱۵۰۸
۹	۱۵۰۹	بھہ	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۰	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۰۹	۱۵۰۹
۱۰	۱۵۱۰	بھہ	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۰	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۰	۱۵۱۰
۱۱	۱۵۱۱	بھہ	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۰	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۱	۱۵۱۱
۱۲	۱۵۱۲	بھہ	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۰	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۲	۱۵۱۲
۱۳	۱۵۱۳	بھہ	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۰	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۳	۱۵۱۳
۱۴	۱۵۱۴	بھہ	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۰	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۴	۱۵۱۴
۱۵	۱۵۱۵	بھہ	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۰	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۵	۱۵۱۵
۱۶	۱۵۱۶	بھہ	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۰	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۶	۱۵۱۶
۱۷	۱۵۱۷	بھہ	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۰	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۷	۱۵۱۷
۱۸	۱۵۱۸	بھہ	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۰	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۸	۱۵۱۸
۱۹	۱۵۱۹	بھہ	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۰	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۹	۱۵۱۹
۲۰	۱۵۲۰	بھہ	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۰	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۲۰	۱۵۲۰
۲۱	۱۵۲۱	بھہ	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۰	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۲۱	۱۵۲۱
۲۲	۱۵۲۲	بھہ	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۰	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۲۲	۱۵۲۲
۲۳	۱۵۲۳	بھہ	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۰	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۲۳	۱۵۲۳
۲۴	۱۵۲۴	بھہ	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۰	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۲۴	۱۵۲۴
۲۵	۱۵۲۵	بھہ	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۰	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۲۵	۱۵۲۵
۲۶	۱۵۲۶	بھہ	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۰	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۲۶	۱۵۲۶
۲۷	۱۵۲۷	بھہ	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۰	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۲۷	۱۵۲۷
۲۸	۱۵۲۸	بھہ	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۰	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۲۸	۱۵۲۸
۲۹	۱۵۲۹	بھہ	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۰	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۲۹	۱۵۲۹
۳۰	۱۵۳۰	بھہ	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۱۰	۱۶۱۲	۱۷۱۲	۱۵۳۰	۱۵۳۰

سہ ماہیوں کی تاریخیں اور صغیر (از ۱۲۲۱ھ تا ۱۲۵۰ھ)
 ۱۱۹۲ھ تا ۱۲۲۳ھ

روز	تہ	صفر	رجب الاول	رجب الثانی	جمادی الاول	جمادی الثانی	رجب	شوال	ذیقعدہ	ذی الحجہ
۱	۱۲۲۱ھ	۲۲	۲۰	۲۰	۱۸	۱۷	۱۶	۱۵	۱۴	۱۳
۲	۱۲۲۲ھ	۲۱	۲۰	۲۰	۱۹	۱۸	۱۷	۱۶	۱۵	۱۴
۳	۱۲۲۳ھ	۲۰	۱۹	۱۹	۱۸	۱۷	۱۶	۱۵	۱۴	۱۳
۴	۱۲۲۴ھ	۱۹	۱۸	۱۸	۱۷	۱۶	۱۵	۱۴	۱۳	۱۲
۵	۱۲۲۵ھ	۱۸	۱۷	۱۷	۱۶	۱۵	۱۴	۱۳	۱۲	۱۱
۶	۱۲۲۶ھ	۱۷	۱۶	۱۶	۱۵	۱۴	۱۳	۱۲	۱۱	۱۰
۷	۱۲۲۷ھ	۱۶	۱۵	۱۵	۱۴	۱۳	۱۲	۱۱	۱۰	۹
۸	۱۲۲۸ھ	۱۵	۱۴	۱۴	۱۳	۱۲	۱۱	۱۰	۹	۸
۹	۱۲۲۹ھ	۱۴	۱۳	۱۳	۱۲	۱۱	۱۰	۹	۸	۷
۱۰	۱۲۳۰ھ	۱۳	۱۲	۱۲	۱۱	۱۰	۹	۸	۷	۶
۱۱	۱۲۳۱ھ	۱۲	۱۱	۱۱	۱۰	۹	۸	۷	۶	۵
۱۲	۱۲۳۲ھ	۱۱	۱۰	۱۰	۹	۸	۷	۶	۵	۴
۱۳	۱۲۳۳ھ	۱۰	۹	۹	۸	۷	۶	۵	۴	۳
۱۴	۱۲۳۴ھ	۹	۸	۸	۷	۶	۵	۴	۳	۲
۱۵	۱۲۳۵ھ	۸	۷	۷	۶	۵	۴	۳	۲	۱
۱۶	۱۲۳۶ھ	۷	۶	۶	۵	۴	۳	۲	۱	۰
۱۷	۱۲۳۷ھ	۶	۵	۵	۴	۳	۲	۱	۰	۰
۱۸	۱۲۳۸ھ	۵	۴	۴	۳	۲	۱	۰	۰	۰
۱۹	۱۲۳۹ھ	۴	۳	۳	۲	۱	۰	۰	۰	۰
۲۰	۱۲۴۰ھ	۳	۲	۲	۱	۰	۰	۰	۰	۰
۲۱	۱۲۴۱ھ	۲	۱	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۲۲	۱۲۴۲ھ	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۲۳	۱۲۴۳ھ	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۲۴	۱۲۴۴ھ	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۲۵	۱۲۴۵ھ	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۲۶	۱۲۴۶ھ	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۲۷	۱۲۴۷ھ	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۲۸	۱۲۴۸ھ	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۲۹	۱۲۴۹ھ	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۳۰	۱۲۵۰ھ	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰

اسٹوریوں اور کہانیوں کے تراویح (از ۱۶۵۱ تا ۱۸۸۰ھ) ۲۱۵۲

ذی الحجہ	ذیقعدہ	شوال	رفضان	شعبان	رجب	جمادی الثانی	جمادی الاول	ربیع الثانی	ربیع الاول	صفر	محرم	ہجرت
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۶۵۱
۲۱/۴	۲۲/۳	۲۳/۲	۲۳/۱	۲۳/۱۲	۲۳/۱۱	۲۳/۱۰	۲۳/۹	۲۳/۸	۳۰/۷	۳۰/۶	۱/۶	۱۶۵۱
۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۶۵۲
۱۰/۴	۱۲/۳	۱۰/۲	۱۲/۱	۱۳/۱۲	۱۴/۱۱	۱۵/۱۰	۱۵/۹	۱۷/۸	۱۸/۷	۱۹/۶	۲۰/۵	۱۶۵۲
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۱۶۵۳
۳۱/۳	۱/۳	۳/۱	۱/۰	۲/۱۲	۳/۱۱	۴/۱۰	۵/۹	۶/۸	۷/۷	۸/۶	۱۰/۵	۱۶۵۳
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۲۹	۲۹	۱۶۵۴
۲۰/۳	۱۸/۲	۲۰/۱	۲۰/۱۲	۲۲/۱۱	۲۳/۱۰	۲۴/۹	۲۵/۸	۲۶/۷	۲۶/۶	۲۹/۵	۲۹/۴	۱۶۵۴
۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۶۵۵
۸/۳	۸/۲	۹/۱	۱۱/۱۲	۱۱/۱۱	۱۳/۱۰	۱۵/۹	۱۵/۸	۱۶/۷	۱۷/۶	۱۸/۵	۱۸/۴	۱۶۵۵
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۲۹	۲۹	۱۶۵۶
۲۶/۲	۲۶/۱	۲۶/۱۲	۲۹/۱۱	۳۰/۱۰	۱/۹	۲/۸	۳/۷	۴/۶	۵/۵	۶/۴	۷/۳	۱۶۵۶
۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۶۵۷
۱۵/۲	۱۷/۱	۱۸/۱۲	۱۸/۱۱	۲۰/۱۰	۲۰/۹	۲۲/۸	۲۳/۷	۲۴/۶	۲۵/۵	۲۶/۴	۲۷/۳	۱۶۵۷
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۱۶۵۸
۴/۲	۶/۱	۷/۱۲	۸/۱۱	۹/۱۰	۱۰/۹	۱۱/۸	۱۳/۷	۱۳/۶	۱۵/۵	۱۵/۴	۱۷/۳	۱۶۵۸
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۲۹	۲۹	۱۶۵۹
۲۵/۱	۲۶/۱۲	۲۷/۱۱	۲۸/۱۰	۲۹/۹	۳۰/۸	۳۰/۷	۳/۶	۳/۵	۴/۴	۶/۳	۶/۲	۱۶۵۹
۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۶۶۰
۱۳/۱	۱۵/۱۲	۱۵/۱۱	۱۷/۱۰	۱۷/۹	۱۸/۸	۲۰/۷	۲۰/۶	۲۲/۵	۲۲/۴	۲۴/۳	۲۴/۲	۱۶۶۰
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۱۶۶۱
۳/۱	۴/۱۲	۴/۱۱	۶/۱۰	۶/۹	۹/۸	۹/۷	۱۰/۶	۱۱/۵	۱۲/۴	۱۳/۳	۱۳/۲	۱۶۶۱
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۲۹	۲۹	۱۶۶۲
۲۳/۱	۲۳/۱۲	۲۳/۱۱	۲۵/۱۰	۲۵/۹	۲۷/۸	۲۸/۷	۳۰/۶	۳۰/۵	۱/۴	۳/۳	۳/۲	۱۶۶۲
۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۶۶۳
۱۲/۱	۱۳/۱۲	۱۴/۱۱	۱۵/۱۰	۱۶/۹	۱۸/۸	۱۸/۷	۲۰/۶	۲۰/۵	۲۱/۴	۲۳/۳	۲۳/۲	۱۶۶۳
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۱۶۶۴
۱/۱	۱/۱۲	۳/۱۱	۳/۱۰	۴/۹	۶/۸	۶/۷	۸/۶	۸/۵	۹/۴	۹/۳	۱۱/۲	۱۶۶۴

اسلامی تاریخ کے اہم واقعات بقید ہجری عیسوی ماہ و سال

عیسوی ماہ و سال	ہجری ماہ و سال	عنوان	عیسوی ماہ و سال	ہجری ماہ و سال	عنوان
۴۰۶۲۱	۹۰۲ قہ	بیعت عقبہ اولیٰ			دور نبویؐ
۱۳۰۶۶۲۲	۱۰۰۱	ثانیہ	۰۳۰۵۴۱	۳۰۵۳	ولادت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۹۰۹۶۲۲	۲۴۰۲۰۱	آغاز ہجرت	۰۵۴۳	۰۵۱	طوالت حضرت ابوبکر صدیق رضی
۲۰۰۹۶۲۲	۸۰۳۰۱	داخلہ قبا	۰۵۴۵	۰۲۸	وفات بی بی آمنہ
۴۰۱۰۶۲۲	۲۲۰۳۰۱	داخلہ مدینہ	۰۵۴۶	۰۲۶	ولادت عثمان رضی
۱۰۰۶۲۲	۳۰۱	مسجد نبوی کی بنیاد۔ اذان کی ابتداء	۰۵۴۷	۰۲۴	وفات عبدالمطلب
۰۳۰۶۲۳	۹۰۱	حضرت عائشہؓ کی ہجرت	۰۵۸۲	۰۴۱	ولادت عمر فاروق رضی
۸۰۸۰۶۲۳	۱۲۰۲۰۲	فریضت جہاد	۰۶۰۳	۰۲۰	ولادت علی رضی
۱۴۰۲۰۶۲۳	۱۶۰۸۰۲	تحويل قبلہ	۰۶۰۴	۰۱۹	کعبہ کی تعمیر نو
۱۰۳۰۶۲۳	۱۰۹۰۲	فریضت روزہ	۰۶۰۵	۰۱۸	ولادت معاویہ رضی
۱۶۰۳۰۶۲۳	۲۰۰۹۰۲	جنگ بدر			ابتداء نزول وحی
۳۰۶۲۳	۹۰۲	وفات رقیہ بنت رسول	۹۰۲۰۶۱۰	۹۰۳۰۱۳	ولادت عائشہ رضی
۰۶۲۳	۰۲	رخصتی حضرت عائشہ رضی	۰۶۱۳	۰۱۰	اعلان دعوت اسلام
		غزوہ سویق	۰۶۱۴	۰۹	ہجرت حبشہ
۴۰۶۲۳	۱۲۰۲	فاطمہ بنت رسول کا نکاح	۰۶۱۵	۰۸	حضرت عمرؓ اور حمزہؓ کا اسلام لانا
۷۰۶۲۳	۱۰۰۳	ام کلثوم کا عثمان سے نکاح	۱۰۰۶۱۵	۰۸	شعب ابوطالب ہیں
۵۰۳۰۶۲۳	۱۵۰۹۰۳	ولادت حسن رضی	۰۶۱۹	۰۴	وفات حضرت خدیجہ رضی
۰۳۰۶۲۳	۰۹۰۳	حضرت اور زینبؓ آپ کا نکاح	۰۶۱۹	۰۴	ابوطالب
۲۷۰۳۰۶۲۳	۷۰۱۰۰۳	غزوہ اُحد۔ شہادت حمزہ رضی	۲۰۶۱۹	۰۴	سفر طائف
۷۰۶۲۳	۰۲۰۳	غزوہ ذات الرقاع۔ بیرونہ	۲۵۰۲۰۶۲۱	۲۷۰۷۰۲	معراج النبیؐ

عیسوی ماہ و سال	ہجری ماہ و سال	عنوان	عیسوی ماہ و سال	ہجری ماہ و سال	عنوان
۲۰۴۴	۳۰۲۰	زینب بنت جحش ام المومنین	۸۰۴۲۵	۳۰۳	غزوہ بنو نضیر
۱۱۰۴۴	۷۰۳۹	حضرت میمونہ ام المومنین	۱۰۰۴۲۵	۵۰۴	غزوہ ذات الریح
۱۱۰۴۴	۷۰۴۱	حضرت " "	۱۱۰۴۲۵	۵۰۴	واقعہ اناک اور احکام تیمم
۸۰۴۴۳	۵۰۴۴	ام حبیبہ	۲۰۴۲۶	۸۰۴	ادب حسین - غزوہ موذی
۲۰۴۴۹	۲۰۴۹	حسن	۲۰۴۲۶	۹۰۴	تعمیر شراب
۳۰۴۷۰	۲۰۵۰	صفیہ بنت حمی ام المومنین	۱۰۴۲۷	۸۰۵	غزوہ بنی مصلح
۱۲۰۴۷۵	۱۰۵۵	جویریہ	۳۰۴۲۷	۱۰۰۵	غزوہ خندق (احزاب)
۷۰۴۷۷	۹۰۵۷	عائشہ	۵۰۴۲۷	۱۲۰۵	غزوہ بنو قریظہ
۴۰۴۷۹	۹۰۵۹	ام سلمہ	۶۰۴۲۷	۱۰۶	غزوہ خیبر
۱۰۱۰۴۸۰	۱۰۰۱۰۴	شہادت حسین (سائیکہ کربلا)	۹۰۴۲۷	۵۰۶	غزوہ بنو لویان
چند جلیل القدر صحابہ کی تاریخ وفات			۱۲۰۴۲۷	۸۰۶	ذی قرد
			۳۰۴۲۸	۱۱۰۶	صلح حدیبیہ
۸۰۴۳۳	۴۰۱۳	حضرت ابوبکر صدیق	۷۰۴۲۸	۳۰۷	تبلیغی مکاتیب
۹۰۴۳۰	۹۰۱۹	ابن کعب	۲۰۴۲۹	۱۱۰۷	عمر القضا
۷۰۴۳۱	۴۰۲۱	خالد بن ولید	۱۲۰۱۰۴۳۰	۲۰۰۹۰۸	فتح مکہ مکرمہ
۰۴۳۲	۷۱	بلال بن باح (کؤذن)	۲۰۲۰۴۳۰	۱۱۰۱۰۰۸	غزوہ بخین
۱۰۰۴۳۲	۱۲۰۲۳	شہادت حضرت عمر فاروق	۰۴۳۰	۰۹	عام الوفود
۹۰۴۵۲	۲۰۳۲	وفات عبدالرحمن بن عوف	۳۰۴۳۱	۶۲۰۹	ابوبکر امیر الحج بنائے گئے
۵۰۴۵۳	۱۰۰۳۲	عبد اللہ بن مسعود	۱۰۰۴۳۱	۷۰۹	غزوہ تبوک (رجب تارضان)
۴۰۴۵۳	۱۲۰۳۲	ابو ذر غفاری	۶۰۳۰۴۳۲	۹۰۱۲۰۱۰	حجۃ الوداع
۴۰۴۵۴	۲۳۰۱۲۰۳۵	شہادت عثمان	۷۰۴۳۲	۱۲۰۳۰۱۱	وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۹۰۴۵۷	۳۰۳۴	سلمان فارسی	تاریخ وفات اہمات المومنین و اقرباہ النبی		
۱۰۰۴۴۱	۹۰۴۰	شہادت حضرت علی			
۱۰۰۴۴۳	۱۰۰۴۳	وفات عمرو بن عاص فاتح مصر			
			۱۱۰۴۳۲	۸۰۱۱	حضرت فاطمہ بنت رسول

عنوان	هجری ماہ و سال	عیسیٰ ماہ و سال	عنوان	عیسیٰ ماہ و سال	هجری ماہ و سال
وفات ابوالیوب انصاریؓ	۱۰۵۱	۱۰۵۱	فتح آذربائیجان	۱۰۴۱	۱۲۰۴۲
" اسام بن زیدؓ	۷۰۵۳	۷۰۵۳	طرابلس	۷۰۴۶	۲۰۴۳
" حسان بن ثابتؓ	۹۰۵۳	۸۰۴۶	خلافت عثمانؓ	۸۰۴۶	۱۱۰۴۳
" ابوہریرہؓ	۱۲۰۵۷	۹۰۴۷	فتوحات افریقہ	۹۰۴۷	۵۰۴۲۸
" امیر معاویہؓ	۷۰۴۰	۲۰۴۸	فتح قبرص	۲۰۴۸	۱۰۰۴۲۸
" عبداللہ بن عباسؓ	۳۰۴۸	۱۰۰۴۸۷	فتح فارس وخراسان	۱۰۰۴۸۷	۷۰۴۵۰
شہادت عبداللہ بن زبیرؓ	۵۰۷۳	۷۰۴۹۲	خلافت علیؓ	۷۰۴۹۲	۷۰۴۵۴
وفات عبداللہ بن عمرؓ	۱۰۷۳	۵۰۴۹۳	واقعہ جبل	۵۰۴۹۳	۱۲۰۴۵۴
" انس بن مالک خادم رسولؓ	۸۰۹۳	۵۰۷۱۲	واقعہ صفین	۵۰۷۱۲	۹۰۴۵۷
بنو امیہ کے مرواتی دور سے پہلے کے اہم واقعات					
خلافت ابوبکرؓ	۳۰۱۱	۷۰۴۳۲	خلافت حسنؓ	۷۰۴۳۲	۱۰۴۶۱
سربراہ اسامہ	۲۰۱۱	۷۰۴۳۲	صلح حسنؓ و معاویہؓ (یوم الجملہ)	۲۰۲۱	۷۰۴۶۱
قتل میلہ کذاب	۸۰۱۲	۱۰۰۴۳۳	خلافت معاویہؓ	۲۰۲۱	۷۰۴۶۱
خلافت عمر فاروقؓ	۷۰۱۳	۸۰۴۳۳	سندھ میں اسلامی فوج کا داخلہ	۱۲۰۳۲	۲۰۴۶۲
فتح دمشق	۳۰۱۳	۵۰۴۳۵	فتح سوڈان	۲۰۳۳	۷۰۴۶۳
فتح بعلبک، حمص، انطاکیہ	۵۰۱۳	۷۰۴۳۵	فتح لیبیا	۷۰۳۷	۷۰۴۶۷
واقعہ یرموک	۲۰۱۵	۵۰۴۳۶	عکہ ڈاک کا قیام	۷۰۳۸	۷۰۴۶۸
جنگ قادسیہ	۱۰۰۱۵	۱۱۰۴۳۶	تعمیر شفا خانہ	۹۰۳۹	۹۰۴۶۹
فتح بیت المقدس	۱۰۰۱۶	۱۱۰۴۳۷	یزید کا قسطنطنیہ پر حملہ	۱۲۰۵۰	۱۱۰۴۷۰
ام کلثوم بنت قائلہ کا شہنائی	۱۰۰۱۷	۱۰۰۴۳۸	محاصرہ یرموک	۲۰۵۶	۲۰۴۷۴
فتح ایران	-۲۰	-۴۳۱	خلافت یزید بن معاویہ	۷۰۴۰	۲۰۴۸۰
عمرو بن عاص کا مصر میں داخلہ	۱۰۰۲۱	۱۲۰۴۳۱	سانحہ کربلا	۱۰۰۱۰۴۱	۱۰۰۱۰۴۸
فتح نہاوند	۱۰۲۲	۱۱۰۴۳۲	عقربہ شمالی افریقہ کی آخری جنگ	۱۰۰۴۲	۷۰۴۸۲
			فتح یرموک	۱۲۰۴۲	۸۰۴۸۲
			واقعہ حرہ	۱۲۰۴۳	۸۰۴۸۳

سلسلہ خلافتِ اسلامیہ بقید ہجری و عیسوی ماہ و سنین

آغاز خلافت		نام خلیفہ بعد دارالخلافت	آغاز خلافت		نام خلیفہ بعد دارالخلافت
ہجری ماہ و سال	عیسوی ماہ و سال		ہجری ماہ و سال	عیسوی ماہ و سال	
۲۰۔۴۳۳	۴۰۔۱۲۵	۱۶۔ ولید ثانی (دمشق)	۶۰۴۳۲	۱۲۔۳۰۱۱	۱۔ حضرت ابوبکرؓ (مدینہ)
۳۰۔۴۳۳	۶۰۔۱۲۶	۱۷۔ یزید ثالث	۸۰۴۳۳	۲۲۔۴۰۱۳	۲۔ عمرؓ
۹۰۔۴۳۳	۱۲۰۔۱۲۶	۱۸۔ ابراہیم بن ولید ثانی	۱۰۰۴۳۳	۳۰۔۱۰۲۳	۳۔ عثمانؓ
۱۱۰۔۴۳۳	۱۴۰۔۱۲۶	۱۹۔ مروان ثانی بن محمد	۵۰۴۵۶	۳۵۔۱۰۳۵	۴۔ علیؓ (کوفہ)
بنو عباس (۳۷ خلافت)			۱۰۴۶۱	۲۰۔۹۰۴۶	۵۔ حسنؓ
از ۱۲۲ھ تا ۴۸۶ھ			۷۰۴۶۱	۳۰۔۴۱	صلح حسن و معاویہ
۶۔۱۲۵۸			خلافت بنو امیہ (از ۴۱ھ تا ۱۳۲ھ)		
دور اول			۲۲۔۷۰۴۶۱	۳۰۔۴۱	۶۔ امیر معاویہ (دمشق)
۷۰۔۷۴۹	۱۲۰۔۱۳۲	۲۰۔ ابوالعباس السفاح (کوفہ)	۲۰۴۸۰	۷۰۔۶۰	۷۔ یزید بن معاویہ اول
۹۰۔۷۵۳	۱۰۰۔۱۳۷	۲۱۔ المنصور ابو جعفر (بغداد)	۶۰۴۸۳	۱۰۳۰۔۶۳	(عبداللہ بن زبیر تا
۱۰۰۔۷۷۳	۱۲۰۔۱۵۸	۲۲۔ المہدی (محمد بن حسن)	۷۹۲	۱۵۰۔۵۰۷۳	۸۔ معاویہ ثانی (دمشق)
۸۰۔۷۸۵	۲۰۔۱۶۹	۲۳۔ ابوالہادی رزوی بن مہدی	۱۱۰۴۸۳	۳۰۔۴۳	۹۔ مروان بن الحکم (دمشق)
۸۰۔۷۸۶	۳۰۔۱۷۰	۲۴۔ لارون الرشید	سلسلہ بنو امیہ (مروانی)		
۳۰۔۸۰۹	۶۰۔۱۹۳	۲۵۔ الامین (محمد بن ہارون)	۸۰۴۸۳	۳۰۱۱۔۶۳	۱۰۔ عبدالملک بن مروان
۹۰۔۸۱۳	۱۰۰۔۱۹۸	۲۶۔ المأمون (عبداللہ بن ہارون)	۲۰۴۸۵	۲۷۰۔۹۰۶۵	۱۱۔ ولید بن عبدالملک
۷۰۔۸۳۳	۷۰۔۲۱۸	۲۷۔ المتصم باللہ (محمد بن متصم)	۱۰۰۷۰۳	۱۰۰۸۵	۱۲۔ سلیمان بن عبدالملک
۱۲۰۔۸۴۱	۳۰۔۲۲۷	۲۸۔ الواثق باللہ بن متصم	۲۰۷۱۵	۱۵۰۴۰۹۶	۱۳۔ فرید بن عبدالعزیز
۷۰۔۸۴۷	۱۲۰۔۲۳۳	۲۹۔ المتوکل علی اللہ بن متصم	۹۰۷۱۷	۱۴۰۲۰۹۹	۱۴۔ یزید ثانی بن عبدالملک
۱۲۰۔۸۶۱	۱۰۰۔۲۴۷	۳۰۔ المستنصر باللہ بن متوکل	۱۰۷۲۰	۲۵۰۷۰۱۰۱	۱۵۔ ہشام بن عبدالملک
۴۰۔۸۶۲	۴۰۔۲۴۸	۳۱۔ المستعین باللہ بن متصم	۱۰۷۲۳	۸۰۱۰۵	
۱۰۸۶۶	۱۰۲۵۲	۳۲۔ المعتز باللہ بن متوکل			

آغاز خلافت		نام خلیفہ مجتہد دار الخلافہ	آغاز خلافت		نام خلیفہ مجتہد دار الخلافہ
ہجری ماہ و سال	عیسوی ماہ و سال		ہجری ماہ و سال	عیسوی ماہ و سال	
۴۰۱۲۲۶	۷۰۶۲۳	۵۵۔ المستنصر باللہ بن ظاہر	۴۰۸۶۹	۷۰۲۵۵	۳۳۔ المہتدی باللہ بن واثق
۱۲۰۱۲۳۱	۴۰۶۴۰	۵۶۔ المعتمد باللہ بن مستنصر	۴۰۸۷۰	۷۰۲۵۶	۳۴۔ المعتز علی اللہ بن متوکل
۱۰۱۲۵۸	۱۰۶۵۶	(ہلاکو خاں نے خاتمہ کر دیا)	دور دوم (بغداد)		
۱۰۱۲۶۵	۴۰۶۶۳	وفات ہلاکو	۹۰۸۹۲	۷۰۲۷۹	۳۵۔ المعتقل باللہ بن موفی
تیسرا دور۔ عباسیہ مصر۔ دار الخلافہ (القاہرہ)			۳۰۹۰۲	۴۰۲۸۹	۳۶۔ کتفی باللہ علی بن معتضد
۱۰۱۲۵۸	۱۰۶۵۶	۵۷۔ المستنصر باللہ (الواقعہ)	۸۰۹۰۸	۱۱۰۲۹۵	۳۷۔ مقتدر باللہ بن موفی
۱۱۰۱۲۶۲	۱۰۶۶۱	۵۸۔ الحاکم باللہ (اول)	۱۰۰۹۳۲	۱۰۰۳۲۱	۳۸۔ القاہر باللہ محمد بن معتضد
۱۰۱۳۰۲	۵۰۷۰۱	۵۹۔ المستکفی باللہ	۴۰۹۳۴	۵۰۳۲۲	۳۹۔ راضی باللہ احمد بن معتز
۵۰۱۳۳۹	۱۱۰۷۳۹	۶۰۔ الواثق باللہ اول	۱۲۰۹۴۰	۴۰۳۲۹	۴۰۔ معتقی باللہ ابراہیم بن معتز
۴۰۱۳۳۹	۱۲۰۷۳۹	۶۱۔ الحاکم بامر اللہ (ثانی)	۹۰۹۴۴	۲۰۳۳۳	۴۱۔ مستکفی باللہ عبد اللہ بن معتقی
۷۰۱۳۵۲	۴۰۷۵۳	۶۲۔ المعتضد باللہ (اول)	۱۲۰۹۴۵	۵۰۳۳۴	۴۲۔ مطیع باللہ فضل بن معتز
۱۰۱۳۶۲	۴۰۷۶۳	۶۳۔ المتوکل علی اللہ (اول)	۷۰۹۷۳	۱۱۰۳۶۳	۴۳۔ طالع باللہ عبد العزیز بن مطیع
۹۰۱۳۷۷	۳۰۷۷۹	۶۴۔ المعتمد زرکریا بن واثق	۹۰۹۹۱	۷۰۳۸۱	۴۴۔ القادر باللہ احمد بن معتز
۰۱۳۷۷	۴۰۷۷۹	المتوکل اول (دوبارہ)	۱۱۰۱۰۳۱	۱۲۰۳۲۲	۴۵۔ القائم بامر اللہ محمد بن قادر
۹۰۱۳۸۲	۷۰۷۸۵	۶۵۔ الواثق ثانی (عمر بن واثق اول)	۴۰۱۰۷۵	۸۰۲۶۷	۴۶۔ المعتدی بامر اللہ بن قائم
۰۱۳۸۵	۱۰۰۷۸۸	المعتمد (دوبارہ)	۱۰۱۰۹۴	۱۰۰۴۸۷	۴۷۔ المستنصر باللہ بن معتدی
۰۱۳۸۸	۵۰۷۹۱	المتوکل (سربارہ)	۷۰۱۱۱۸	۴۰۵۱۲	۴۸۔ المسترشد باللہ بن مستنصر
۱۰۱۳۰۶	۸۰۸۰۸	۶۶۔ المستعین باللہ عباس بن متوکل	۸۰۱۱۳۵	۱۱۰۵۲۹	۴۹۔ الراشد بامر اللہ بن مسترشد
۲۰۱۳۶۴	۱۲۰۸۱۶	۶۷۔ المعتضد ثانی (داؤد بن متوکل)	۸۰۱۱۳۶	۱۱۰۵۳۰	۵۰۔ المعتضی لامر اللہ بن مستنصر
۷۰۱۳۳۱	۴۰۸۳۵	۶۸۔ المستکفی ثانی (سلمان)	۳۰۱۱۶۰	۳۰۵۵۵	۵۱۔ المستنجد باللہ بن معتقی
۲۰۱۳۵۱	۱۰۸۵۵	۶۹۔ القائم بامر اللہ (حمزہ)	۱۲۰۱۱۷۰	۴۰۵۶۶	۵۲۔ المستغنی بامر اللہ بن مستنجد
۴۰۱۳۵۵	۷۰۸۵۹	۷۰۔ المستنجد باللہ یوسف	۴۰۱۱۸۰	۱۱۰۵۷۵	۵۳۔ ابن صردین اللہ بن مستغنی
۳۰۱۳۷۹	۱۰۸۸۴	۷۱۔ المتوکل ثانی (عبد العزیز بن مستعین)	۹۰۱۲۲۵	۹۰۶۲۲	۵۴۔ الظاہر بامر اللہ بن ناصر

نام خلیفہ بعد دار الخلافہ	آغاز خلافت	نام خلیفہ بعد دار الخلافہ	آغاز خلافت
بجری ماہ و سال عیسوی ہا و سال	بجری ماہ و سال عیسوی ہا و سال	بجری ماہ و سال عیسوی ہا و سال	بجری ماہ و سال عیسوی ہا و سال
۶۲۔ المستمک یا ندر لیتو بن بٹول	۲۹۰۳	۸۸۔ احمد ثالث بن محمد	۱۰۰۱۳۹۷
۶۳۔ المتوکل ثالث ابن المستمک	۹۰۹۲۰	۸۹۔ محمود اول مصطفیٰ	۰۱۵۱۳
المستمک (دو بارہ)	۹۰۹۲۲	۹۰۔ عثمان ثالث	۰۱۵۱۶
متوکل ثالث دو بارہ	۹۲۳	۹۱۔ مصطفیٰ بن احمد	۰۱۵۱۷
۹۲۳ھ میں ترک عثمانی سلطان سلیم اول نے صُرح فرج کر کے جبراً کسے کا خاتمہ کیا اور متوکل ثالث کو اپنے ساتھ قسطنطنیہ لے گیا۔ متوکل نے سلیم کے ہاتھ پر بیعت کی۔		۹۲۔ عبد الحمید اول	۱۰۰۱۱۹۷
خلافت عثمانیہ (۲۹ خلفاء) (دار الخلافہ استنبول)		۹۳۔ سلیم ثالث مصطفیٰ	۵۰۱۲۰۳
از ۹۲۳ھ تا ۱۳۲۲ھ		۹۴۔ مصطفیٰ رابع بن عبد الحمید اول	۷۰۱۸۰۷
۶ تا ۱۹۲۳		۹۵۔ محمود ثانی	۹۰۱۲۲۳
۶۴۔ سلیم خاں اول بن زید ثانی	۰۹۲۳	۹۶۔ عبد الحمید اول بن محمود سمارک	۹۰۱۲۵۵
۶۵۔ سلیمان ثانی بن سلیم اول	۱۰۰۹۲۶	۹۷۔ عبد العزیز	۱۲۰۱۲۷۷
۶۶۔ سلیم ثانی	۳۰۹۷۴	۹۸۔ مراد خامس عبد الحمید	۴۰۱۲۹۳
۶۷۔ مراد ثالث	۹۰۹۸۲	۹۹۔ عبد الحمید ثانی عبد الحمید	۸۰۱۲۹۳
۶۸۔ محمد ثالث	۴۰۱۰۰۳	۱۰۰۔ محمد خامس	۴۰۱۳۲۷
۶۹۔ احمد اول بن محمد ثالث	۷۰۱۰۱۲	۱۰۱۔ محمد سادس	۴۰۱۳۳۶
۷۰۔ مصطفیٰ اول	۱۱۰۱۰۲۶	۱۰۲۔ عبد الحمید ثانی بن عبد العزیز	۳۰۱۳۴۱
۸۱۔ عثمان ثانی بن احمد اول	۳۰۱۰۲۷	مغزول عبد الحمید	۲۰۱۳۴۲
۸۲۔ مراد رابع	۱۱۰۱۰۳۲	۲۹ اکتوبر ۱۹۲۳ء کو ترکی حکومت کو جمہوریہ قرار دیا گیا ۲۵ اکتوبر ۱۹۲۳ء کو ترکی کی خلافت کو قانونی طور پر مصطفیٰ کمال نے ختم کر دیا۔	
۸۳۔ ابراہیم اول	۱۱۰۱۰۳۹		
۸۴۔ محمد رابع ابراہیم	۸۰۱۰۵۸		
۸۵۔ سلیمان ثالث	۱۰۱۰۹۹		
۸۶۔ احمد ثانی	۹۰۱۱۰۲		
۸۷۔ مصطفیٰ ثانی بن محمد	۴۰۱۱۰۶		
	۱۱۰۱۱۰۶		

پہنچد مرکز گریز سلسلہ ہائے حکومت

نام	بجری ماہ و سال عیسوی ماہ و سال	نام	بجری ماہ و سال عیسوی ماہ و سال
(۱) مرکز گریز سلسلہ خلافت (دار الخلافہ القاہرہ)	فاطمین مصر خلافت فاطمیہ العبدیہ الاسماعیلیہ	سلطان صلاح الدین ایوبی نے ۷ محرم ۵۴۷ھ (۱۱۵۱ء)	کو اس سلسلہ کا خاتمہ کر دیا اور یہ سلطنت عباسی خلافت بغداد میں مندرج ہو گئی۔
(۲) اندلس (ہسپانیہ یا سپین) میں خلفائے بنو امیہ (دار الخلافہ قرطبہ)	(از ۱۳۸ھ تا ۴۲۲ھ ۶۵۶ء تا ۱۰۳۲ء)	۱۰۹۲ھ کو طارق بن زیاد نے اندلس کے کچھ علاقوں کو فتح کیا۔ بعد میں تھوڑے تھوڑے عرصہ بعد ۴۲۲ھ سلطان جریئل آتے رہے تا آنکہ آخر ۳۸ھ تک سارا اندلس فتح ہو گیا۔ اور امرا نے بنو امیہ نے اس کا انتظام بحال لیا۔	
۱- عبدالرحمان الداخل	۱۲ ۱۳۸	۵ ۴۵۶	
۲- ہشام اول بن عبدالرحمن	۱۴۲	۴۸۸	
۳- الحکم الاول بن ہشام اول	۱۸۰	۴۹۴	
۴- عبدالرحمن ثانی بن الحکم الاول	۲۰۴	۸۲۲	
۵- محمد اول بن عبدالرحمن ثانی	۲۳۸	۸۵۲	
۶- منذر بن محمد اول	۲۴۳	۸۸۴	
۷- عبداللہ بن محمد اول	۲۴۵	۸۸۸	
۸- عبدالرحمان ثالث	۳۰۰	۹۱۲	
۹- الحکم ثانی بن عبدالرحمن ثالث	۳۵۰	۹۶۱	
۱۰- ہشام ثانی	{	{	
	۳۶۴	۹۶۶	
	۴۰۳	۱۰۱۳	
۱- امام عبداللہ المہدی باللہ	۲۹۷	۹۱۰	
۲- القائم بامر اللہ محمد نزار	۳۲۲	۹۳۲	
۳- المنصور بنصر اللہ بن	۳۳۳	۹۴۶	
۴- المعز لدین النبتین اسمعیل بن	۳۳۸	۹۵۳	
۵- العزیز باللہ نزار بن محمد	۳۶۵	۹۷۵	
۶- الحاکم بامر اللہ منصور بن نزار	۳۸۶	۹۹۹	
۷- القاہرہ	۴۱۱	۱۰۲۱	
۸- المستنصر باللہ محمد بن قاہرہ	۴۲۷	۱۰۳۶	
(بعد میں یہ سلسلہ نزاریوں کے بجائے مستعلیوں (بوہڑوں) میں چلا گیا)			
۹- المستعلی احمد بن مستنصر	۴۸۷	۱۰۹۵	
۱۰- الامر باحکام اللہ (ابو علی)	۴۹۵	۱۱۰۱	
۱۱- ابو القاسم محمد طیب المنصور	۵۲۳	۱۱۳۰	
۱۲- عبد المجید بن محمد بن مستنصر الحقیقی	۵۲۸	۱۱۳۳	
۱۳- الظافر بن عبد المجید الحقیقی	۵۴۳	۱۱۴۹	
۱۴- القاہرہ بنصر اللہ	۵۴۹	۱۱۵۴	
۱۵- العاضد لدین اللہ	۵۵۵	۱۱۶۰	

نام	جبری ماہ و سال عیسوی ماہ و سال	نام	جبری ماہ و سال عیسوی ماہ و سال
خاندانِ خلجی	۳۔ ابراہیم لودھی	۱۵۱۷	۹۲۳
۱۔ جلال الدین خلجی	۴۔ ۱۲۹۰	۴۔ ۱۲۸۹	
۲۔ علاؤ الدین خلجی	۹۔ ۱۲۹۶	۱۲۔ ۹۹۵	
۳۔ شہاب الدین عمر	۲۰۔ ۱۳۱۶	۱۲۔ ۷۱۵	
۴۔ ملک کا نور اہل قتل	۱۲۔ ۱۳۱۶	۱۰۔ ۷۱۶	
۵۔ ناصر الدین خسرو	۱۳۱۹	۷۱۹	
خاندانِ تغلق	۳۔ ابراہیم لودھی	۱۵۱۷	۹۲۳
۱۔ غیاث الدین تغلق	۹۔ ۱۳۲۰	۸۔ ۷۲۰	
۲۔ محمد	۲۰۔ ۱۳۲۵	۳۔ ۷۲۵	
۳۔ فیروز شاہ تغلق	۳۔ ۱۳۵۱	۱۔ ۷۵۲	
۴۔ غیاث الدین تغلق ثانی	۹۔ ۱۳۸۸	۹۔ ۷۹۰	
۵۔ ابوبکر تغلق	۲۰۔ ۱۳۸۹	۲۰۔ ۷۹۱	
۶۔ ناصر الدین تغلق	۱۲۹۰	۷۹۲	
۷۔ محمود تغلق	۱۳۹۰	۷۹۲	
۸۔ محمود تغلق دوم	۳۔ ۱۲۹۶	۵۔ ۷۹۵	
۹۔ محمود تغلق سوم	۵۔ ۱۳۹۹	۹۔ ۸۰۱	
خاندانِ سادات	۳۔ ابراہیم لودھی	۱۵۱۷	۹۲۳
۱۔ خضر خان	۷۔ ۱۴۱۴	۵۔ ۸۱۷	
۲۔ مبارک شاہ ثانی	۴۔ ۱۴۲۱	۴۔ ۸۲۳	
۳۔ محمد شاہ	۱۰۔ ۱۴۳۴	۴۔ ۸۳۷	
۴۔ علاؤ الدین عالم شاہ	۱۲۔ ۱۴۴۵	۱۱۔ ۸۴۹	
خاندانِ لودھی	۳۔ ابراہیم لودھی	۱۵۱۷	۹۲۳
۱۔ بہلول لودھی	۱۲۔ ۱۴۵۱	۱۲۔ ۸۵۵	
۲۔ سکندر لودھی	۴۔ ۱۴۸۹	۸۰۔ ۸۹۴	

مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمہ اللہ کی دیگر تصنیفات

تیسیر القرآن (اردو) : سلفی متحج کے عین مطابق، منکرین حدیث اور دیگر عقائد باطلہ کا مکمل رد،

اور تمام آیات کی صحاح ستحیح احادیث کی روشنی میں تفسیر۔ (4 جلدیں)

مترادفات القرآن : مترادفات القرآن کے ذیلی فرق کو مستند کتب لغت اور قرآنی آیات سے واضح کیا گیا ہے۔ اس موضوع پر قرآن کریم کی اردو میں پہلی لغت ہے۔

آئینہ پرویزیت : پرویزیت کے جواب میں ایک مدلل اور لا جواب کتاب ہے۔

شریعت و طریقت : تصوف کی تاریخ پر بحث کی گئی ہے، نیز وحدت الوجود، وحدت الشہود اور حلول کیا ہے؟ اور طریقت کا باطنی نظام کیا چیز ہے؟ اور کیا طریقت شریعت کے تابع ہے یا اس کے متوازی اور اس سے متصادم ایک الگ دین ہے؟

الشمس والقمر بحسبان : اس کتاب میں علم ہیئت، ہجری اور عیسوی تقویم میں دن معلوم کرنے کے طریقے اور 622ء (1ھ) سے لے کر 2522ء (1680ھ) تک کی تقابلی تقویم پیش کی گئی ہے۔

خلافت و جمہوریت : جمہوریت عصر حاضر کا سب سے بڑا بت ہے۔ کتاب وسنت سے ثابت کیا گیا ہے کہ اسلام اور جمہوریت دو متضاد چیزیں ہیں جن میں اتحاد ناممکن ہے۔

تجارت کے احکام و مسائل : لین دین کے معاملات میں کئی ایسے امور شامل ہو گئے ہیں جو شرعاً ناجائز ہیں اکل حلال کی اہمیت واضح کرنے کے بعد دور حاضر کے جدید معاشی مسائل پر کتاب وسنت کی روشنی میں احکام کیا گیا ہے۔

عقل پرستی اور انکار معجزات : قرآن مجید میں مذکور معجزات کا عقل بنیاد پر رد کرنے والوں کی تاویلات اور ان کے عقائد پر بحث کی گئی ہے۔

عذاب قبر اور سماع موتی : متعلقہ موضوع پر نہایت اہم اور معلوماتی کتاب ہے۔ مختلف مکاتب فکر کے افکار و نظریات کا مدلل جواب دیا گیا ہے۔

احکام ستر و حجاب : اس کتاب میں تہذیب حاضر کا پس منظر، ستر و حجاب کا فرق، چہرہ اور ہاتھوں کا پردہ اور مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات پر بحث کی گئی ہے۔

اسلام میں دولت کے مصارف : اس میں زائد از ضرورت دولت کی جائز اور ناجائز صورتیں نیز جاگیر داری کی کہاں تک گنجائش اور مزارعت کن صورتوں میں جائز ہے، کی تفصیل ہے۔

ناشر: مکتبہ اسلامیہ
سٹریٹ 20 وکن پورہ لاہور
فون: 7280943